بسم اللہ الرحمن الرحیم

مسلمان کا سفرِ آخرت

مصنفہ

مولانا محمد صادق سیالکوٹیؒ

نعمانی کتب خانہ

حق سٹریٹ : اردو بازار : لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد آپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیہ ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

kitabosunnat@gmail.com
www.KitaboSunnat.com

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ (پ ۴ ع ۱۰)

ہر شخص (ایک دن) موت (کا مزہ) چکھنے والا ہے۔

نقش فریادی ہے کس کی شوخیِ تحریر کا
کاغذی ہے پیرہن ہر پیکرِ تصویر کا

مسلمان کا سفرِ آخرت

اس کتاب کے کارِ زرنگار میں مسلمان کی حیات و ممات کے حقائق و بصائر، اور اس کے جنازہ کے صدہا احکام و مسائل کی شمعیں جل رہی ہیں۔ جن کے نور سے اہلِ ایمان کی دنیا۔ برزخ ۔ اور عقبیٰ روشن و مستنیر ہیں

تصنیف

حضرت مولانا حکیم محمد صادق صاحب سیالکوٹی مدظلہ

ناشر

مکتبہ نعمانیہ۔ اردو بازار۔ گوجرانوالہ

لاہور میں ملنے کا پتہ:۔ نعمانی کتب خانہ۔ حق سٹریٹ۔ اردو بازار۔ لاہور

قیمت:۔

زندگی کہتی ہے غافل میں فنا کا باب ہوں

چھیڑتے ہیں سازِ غم جس سے میں وہ مضراب ہوں

عافیت سے دُور رکھتی ہوں اذیت سے قریب

منتشر بادل کا سایہ ہوں پریشاں خواب ہوں

(جوشؔ)

مالک پریس۔ اردو بازار۔ لاہور

فہرست مضامین

خطبۂ رحمۃ للعالمین

صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ○

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُہٗ وَ نُؤْمِنُ بِہٖ وَ
نَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَ مِنْ سَیِّاٰتِ
اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا
ھَادِیَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ
لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ۔ اَمَّا بَعْدُ!
فَاِنَّ خَیْرَ الْحَدِیْثِ کِتَابُ اللّٰہِ وَ خَیْرَ الْھَدْیِ ھَدْیُ مُحَمَّدٍ
(صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) وَ شَرَّ الْاُمُوْرِ مُحْدَثَاتُھَا وَ کُلُّ مُحْدَثَۃٍ
بِدْعَۃٌ وَ کُلُّ بِدْعَۃٍ ضَلَالَۃٌ وَ کُلُّ ضَلَالَۃٍ فِی النَّارِ ○

ترجمہ:۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں (اسلئے)، ہم اسی کی

۱؎ نبی اکرم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا یہ جامع اور مبارک خطبہ ہے۔ جو حضورؐ اپنے ہر وعظ، اور تقریر کے شروع میں پڑھا کرتے تھے۔ اور یہ خطبہ بالفاظ مختلف مسلم ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ میں موجود ہے۔ (محمد صادق)

تعریفیں کرتے ہیں اور (اپنے ہر کام میں) اسی سے مدد مانگتے ہیں
ہم اس (رب العالمین) سے اپنے گناہوں کی بخشش چاہتے
ہیں۔ اور اس پر ایمان لاتے ہیں۔ اور اسی (پاک ذات) پر ہمارا
بھروسہ ہے۔ ہم اپنے نفس کی شرارتوں سے اللہ کی پناہ طلب
کرتے ہیں۔ اور اپنے اعمال کی برائیوں سے بھی اس کی پناہ
میں آتے ہیں۔ (یقین مانو) کہ جسے اللہ راہ دکھائے، اسے کوئی
گمراہ نہیں کر سکتا۔ اور جسے وہ (خود ہی) اپنے دَر سے
دھتکار دے۔ اس کے لئے کوئی راہبر نہیں ہو سکتا۔ اور
ہم (تہِ دل سے) گواہی دیتے ہیں۔ کہ معبودِ برحق
(صرف) اللہ تعالےٰ ہی ہے۔ اور وہ اکیلا ہے۔
اس کا کوئی شریک نہیں۔ اور (اسی طرح تہِ دل سے)
ہم اس بات کے بھی گواہ ہیں۔ کہ مُحمّد صلے اللہ علیہ
سلم اس کے (خاص) بندے اور (آخری) رسول ہیں،
صلے اللہ علیہ وسلم ـــ حمد و صلوٰۃ کے بعد (یقیناً)، تمام
باتوں سے بہتر بات اللہ تعالےٰ کی کتاب ہے۔ اور تمام
راستوں سے بہتر راستہ محمّد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم
کا ہے۔ اور تمام کاموں میں بدترین کام وہ ہیں، جو خدا کے
دین میں اپنی طرف سے نکالے جائیں۔ (یاد رکھو!) دین میں
جو کام نیا نکالا جائے وہ بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے
اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے"۔

آغازِ سخن

ہمارے جدّ امجد حضرت آدم علیہ السلام جنت میں ایک "حادثہ" سے دو چار ہو کر مع حضرت حوّا دنیا میں آ گئے۔ یہاں اُن سے پیدائش کا سِلسلہ شروع ہو گیا۔ اور رفتہ رفتہ بنی نوع انسان سے دنیا بھر گئی۔ پھر جس شخص کو زندگی ملی۔ موت بھی اس کے لئے لازم ہو گئی۔ چنانچہ اس روز سے آج تک آدمی پیدا ہوتے ہیں۔ اور مرتے ہیں۔ زندگی میں ہر شخص کو موت کا کھٹکا لگا رہتا ہے۔ اللہ کے سوا بقا کسی کے لئے نہیں ہے۔

اس جہانِ رنگ و بُو میں پیدائش اور موت کا درمیانی وقفہ۔ یعنی زندگی معرضِ ابتلا میں ہے۔ ربّ العزّت بندوں کو آزماتا ہے۔ کہ کون اس عالمِ کون و فساد میں زندگی اللہ کی مرضی کے مطابق گزار کر وطن کو لوٹتا ہے۔ اور کون ناراضیٔ ربّ العالمین مول لے کر دوزخ کا ایندھن بنتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ (پ ۲۹ ع ۱)

"اللہ تعالیٰ نے موت اور زندگی کو پیدا کیا۔ تاکہ آزمائے تم کو کہ کون تم میں عمل میں زیادہ اچھا ہے۔"

پھر ہر شخص یہ جانتا ہے۔ اور اُسے پختہ یقین ہے۔ کہ وہ مرنے والا ہے۔ موت اس کی گھات میں ہے۔ ردائے حیات "تار تار ہونے کو ہے۔ قبر کے تنگ و تار زندان کا سامنا ہے۔ اور اس نے دنیا میں گزاری ہوئی زندگی کے ایک ایک لمحہ کا حساب دینا ہے۔ کیونکہ وہ دنیا میں عبث نہیں آیا۔ ارشاد خداوندی ہوتا ہے:۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝ (پ ۱۸ ع ۶)

"کیا تم نے گمان کیا کہ ہم نے تم کو بے فائدہ پیدا کیا۔ اور یہ کہ تم ہماری طرف نہیں لوٹو گے۔"

مطلب یہ کہ تم دنیا میں بے کار اور عبث نہیں آئے ہو۔ بلکہ بڑے اہم کام کے لئے بھیجے گئے ہو۔ ہاں صالح اعمال کے ذریعے ہبوط کو صعود سے بدلنے؛ جلا وطنی کی زندگی گزار کر۔ باعزت مراجعت کرنے اور شائستہ کاموں کے وسیلے اجازہ فلاح لینے کیلئے دنیا میں آئے ہو۔

اور یاد رکھو! کہ تم نے اس مستقر میں ہمیشہ ہمیشہ نہیں رہنا۔

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ۔ (پ ۴ ع ۱۰)

"ہر آدمی موت کو چکھنے والا ہے۔"

كُلٌّ اِلَيْنَا رَاجِعُوْنَ ۔ (پ ۱۷ ع ۶)

"سب ہماری طرف پھر آنے والے ہیں۔"

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ۔ (پ ۲۷ ع ۱۱)

"جو کوئی روئے زمین پر ہے فنا ہونے والا ہے۔"

رحمتِ عالمیاں۔ ختم نبیاں۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کو خطاب ہوتا ہے:۔

اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ؁ (پ۲۳ ع ۱۷)

"بے شک تو بھی (اے پیارے رسول صلے اللہ علیہ و سلم) مرنے والا ہے۔ اور بے شک وہ بھی (سب لوگ) — بھی مرنے والے ہیں۔"

چنانچہ حضورؐ پر نور صلے اللہ علیہ و سلم پر بھی وقتِ نزع طاری ہوا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم کے سامنے سکرات کے وقت پانی کا ایک پیالہ تھا۔ حضورؐ اس میں ہاتھ ڈال کر چہرۂ مبارک پر پانی ملتے تھے۔ اور اللہ سے یوں دعا کرتے تھے:۔

اَللّٰهُمَّ اَعِنِّیْ عَلٰی غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَسَكَرَاتِ الْمَوْتِ ط

"یا الٰہی! مدد کر میری موت کی سختیوں اور تکلیفوں پر (ترمذی)

یہاں تک کہ جناب رحمت للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم کی روحِ مبارک قفسِ عنصری سے پرواز کر گئی۔ اور سید الکونین صلی اللہ علیہ و سلم رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے۔ پھر جناب سید ولد آدم صلی اللہ علیہ و سلم کی صحابہؓ نے تجہیز و تکفین کی۔ جن کا مرقدِ پُر انوار مدینہ منورہ میں موجود ہے۔

اے غافل انسان سوچ! — کہ وہ پاک ہستی جو بعد از خدا بزرگ ہیں۔ موت ان سے بھی نہ ٹلی۔ آپ کا سارا کنبہ۔ قبیلہ۔ خاندان۔ ازواج

مطہرات ، بیٹے ، بیٹیاں ، داماد ، نواسے ۔ سب خون کے رشتے داغِ مفارقت دے گئے۔ صحابہ رض ، تابعین ، تبع تابعین ، تمام اولیاء اللہ ۔ صالحین ، بندگانِ خدا ، بڑے بڑے بادشاہ ۔ حکمران ، چھوٹے بڑے سب انسان ایک ایک کرکے چل بسے۔ کوئی نہ رہا ۔ اور نہ کوئی رہے گا۔ پھر اے غافل تو بھی چلنے کی تیاری کر۔ سفر کا سامان جمع کر۔ ؎

زندگی کیا لذتِ عصیاں کی ناداں غور کر!!
برق رَو دھارے پہ اک تنکا ہے جو بہ جائیگا!
دیکھتے ہی دیکھتے لذت فنا ہو جائے گی
اور عذاب اس کا ہمیشہ کے لئے رہ جائے گا (جوش)

یہ حقیقت ہے۔ کہ موت سے کسی کو مفر نہیں ۔ ہر روز ہم اپنے ہاتھوں سے خویش و اقارب ، اعزہ و احباب کو دفن کرتے ہیں۔ ان کے جنازے پڑھتے ہیں ۔ اور ایک عبرت کی دنیا لئے قبرستان سے لوٹتے ہیں۔ تو ؎

قابلِ عبرت ہے دنیا کا مقام
تخت اگر ہے آج ، تو کل بوریا
پھر بھی تو اُس کو نہیں پہچانتا
دیدنی ہے مقبروں کی خواب گاہ
ایک ہی بستر پہ ہیں شاہ و گدا
پھر بھی تو اس کو نہیں پہچانتا
غنچۂ شاداب صحنِ باغ میں
مسکراتے ہی پریشاں ہو گیا

پھر بھی تو اس کو نہیں پہچانتا

بیٹھتے دیکھے حباب آسا جہاز
ڈوبتے دیکھے سفینے — بارہا
پھر بھی تو اس کو نہیں پہچانتا

زندگی نے سینکڑوں ساماں کئے
موت نے آکر پشیماں کر دیا
پھر بھی تو اس کو نہیں پہچانتا

دب گئے کیا کیا خزانے خاک میں
چل بسے کیا کیا عزیز و آشنا!
پھر بھی تو اس کو نہیں پہچانتا

چاند کے ٹکڑے جنہیں کہتے تھے لوگ
خاک کے پیوند ہیں وہ مہ لقا
پھر بھی تو اس کو نہیں پہچانتا

جاگنا سیکھا تھا جن سے رُوح نے
سو رہے ہیں قبر میں وہ دلربا
پھر بھی تو اس کو نہیں پہچانتا

اُن کو رکھا ہے اندھیری قبر میں
جن سے وابستہ تھا جینے کا مزا
پھر بھی تو اس کو نہیں پہچانتا

جل اٹھی شمعِ تمنائے یزیدا
گُل ہوا فانوسِ بزمِ کربلا

پھر بھی تو اس کو نہیں پہچانتا

(جوشؔ)

مرنے والا دم نکلتے ہی زندوں کا محتاج ہو جاتا ہے۔ اور زندوں کے رحم و کرم پر ہوتا ہے۔ اب جو سلوک زندے میت سے کریں، کر سکتے ہیں۔ لیکن اسلام نے میت کو غسل اور کفن دینے، اس پر نماز جنازہ پڑھنے، اور اس کو دفن کرنے کا ایک باعزت طریقہ بتایا ہے تجہیز، تکفین اور تدفین کے بعد بھی کچھ احکام جاری فرمائے ہیں، مُردے سے متعلق اوامر و نواہی کا ایک دستور نافذ کیا ہے۔ جس پر مُردے کی خیر خواہی کی نیت سے، عمل کرنا زندوں کے لئے نہایت ضروری ہے۔

بیاہ شادی کی طرح موت فوت پر بھی لوگوں نے بہت سی رسمیں بنا رکھی ہیں۔ اور کئی رواج اپنائے ہوئے ہیں۔ اور میت کی تجہیز و تکفین وغیرہ میں شریعت کی باتوں۔ اور اپنی رسموں کو خلط ملط کر رکھا ہے۔ جو کسی صورت بھی درست نہیں۔

یاد رہے۔ کہ میت کا سارا معاملہ اور تمام کام سنتِ مصطفےٰ اور ارشاداتِ حضرتِ خیرالوریٰ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مطابق ہونے چاہئیں۔ تاکہ میت کے ساتھ زندوں کی صحیح معنوں میں، خیر خواہی، اور بھلائی عمل میں آئے۔ اور مرنے والے کے حقوق، جو زندوں کے ذمہ ہوتے ہیں۔ شریعت کے مطابق ادا ہوں۔ اور دونوں کو اجر اور ثواب ملے۔ میت کے لئے بھی بخشش، اور مغفرت کا سامان بہم پہنچے، اور زندوں پر بھی اللہ راضی ہو۔

اسی غرض سے ہم نے یہ کتاب لکھی ہے۔ اور جنازہ کے تمام احکام۔ اور متعلقہ صدہا مسائل، کتاب و سنت کی روشنی میں تحریر کئے ہیں۔ غیر اسلامی رسموں۔ رواجوں، اور بدعات کی ممانعت کر دی ہے۔ تاکہ جس طرح مسلمان کی زندگی اسلام کے مطابق گزری ہے۔ اس کی تجہیز و تکفین، اور دوسری خیر خواہی اور بھلائی کی باتیں بھی بالکل اسلام کی منشار کے مطابق ہوں۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو عمل کی توفیق دے۔

محمد صادق سیالکوٹی

۱۵-جولائی ۱۹۶۷ء ۶-ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ

حضرت ختمِ نبیّاں صلّی اللہ علیہ وسلّم کے

اِتّباع کا حکم

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ

وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ (پ ۲۶ ع ۸)

"اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اطاعت کرو رسُول کی

اور نہ باطل کر لو عمل اپنے"

اس آیت میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی فرمان برداری ضروری ثابت ہوتی ہے۔ اور وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ جو دین کا کام سنت کے مطابق نہ کیا جائے گا وہ رائیگاں اور برباد ہو جائے گا۔ اللہ کے نزدیک عبث اور بے کار ہوگا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے صاف فرما دیا ہے۔ کہ اپنے عملوں کو (اتباعِ رسول ؐ سے بے نیاز کر کے) باطل نہ کر لو۔ پس مسلمانوں کو جو کام دین کا۔ یا ثواب کا کرنا ہو۔ وہ سنت کی سند سے کرنا چاہیئے۔ اگر اس کام پر سنت کی مُہر نہ ہوگی۔ تو وہ کھوٹا سکّہ ہے۔ عنداللہ اس کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ تمام فرائض خداوندی کی تعمیل بھی سنت کے نور میں ہونی لازم ہے۔ یعنی جس طرح رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے احکام کی تعمیل کی ہے۔ امت بھی بعینہٖ اسی طرح کرے کہ

۵

روشن ہے شمعِ علمِ خدا کے کلام میں
نورِ عمل ہے اُسوۂ خیر الانام میں

رسولِ خدا کی مخالفت سے ڈریں

فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ أَنْ تُصِيبَهُمْ فِتْنَةٌ أَوْ يُصِيبَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ (پ۱۸ ع۱۵)

"پس چاہیئے کہ ڈریں وہ لوگ جو مخالفت کرتے ہیں۔ اس (رسول) کے حکم کی اس سے کہ پہنچے ان (مخالفت کرنے والوں) کو فتنہ، یا پہنچے ان کو دردناک عذاب۔"

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے امر کی مخالفت کرنے والوں کو سخت سزا کی خبر دی ہے۔ کہ حدیث اور سنت کے مخالف کسی خطرناک فتنہ سے دوچار ہونگے۔ یا ان کو کسی اور دردناک سزا کا سامنا کرنا پڑے گا، یہ لوگ یقیناً معرضِ عذاب میں ہیں۔

ہر مسلمان کو سوچنا اور غور کرنا چاہیئے۔ کہ وہ دینی، مذہبی، اخلاقی تمدنی۔ معیشی۔ معاشرتی زندگی کے کسی زاویے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے کسی قول، فعل، حدیث، اور سنت کی مخالفت تو نہیں کر رہا ہے۔ اگر کر رہا ہے۔ تو اسے جلد توبہ کرکے اپنی اصلاح کر لینی چاہیئے۔ اگر امرِ رسول کی مخالفت میں موت آگئی۔ تو اس کا انجام بُرا ہوگا۔ اللہ تعالےٰ ایسے سخت سزا دے گا۔

رحمتِ عالم کا خلاف کرنے والا دوزخ میں

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَ نُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ۝ (پ۵ ع ۱۴)

"اور جس نے خلاف کیا رسولؐ کا پیچھے اس کے کہ ظاہر ہوتی اس پر ہدایت، اور چلے سوا راہ مسلمانوں کے، ہم اس کو حوالے کریں گے۔ اسی طرف جو اس نے پکڑی۔ اور ڈالیں گے اس کو دوزخ میں اور بُری جگہ ہے پھر جانے کی۔"

ارشادِ خداوندی ہوتا ہے۔ کہ جس شخص پر ہدایت کی راہ واضح ہو گئی۔ جس کو قرآن اور حدیث سے مسئلہ معلوم ہو گیا۔ پھر وہ اس ہدایت۔ سنت، اور حدیث سے کنارہ کش ہو کر کسی اور راہ پر چل پڑا۔ تو گویا اس نے رسولِ خدا سے کنارہ کشی کی۔ ایسے کنارہ کش کو اللہ تعالیٰ یہ سزا دے گا۔ کہ راہِ رسول چھوڑ کر اس نے جو خلافِ سنت راہ اختیار کی ہے۔ اللہ اسے اسی راہ پر دھکیلتا جائے گا۔ حتےٰ کہ اسے جہنم میں جا داخل کرے گا۔ یاد رکھیں۔ کہ سنت کے برعکس جو راستہ بھی اختیار کیا جائے گا۔ وہ سبیل المؤمنین یعنی راہِ صحابہؓ کے بھی خلاف ہو گا۔ مَا اَنَا عَلَيْهِ وَ اَصْحَابِيْ کی شاہراہ سے بہت بہت دور ہو گا۔ پھر اس راہ کا راہی کبھی منزل کو نہ پہنچے گا۔ کہ ؎

خلافِ پیغمبر کسے راہ گزید
کہ ہرگز بہ منزل نخواہد رسید

سرورِ رسولاںؐ کے آگے کسی کو یارائے گفتار نہیں۔

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ إِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُولُهٗۤ أَمْرًا أَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ أَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُولَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ○ (پ۲۲ ع ۲)

"اور کسی مسلمان مرد اور کسی مسلمان عورت کو نہیں لائق جب وقت اللہ اور اس کا رسولؐ کوئی کام مقرر کرے۔ یہ کہ ہو اختیار ان کو اپنے کام سے۔ اور جو کوئی نافرمانی کرے اللہ اور اس کے رسولؐ کی۔ بے شک وہ صریح گمراہی میں پڑ گیا۔"

آیت کا مطلب واضح ہے کہ جس بات کے بارے میں اللہ (بذریعہ قرآن) اور اس کا رسول (بذریعہ حدیث) کوئی حکم دے دیں پھر کسی مسلمان مرد اور عورت کو گنجائش نہیں۔ کہ وہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم، یا فیصلے کے آگے دم مارے۔ چون و چرا کرے۔ پس وپیش کرے۔ کسی کو اختیار ہی نہیں۔ کہ وہ فیصلہ مصطفویؐ کے آگے زبان ہلائے۔ گویا ساری امت کو ختم نبیاںؐ کے حضور دم بخود رہنے کا حکم ہے۔ صحابہ رضؓ سے لے کر قیامت تک کے سب مسلمان سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا کے پابند بنائے گئے ہیں۔ ان کی ہوا۔ اور خواہش کو نکیل ڈال دی گئی ہے۔

ہمیں ۱۹۶۴ء میں حج کی سعادت نصیب ہوئی۔ جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ پہنچے۔ اور مسجد نبویؐ میں داخل ہوئے۔ تو سیدالکونین

والثقلین صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر اطہر کی زیارت کا شرف بھی پایا
ایک صاحب نے مرقد پُر انوار کی طرف اشارہ کرکے یہ شعر پڑھا ؎

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا

"یعنی رحمتِ عالمؐ کی قبر پاک زیر آسماں عرش سے نازک
تر ادب گاہ ہے۔ ایسی ادب گاہ ہے۔ کہ یہاں جنیدؒ اور
بایزید جیسی ہستیاں دم بخود ہوکر آتی ہیں"

یہ شعر سن کر میں نے کہا۔ کہ جنیدؒ اور بایزیدؒ کون ہیں، یہاں تو
ابوبکرؓ اور عمرؓ جیسے پاک باز جنت کی بشارت پاتے ہوئے اونچی
سانس نہیں لیتے تھے۔ اس دربار میں تو سوا لاکھ صحابہؓ دم بخود
اور لرزہ براندام رہا کرتے تھے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ
كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى ہ

ارشادِ خیرالوریٰ کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے کا حکم

فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ
ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا
تَسْلِيمًا ہ (پ۵ ع ۶) — "پس قسم ہے تیرے پروردگار کی۔
(یعنی مجھے میرے رب ہونے کی قسم)، یہ لوگ ایمان دار نہ
ہوں گے۔ جب تک اپنے جھگڑے تجھ سے فیصل نہ کرائیں
پھر تیرے فیصلے سے اپنے دلوں میں تنگی نہ پائیں — اور

پورے طور پر تسلیم کر لیں۔ (ہزار جان سے مان لیں)"
مطلب واضح ہے۔ کہ رحمتِ عالم ؐ کی سنت اور حدیث کے مطابق ہر مسلمان کو اپنا دین، ایمان، اعتقاد اور عمل بخوشی خاطر بنانا چاہیئے، اور اپنے عقائد و اعمال کے اختلاف و نزاع اور ہر طرح کے تنازعوں میں اللہ کے رسول کی حدیث، اور سنت کو حکم اور منصف مان کر سر جھکا دینا چاہیئے۔
جو مسلمان ارشاد حضرت ختمی مرتبت ؐ کے مقابلہ میں ماں، باپ، بھائی، برادری کنبہ، قبیلہ، حاکم، افسر، کی بات پر عمل کرے گا۔ وہ بہ نص لَا یُؤْمِنُوْنَ ایمان دار نہیں ہوگا۔ مسلمان نہ۔

رسول اللہ ؐ سے مت پھرو

یَاۤ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ۝ (پ۹ ع۱۷) — "اے ایمان والو۔ فرماں برداری کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور مت پھرو اُس سے (یعنی رسول سے) اور تم سنتے ہو۔"

ارشاد ہوتا ہے۔ کہ اللہ کے رسول سے مت پھرو۔ رسول ؐ جو تم کو حکم دے۔ ارشاد فرمائے۔ تمہارے پاس اس کی جو حدیث اور سنت پہنچے اس سے پھرنا نہیں۔ بلکہ سر آنکھوں پر رکھنا۔ اور اس پر عمل کرنا ہے۔ وَ اَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ۔ اور تم سنتے ہو (کہ اللہ تمہیں حکم دے رہا ہے) کہ میرے رسول کی کسی بات سے اعراض نہ کرنا — غور کریں کہ اس سے سنت اور حدیث پر عمل کرنے کی کتنی زبردست تاکید پائی جا رہی ہے۔

سرورِ رسولاں ؐ سے منہ پھیرنا کفار کی شان سے

قُلْ اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ ۚ فَاِنْ

تَوَلَّوْا فَإِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (پ ۳ ع ۱۲)

"کہہ! فرماں برداری کرو اللہ کی اور رسول کی، پس اگر پھر جائیں۔ (اطاعتِ رسول سے) پس اللہ نہیں دوست رکھتا کافروں کو"

اس آیت میں اطاعتِ رسول سے انحراف کرنے والے کیلئے سخت وعید آئی ہے کہ ترکِ اطاعت کو کفر سے تعبیر کیا گیا ہے۔ معلوم ہوا۔ کہ سرورِ رسولاں سے منہ پھیرنا کفار کی شان ہے۔ مسلمان کی نہیں۔

رسالت کا کلمہ پڑھنے والوں ۔ حضورؐ کی نبوّت پر ایمان لانے والوں کو چاہیئے۔ کہ وہ خواجہ گیہاں، حضرت سرورِ رسولاں صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر جان چھڑکیں، اور اس سے اعراض یا ترک پر لرزیں۔

اطاعتِ رسول ورسنتوں سے محروم لوگوں کا حشر

وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ۝ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ۝ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِيْ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ۝ (پ ۱۹ ع ۱) ۔ "اور جس دن ظالم اپنے دونوں ہاتھ کاٹ کاٹ کر کھائے۔ کہے گا اے کاش! کہ پکڑتا میں ساتھ رسول کے راستہ۔ اے وائے ہے مجھ کو۔ کاش! کہ نہ پکڑتا میں فلاں کو دوست، البتہ گمراہ کیا مجھ کو۔ (اس دوست نے) قرآن سے پیچھے اس کے کہ آیا میرے پاس اور ہے شیطان آدمی کو ہلاکت میں سونپنے والا۔"

نوٹ:۔ جس شخص نے دنیا میں راہ رسول اختیار نہیں کی۔ حدیث

اور سنت کو اپنا مسلک نہیں بنایا۔ اتباعِ رسولؐ اور اطاعتِ مُصطفےٰ سے جی چرایا۔ وہ قیامت کے روز مارے حسرت کے اپنے ہاتھ کاٹے گا۔ چیخے گا۔ چلائے گا۔ روئے گا۔ ہائے وائے پکارے گا۔ واویلا کریگا۔ کہے گا۔ آہ ! — میں نے دنیا میں راہِ رسُول کیوں نہ پکڑی۔ سنت کے مطابق کیوں عمل نہ کئے۔ سبیلِ رسُول پر کیوں گامزن نہ ہُوا۔ آہ میری بدبختی۔ وائے ہے مجھ کو۔ ستیاناس ہو میرا۔ میں نے فلاں کو کیوں دوست بنایا۔ اس دوست نے جو سنت سے بے خبر، اور راہِ رسول سے ناآشنا تھا — مجھ کو ذکر یعنی قرآن سے گمراہ کیا۔ اللہ کی کتاب سے ہٹا کر دور لے گیا، اس نے مجھے شرک اور بدعت کی گمراہ کن راہوں پر چلایا۔ جس کا پھل آج میدانِ محشر میں مجھے مل گیا۔ کہ سامنے دوزخ کے بھڑکتے ہوئے شعلے دکھائی دے رہے ہیں۔ جہنم گرج رہا ہے۔ فرشتے آگ کی بیڑیاں لئے مجھے پہنانے آ رہے ہیں۔ ہائے — وہ پکڑ لیا مجھے داروغہ جہنم نے۔ ہاتھوں میں زنجیر، اور پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر لے چلے مجھے — ہائے لے چلے مجھے — لے چلے مجھے دوزخ میں۔ کوئی نبی۔ ولی۔ بزرگ۔ شہید۔ دوست۔ ساتھی۔ سنگی۔ یار۔ بیلی۔ پیر۔ مرشد۔ ملنگ۔ گرُو نہیں ہے۔ جو آج مجھے بچا لے۔ چھڑا لے۔ کوئی نہیں — کوئی نہیں۔ کیونکہ عمل پلّے نہیں!

مسلمان بھائیو! سوچ سمجھ لو۔ غور کر لو۔ زندگی کا دم غنیمت جانو۔ اور اپنے پیارے رسول حضرت مُحمّد صلے اللہ علیہ وسلم کا دامن تھام لو۔ آپ کی اطاعت اور فرماں برداری کر لو۔ راہِ رسولؐ پر گامزن ہو جاؤ۔ زندگی سنت کے نور میں گزار لو۔ تاکہ موت پیامِ وصل ثابت ہو۔ اور جنازے پر رحمتوں کی برکھا برسے۔ ○

خود آگہاں کہ ازیں خاکداں بروں جستند
طلسم مہر و سپہر و ستارہ بشکستند

موت آئے گی!! جنازہ اُٹھے گا!!

اِس سے پہلے تعمیرِ حیات کر لیں!

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ کَانَتْ لَھُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًاo خٰلِدِیْنَ فِیْھَا لَا یَبْغُوْنَ عَنْھَا حِوَلًاo (پ۱۶ ع ۳)

"بے شک جو لوگ ایمان لائے۔ اور کام کئے نیک، ان کی مہمانی کے لئے فردوس کے باغ ہوں گے۔ اُن میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ نہیں چاہیں گے وہاں سے بدلنا"

مُلاحَظہ:۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے آخرت میں جنت کا وعدہ ان لوگوں کو دیا ہے۔ جو دنیا میں اللہ تعالیٰ کو عقیدہٗ توحید کے ساتھ مان کر زندگی بھر نیک کام کریں گے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ۔ کو سوچ سمجھ کر اور جان بوجھ کر پڑھنے کے بعد کلمہ کی ذمہ داریوں کو پورا کریں گے۔ سنت نبویؐ کے مطابق اللہ کی خالص عبادت کریں گے۔ پانچوں نمازیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نماز کے نمونہ کے مطابق پڑھیں گے۔ رمضان کے روزے رکھیں گے۔ زکوٰۃ دینگے اور بشرطِ استطاعت حج بیت اللہ کا کریں گے، اپنے اخلاق سنواریں گے۔ حقوق العباد پورے کریں گے۔ سچ بولیں گے۔ رزق حلال کھائیں گے ہاتھوں، پاؤں، آنکھوں، کانوں اور زبان پر خوفِ خدا کا پہرہ بٹھائینگے۔

مسافر بھائیو! ۔ راہی بہنو! ۔ نرمی ۔ بردباری ۔ صبر ۔ تحمل ۔ توکل ۔ عفو ۔ شکر گزاری ۔ افشائے سلام ۔ مہمان نوازی ۔ بیوی سے حسنِ سلوک ۔ خاوند کی اطاعت ۔ ہمسایوں سے نیک سلوک ۔ ہدیہ تحفہ دینا ۔ بڑوں کا ادب ۔ چھوٹوں پر رحم ۔ نوکروں سے اچھا سلوک ۔ شرم و حیا ۔ والدین کی اطاعت ۔ اولاد کی تربیت ۔ بیمار پرسی ۔ تواضع ۔ احترامِ مسلم ۔ خندہ پیشانی سے ملنا ۔ اللہ کے لئے محبت ۔ اور اللہ کے لئے ناراض ہونا ۔ قرابت کے حقوق کو نگاہ رکھنا ۔ ہر مسلمان کی خیرخواہی کرنا ۔ معاملہ داری میں کھرا ہونا ۔ ہاتھوں اور زبان سے کسی کو ایذا نہ دینا ۔ پردہ پوشی کرنا ۔ خوش اخلاقی، اور خوش کلامی کو اپنانا ۔ کھانا کھلانا، اور نیکوں کی دعوت قبول کرنا ۔ خود داری ۔ غیرت ۔ ہمیّت ۔ خلق سے استغناء ۔ سوال سے بچنا ۔ ملنساری ۔ خوش گفتاری ۔ محبت ۔ اخوت ۔ مروت ۔ خیرات ۔ سخاوت ۔ احسان کرنا ۔ اور انسان کے کام آنا ۔ اپنا معمول بنا لیں ۔ زندگی کے باغ میں ان صفات کی شجرکاری کریں ۔ کہ اس کے سایہ میں بیٹھنے کی فرشتے آرزو کریں ۔

اور خبردار ۔ جھوٹ ۔ جھوٹی گواہی ۔ دھوکا ۔ فریب ۔ بدزبانی ۔ تکفیر ۔ غیبت ۔ بہتان ۔ ہتک عزت ۔ بدخلقی ۔ بدظنی ۔ تجسس ۔ تحسس ۔ رشوت ۔ خیانت ۔ ظلم ۔ تکبر ۔ غرور ۔ حسد ۔ بغض ۔ کینہ ۔ غصہ ۔ ریاکاری ۔ بخل ۔ بدعہدی ۔ زبان درازی ۔ گالی گلوچ ۔ سبّ و شتم ۔ اور دل آزاریِ خلق سے کوسوں دور رہیں ۔ اِن رذائل کی روئیدگی کو چمنستانِ حیات

سے اکھاڑ پھینکیں۔ کہ شجرۃ الایمان کی جڑوں کے لئے کوڑھ ہے۔

الحاصل آج ہی اپنی اصلاح کریں۔ فضائل سے دامنِ ایمان بھر لیں۔ اور رذائل کے کوڑا کرکٹ سے سینے کو صاف کریں۔ اللہ کی مرضی کے مطابق پاک صاف اور ستھری زندگی گزاریں۔

آج سے کوئی نماز ترک نہ کریں۔ ماہِ رمضان آئے تو محبت سے سینے سے لگائیں، کوئی روزہ نہ چھوٹے۔ مال کی زکوٰۃ دے کر قبر میں روشنی کا سامان مہیا کریں۔ کہ ترکِ زکوٰۃ سے دوزخ کی آگ بھڑکتی ہے — کہ استطاعت ہے تو پہلی فرصت میں فریضۂ حج سے سبکدوش ہوں۔ کہ مشکوٰۃ شریف میں حضور انورؐ نے فرمایا ہے۔ کہ صاحبِ استطاعت کا بغیر حج کئے مرنا یہودی یا عیسائی ہو کر مرنا ہے۔ ؏

نقش و نگارِ دَیر میں خونِ جگر نہ کر تلف

مرو تو مسلمان مرو!

ارشادِ خداوندی ہوتا ہے:۔

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقَاتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ (پ۴ ع۲)

"اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو۔ جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے۔ اور سوائے اسلام کے کسی اور حالت پر نہ مرنا۔"

مطلب یہ ہے۔ کہ جب تمہیں موت آئے۔ تو اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرماں برداری میں آئے۔ موت تم کو مسلمان پائے۔ چونکہ موت کے آنے کا کسی کو علم نہیں۔ کہ کس سال۔ کس مہینے۔ کس دن۔ کس

گھڑی۔ کس لمحہ آئے گی۔ اس لیے ضروری ہے۔ کہ دن یا رات کی ہر گھڑی۔ اور ہر لمحہ ہم حالت اسلام پر ہوں۔ اللہ کے حکم بردار ہوں کسی لمحہ بھی ہم قرآن اور حدیث کا خلاف نہ کر رہے ہوں تاکہ موت جس گھڑی بھی آئے۔ ہم کو نیکی۔ بھلائی — اور اچھائی کی حالت پر پائے۔ اسلام کے مطابق کام کرتے ہوئے پائے۔ ایسی موت اللہ تعالیٰ کی خوشی کا پیغام ہے۔ خاتمہ بالخیر کی علامت ہے۔ اس جنازے پر اللہ کی رحمتوں — اور بخششوں کی بارش ہوگی۔ جنازہ اٹھے گا تو ایسا! ؎

فضا تری مہ و پروین سے ہے ذرا آگے!
قدم اٹھا یہ مقام آسماں سے دور نہیں

شرک اور بدعت سے بال بال بچیں

یہ آگ عمل کے لہلہاتے بوستاں کو راکھ سیاہ بنادیتی ہے

— ربِّ عرشِ عظیم نے ارشاد فرمایا —

اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ط (پ۶ ع) — " اس میں شک نہیں کہ جو کوئی اللہ کے ساتھ (کسی کو بھی) شریک ٹھہرائے۔ تو اللہ کی طرف سے اس پر ضرور بہشت حرام ہو چکی۔ اور اس کا ٹھکانا آگ ہے "

مزید ارشاد ہوتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ

ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ۝ (پ۵ ع ۱۵) "اللہ تعالیٰ یقیناً نہیں بخشے گا۔ یہ بات کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے۔ اور اس (شرک) کے سوا جتنے گناہ ہیں۔ جس کے لئے چاہے گا معاف کر دے گا۔ اور جو شخص اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتا ہے۔ وہ بڑی دور کی گمراہی میں جا پڑا"

ملاحظہ:۔ ان آیتوں سے ثابت ہوا۔ کہ شرک وہ گناہ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ ہرگز ہرگز نہ بخشے گا۔ اور شرک کے علاوہ جتنے بھی گناہ ہیں۔ جس کے لئے چاہے بخش دے گا۔

معلوم ہوا۔ کہ مشرک کی بخشش اور نجات ہوگی ہی نہیں۔ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ میں رہے گا۔ کبھی نکالا نہ جائے گا۔ کوئی وقت ایسا آئے گا ہی نہیں۔ کہ اس کو معافی مل جائے۔

شرک سے تمام اعمال مٹ جاتے ہیں

شرک اتنا بڑا جرم ہے۔ اتنا کبیرہ گناہ ہے۔ کہ اسکے ارتکاب سے ساری عمر کی نمازیں۔ روزے۔ حج۔ زکوٰۃ۔ صدقات۔ خیرات جہاد۔ تہجد۔ اشراق۔ برسوں کی شب خیزیاں، اور سالوں کے اوراد و وظائف باطل ہو جاتے ہیں۔ مٹ جاتے ہیں ــــ قرآن مجید کے ساتویں سپارے۔ سولہویں رکوع میں اللہ نے اٹھارہ پیغمبروں کے نام گنائے ہیں۔ جو یہ ہیں:۔

حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام۔ حضرت اسحاقؑ علیہ السلام۔ حضرت

یعقوب[۳] علیہ السلام - حضرت نوح[۴] علیہ السلام - حضرت داؤد[۵] علیہ السلام - حضرت سلیمان[۶] علیہ السلام - حضرت ایوب[۷] علیہ السلام حضرت یوسف[۸] علیہ السلام - حضرت موسیٰ[۹] علیہ السلام - حضرت ہارون[۱۰] علیہ السلام - حضرت زکریا[۱۱] علیہ السلام - حضرت یحییٰ[۱۲] علیہ السلام - حضرت عیسےٰ[۱۳] علیہ السلام - حضرت الیاس[۱۴] علیہ السلام حضرت اسماعیل[۱۵] علیہ السلام - حضرت الیسع[۱۶] علیہ السلام - حضرت یونس[۱۷] علیہ السلام - حضرت لوط[۱۸] علیہ السلام -

آگے فرمایا - وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

"اور پسند کیا اِن (سب پیغمبروں) کو ہم نے، اور ہدایت کی ان کو ہم نے سیدھی راہ کی طرف" — یعنی ہم نے اپنے فضل سے ان کو پیغمبر چنا - اور صراطِ مستقیم کی طرف ہم نے ان کو چلایا نیک اعمال اور تبلیغ کی بے پناہ توفیق ہم نے دی -

آگے ارشاد ہوتا ہے :-

وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ٥

" اور اگر (یہ اٹھارہ پیغمبر) شریک کرتے (کسی کو اللہ کے ساتھ - ذات میں - صفات میں - یا عبادات میں) تو جو کچھ انہوں نے عمل کئے - سب (کے سب) ان سے اکارت ہو جاتے -

مطلب یہ ہے - کہ اگر یہ پیغمبر بالفرض شرک کر بیٹھتے - تو ان کی ساری عمر کے تمام اعمال ضائع ہو جاتے - ان کے نامۂ عمل میں کچھ نہ رہتا - غور کیا آپ نے - کہ شرک کتنا بڑا جرم ہے - اور یہ اللہ کو

کس قدر غضبناک کر دیتا ہے۔ کہ اللہ شرک کرنے والے کے تمام اعمال برباد کر دیتا ہے۔ اور اُسے ابدی جہنمی بنا دیتا ہے۔

حضورِ پُرنور جناب رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ و سلم نے حدیث شریف میں فرمایا ہے :-

لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّ إِنْ قُتِلْتَ أَوْ حُرِّقْتَ (مشکوٰۃ)

"(اے معاذ!) اللہ کے ساتھ (اس کی ذات میں، صفات میں، اور عبادات میں) کسی کو شریک نہ کرنا۔ اگرچہ تو مارا جائے۔ یا جلا دیا جائے۔"

حضورؐ نے معاذ رضؓ کو خطاب کر کے اپنی تمام امت کو درسِ توحید دیا۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی غیر اللہ کو شریک نہ ٹھیرانا۔ اگرچہ تمہارا قیمہ کر دیا جائے۔ یا تمہیں آگ میں جلا کر راکھ بنا دیا جائے۔

شرک کے بغیر دنیا بھر کے گناہ معاف ہو سکتے ہیں

حدیث قُدسی میں حضرت ختم نبیاں صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کا حکم بیان کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ نے فرمایا :-

"اے ابن آدم! اگر تو دنیا بھر کے گناہ لے کر مجھ سے ملے در حالیکہ تو نے شریک نہ جانا ہو کسی کو میرا لَأَتَيْتُكَ بِقُرَابِهَا مَغْفِرَةً — تو ضرور میں تیرے پاس آؤں دنیا بھر کی بخشش لے کر۔" (ترمذی شریف)

یعنی اگر اتنے گناہ ہوں جن سے دنیا بھر جائے۔ یہ دنیا بھر گناہ لے کر اگر بندہ اللہ سے ملاقات کرے۔ اور ان گناہوں میں شرک

نہ ہو۔ تو اللہ دنیا بھر مغفرت اور بخشش لے کر بندے کے پاس آئے گا۔ یعنی سب گناہ بخش دے گا۔ اور اگر شرک ہوا۔ تو ہرگز بخشش اور نجات نہ ہو گی۔

پروازِ رُوح سے قبل

مسلمان بھائیو اور بہنو! زندگی اور صحت کو غنیمت جانو۔ اور پروازِ رُوح سے قبل نیک اعمال کر لو۔ جو سنتِ خیرالوریٰ کے مطابق ہوں، اور ساتھ ہی شرک کے کاموں سے بال بال بچو۔ کہ اس جرم اور گناہ کے سبب ایک تو کوئی نیک عمل، نامۂ عمل میں لکھا ہی نہیں جاتا۔ اور پسِ مرگ آدمی جہنم میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے جھونک دیا جائے گا۔

عقائد اور اعمال کی اِصلاح

پھر آپ اللہ تعالیٰ کی ذات میں کسی کو شریک نہ کریں۔ اس طرح کہ کسی کو اللہ کا حصّہ یا جزء قرار دیں۔ جیسے عیسائیوں نے حضرت عیسےٰ علیہ السّلام کو اللہ کا بیٹا کہا۔ اور یہُودیوں نے حضرت عزیر علیہ السلام کو۔ اور بعض کلمہ گو مسلمانوں نے حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ و سلم کو اللہ کے نور سے جدا شدہ کہا۔ نُورٌ مِّنْ نُوْرِ اللّٰہِ۔

ایمان لائیں۔ کہ صرف اللہ ہی غیب جانتا ہے۔ وہی حاضر ناظر ہے۔

وہی حاجت روا اور مشکل کشا ہے۔

وہی دافِع بلا و وبا و قحط و مرض و اَلم ہے۔

وہی نافع اور ضار ہے۔ وہی متصرف الامور ہے۔

وہی غموں۔ پریشانیوں۔ کربوں۔ بے چینیوں کو دور کرنے والا

اور بے بس کا آسرا ہے!۔ نذر نیاز۔ منت۔ عبادات ہیں۔ اس لئے ان کا وہی حقدار ہے۔ کوئی دوسرا نہیں۔

قیام۔ رکوع۔ سجدہ۔ اعتکاف اور طواف، یہ عبادتیں بھی صرف اس پاک ذات کے لئے خاص ہیں۔

اس کا علم سب کو محیط ہے۔ ایک ذرہ بھی اس کے کلی علم سے باہر نہیں! زمین کی پاتال سے لے کر فلک الافلاک تک جو کچھ ہے۔ سب وہ جانتا ہے!

شبِ تار میں سیاہ چیونٹی کو سیاہ پتھر پر چلتے دیکھنا، اور اس کے چلنے کی آہٹ سنتا ہے۔

دلوں کے بھید، اور سینے کے خطرات سے واقف ہے۔

جتنا علم چاہے مخلوق کو دیتا۔ اور غیب کی جتنی باتیں چاہے رسولوں کو بتاتا ہے۔

اس پاک ذات کا کوئی ہمسر۔ شریک۔ ضد اور شبیہہ نہیں۔

عبادت کے استحقاق اور مخلوق کی تدبیر میں کوئی اس کے ساتھ مشیر۔ معاون اور ساجھا نہیں۔

وہ کسی غیر میں حلول نہیں کرتا۔ بھیس نہیں بدلتا۔ انسانی جامہ میں نہیں آتا۔

کوئی شے اور اسباب مؤثر بالذات نہیں!

اس کے حکم کے بغیر کوئی مصیبت نہیں آتی۔ اور آئی ہوئی مصیبت اور بلا کو اس کے سوا کوئی دور نہیں کر سکتا۔

رزق براہِ راست سب کو آپ دیتا ہے۔ رزق تقسیم کرنے

پر کوئی مختار نہیں۔

تمام مخلوق اللہ کے حکم کے آگے مجبور ہے۔ کوئی اس کے آگے دم نہیں مار سکتا۔

اس کے ارادے۔ مرضی اور منشار میں کوئی دخیل نہیں۔

سوائے اس پاک ذات کے نہ کوئی کسی کے لیکھ میں میکھ مارنے والا ہے۔ اور نہ کسی کی بگڑی بنانے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ ازلی اور ابدی ہے۔ نہ اس کی ابتدا ہے۔ نہ انتہا ہے۔ یہ جہان فانی اس کی صنعت اور ایجاد ہے، اس نے نیست سے ہست فرمایا۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس نے اپنے سچے رسول حضرت محمدّ صلے اللہ علیہ و سلم پر نازل فرمایا

معاد ۔ آخرت برحق ہے۔ سب انسان دوبارہ زندہ کئے جائیں گے۔ اور ان کا حساب ہوگا۔ آخرت میں جزا کا ملنا۔ پُل صراط سے گزرنا۔ نامۂ اعمال ملنا۔ اعمال کا تُلنا۔ قبر میں نکیرین کے سوال۔ جنت۔ دوزخ برحق ہیں۔ ان چیزوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔

انبیار کا انسانوں کی طرف مبعوث ہونا۔ اور ان سے معجزوں کا صادر ہونا برحق ہے۔

اولیار اللہ سے کرامات کا ظہور بھی حق ہے۔ لیکن کرامت، ولایت کے لئے شرط نہیں۔ سب سے بڑی کرامت یہ ہے۔ کہ ولی اللہ کو کتاب و سنت سے شیفتگی، اور اس پر عمل کی

ہمیشگی حاصل ہو۔ ہاں! اللہ چاہے۔ تو کبھی کبھار اپنے نیک بندوں سے خرق عادت کا ظہور بھی کرا دیتا ہے۔ یہی کرامت یعنی بزرگی ہے۔ لیکن نہ معجزہ نبی کے بس کی چیز ہے۔ کہ جب چاہے ظاہر کرے۔ اور نہ کرامت بزرگ کے اختیار میں ہوتی ہے۔ دونوں من جانب اللہ ہیں۔ اللہ چاہے تو ظہور ہو۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو ماں باپ، اولاد، اور تمام جہان کے لوگوں سے زیادہ محبوب اور پیارا رکھنا چاہیئے۔ اس طرح کہ حضورؐ کے ارشاد۔ قول۔ فعل۔ اور سنت کے مقابلہ میں کسی کے قول، فعل، کی پروا نہ کرے۔ آپ کے ارشاد پاک کے آگے ہر کسی کی بات گرد راہ ہو کر رہ جائے۔

اللہ تعالیٰ کو عبادت (خالص عبادت) کے لائق جانیں، رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اطاعت (غیر مشروط) کے لائق سمجھیں اور اولیاء اللہ، اور بزرگانِ دین کا ادب و احترام کریں۔

یہ جنبشِ مژگاں بھی بار ہے

یاد رکھیں۔ کہ توحید یعنی اللہ تعالیٰ کو اس کی ذات، صفات، اور عبادات میں اکیلا جاننا نجات و فلاح کے لئے از بس ضروری ہے۔ دین اور دنیا دونوں جہان کی کامرانی کا باعث ہے۔ درحقیقت ایمان کی تکمیل توحید ہی سے ہوتی ہے۔ جب کوئی توحید کا لبریز جام نوش جان کر لیتا ہے۔ تو پھر وہ سوائے اللہ کے کسی سے نہیں ڈرتا۔ اور نہ کسی پر بھروسا اور تکیہ کرتا ہے۔ نہ کسی سے خیر کا

امیدوار ہوتا اور نہ کسی کے شر اور نقصان سے خوف کھاتا ہے۔
اس کی آنکھیں ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف لگی رہتی ہیں۔ وہ
ایک لمحہ کے لیے بھی اس پاک ذات سے صرفِ نظر نہیں کرتا۔کسی
نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

نظارہ کو یہ جنبشِ مژگاں بھی بار ہے
نرگس کی آنکھ سے تجھے دیکھا کرے کوئی

اور یہ بات موحد کے لئے کتنی ایمان افروز ہے۔ ؎

دائم پڑا ہوا تیرے در پر نہیں ہوں میں
خاک ایسی زندگی پہ کہ پتھر نہیں ہوں میں

مومن موحد کو اللہ کے مقام پر کوئی نظر آتا نہیں، وہ تیغِ لَا
سے سب کے سر قلم کر چکا ہوتا ہے۔ مولانا جامیؒ نے مسئلہ توحید
خوب سمجھایا ہے۔ فرماتے ہیں۔ ؎

با یار بگلزار شدم رہ گزری
بر گل نظر فگندم از بے خبری!
دلدار بطعنہ گفت شرمت بادا!
رخسارِ من اینجا است تو در گل نگری

ترجمہ:۔" میں باغ میں دوست (اللہ جل جلالہ) کے ساتھ
گیا۔ تو بھول کر میری نظر ایک پھول پر جا پڑی، اس
پر دوست نے بڑی خفگی کے لہجہ میں فرمایا۔ جامی! تجھے
شرم نہیں آتی۔ کہ میرا رخسار تیرے سامنے ہے۔
اور تو پھول کو دیکھتا ہے "

سچ فرمایا اللہ نے ـــ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ۔ کیا اللہ اپنے بندے کے لئے کافی نہیں ہے؟ اس سوال کا جواب اگر یہی ہے۔ کہ اللہ ہر حال میں بندے کے لئے کافی ہے۔ تو پھر اللہ کو مان کر در در کی خاک چھانتے پھرنا ـــ اللہ کو کیا ماننا ہے ـــ؟

حضرت انور صلے اللہ علیہ وسلم نے ابن عباسؓ سے فرمایا۔ اور امت کو توحید کا چھلکتا جام یوں پلایا:۔

"اے لڑکے تو اللہ کو نگاہ رکھ۔ وہ نگاہ رکھے گا تجھ کو۔ اگر تو اس کو نگاہ رکھے گا، تو اُسے اپنے سامنے پائے گا اور جب تو کچھ مانگے۔ تو اللہ ہی سے مانگ۔ اور مدد چاہے تو اللہ ہی سے چاہ۔ اور یقین کرلے۔ کہ اگر سب خلق (کل فرشتے، جن، انسان) مل کر تجھے نفع یا نقصان پہنچانا چاہیں۔ تو ہرگز نفع پہنچا سکتے ہیں۔ نہ نقصان۔ مگر جو اللہ نے تیرے لئے مقدر کیا ہے۔ وہ پہنچ کر رہے گا۔ قلم اٹھ گئے۔ اور کاغذ خشک ہو چکے" (مشکوٰۃ شریف)

سرورِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث شریف سے دو باتیں معلوم ہوئیں۔ ایک یہ کہ قضا و قدر پر ضرور ایمان لانا چاہیئے۔ اس طرح کہ کسی کام کے بارے میں جان توڑ کوشش اور جد و جہد کے بعد جو نتیجہ نکلے۔ اس پر راضی ہو جائے، اور صبر کرے لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ـــ کے قرآنی ارشاد میں یہی حکم ہو رہا ہے۔ کہ انسان کو اس کی سعی، اور دوڑ دھوپ کا پھل

ہی ملتا ہے۔

دوسری بات حدیث مذکورہ سے یہ معلوم ہوئی۔ کہ انسان کسی صورت اور کسی حال میں اللہ کا دروازہ نہ چھوڑے۔ اس پر ہموم و غموم، مصائب و بلیات۔ فقر و فاقہ۔ امراض و آلام۔ دکھوں دردوں اور کربوں کے بے پناہ پہاڑ کیوں نہ آگریں۔ وہ درِ جاناں کی ناصیہ فرسائی میں ایسا وارفتہ ہو جائے۔ کہ تہیّہ کر لے۔ کہ جیئے گا تو اسی دَر پر، اور مرے گا تو اُسی دہلیز پر۔ ؎

وہ تیری زلف کی شب ہو کہ تیرے رخ کی سحر
ہر ایک جلوہ ہے میری نظر میں خلدِ نظر

بدعت سے بھی حذر لازم ہے

شرک سے بچنے کے ساتھ بدعت سے بھی حذر لازم ہے۔ کہ شرک اللہ سے مقابلہ ہے۔ اور بدعت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سامنا ہے۔ آپ جانتے ہیں۔ کہ حکومت ٹکسال سے سکے ڈھالتی اور ملک میں رائج کرتی ہے۔ اگر کوئی رعایا سے مصنوعی سکہ ڈھالے اور اسے سرکاری سکوں میں ملا کر رواج دے۔ تو وہ سخت مجرم ہے۔ اس کی سزا عمر بھر قید یا کالا پانی ہے۔ صرف سکہ بنانے پر اتنی سخت سزا کیوں ہے؟ ۔۔ اس لئے کہ اس نے حکومت کا مقابلہ کیا ہے۔ یہ بغاوت ہے۔ اسی طرح بدعت کو سمجھیں کہ ایک طرف تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اللہ کے حکم سے سکے ڈھالتے ہیں۔ دین کے اندر مسائل جاری کرتے ہیں۔ اور دوسری طرف امتی بھی

مسائل گھڑ کر شرعی مسائل میں شامل کر کے رواج دیتا ہے۔ رحمتِ عالمؐ بھی مسئلے جاری کریں۔ اور امتی بھی مسئلے بنا کر جاری کرے تو ایسے امتی کی کیا سزا ہے؟ حضور انورؐ کی زبان سے سنئے:۔

اہلِ بدعت آبِ کوثر سے محروم

قیامت کے روز رحمتِ عالمؐ حوض کوثر سے اپنی امت کے نیک بندوں کو آبِ کوثر کے جام بھر بھر کر پلائیں گے۔ اس دوران آپ کی امت کے کچھ لوگ آئیں گے۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔ يُحَالُ بَيْنِيْ وَ بَيْنَهُمْ۔ وہ میرے پاس آنے سے روک دیے جائیں گے۔ میں اللہ سے کہوں گا یہ میری امت کے لوگ ہیں۔ (انہیں کیوں روک دیا گیا ہے)۔ اللہ جواب دے گا۔ اِنَّكَ لَا تَدْرِيْ مَا اَحْدَثُوْا بَعْدَكَ ــ میرے رسولؐ! تم نہیں جانتے۔ کہ انہوں نے تیرے بعد کیا کیا بدعتیں نکالیں۔ نئے نئے مسئلے گھڑ کر دین میں جاری کئے ــ اِنَّهُمْ غَيَّرُوْا دِيْنَكَ ــ انہوں نے تیرے دین کی شکل بگاڑ دی تھی۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔ پھر میں کہوں گا۔ سُحْقًا سُحْقًا لِمَنْ غَيَّرَ ــ میرے دین میں بدعتیں۔ گھریلو مسائل جاری کرنے والو ــ دُور ہو جاؤ ــ دور ہو جاؤ۔

(صحیح مسلم)

یہ سزا ملے گی بدعتیوں کو قیامت کے روز ــ کہ وہ شفاعت پیغمبرؐ سے محروم رہیں گے۔ ان پر اللہ کا غضب اور رسولِ پاکؐ کی ناراضگی اور پھٹکار آئے گی۔

اب امتیوں کے بنائے ہوئے مسئلوں یعنی بدعتوں سے متعلق حضورؐ کا ارشاد سنئے۔ فرماتے ہیں:۔

كُلُّ مُحْدَثَةٍ بِدْعَةٌ وَكُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِى النَّارِ۔ (مشکوٰۃ)۔" ہر نیا کام (دین میں جاری کرنا۔مسئلہ بنانا) بدعت ہے۔ (شریعت سازی ہے) اور ہر بدعت گمراہی ہے۔اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے "

مَنْ اَحْدَثَ فِىْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ ط

(بخاری شریف)" حضورؐ نے فرمایا۔ جس شخص نے ہمارے، دین کے اندر کوئی نیا طریقہ۔ نیا کام۔ نیا مسئلہ نکالا۔جس کا ہم نے کوئی حکم نہ دیا ہو۔ پس وہ نیا کام (مسئلہ بدعت) مردود ہے "

یعنی بدعت۔ نیا مسئلہ دین میں جاری کیا ہوا مردود ہے' اسے ٹھکرا دینا چاہیئے۔

بدعتی کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا

پھر جو شخص کسی بدعت پر عمل کرتا ہے۔ اللہ اس پر اس قدر ناراض ہو جاتا ہے۔ کہ اس کا کوئی عمل ہی قبول نہیں کرتا۔ حضورؐ فرماتے ہیں:۔

لَا يَقْبَلُ اللّٰهُ لِصَاحِبِ بِدْعَةٍ صَوْمًا وَّ لَا صَلٰوةً وَّ لَا صَدَقَةً وَّ لَا حَجًّا وَّ لَا عُمْرَةً وَّ لَا جِهَادًا وَّ يَخْرُجُ مِنَ الْاِسْلَامِ كَمَا تَخْرُجُ الشَّعْرَةُ مِنَ الْعَجِيْنِ ط (ابن ماجہ)

" اللہ تعالیٰ بدعتی شخص کا نہ روزہ قبول کرتا ہے۔ نہ نماز اور نہ زکوٰۃ و خیرات، اور نہ حج اور نہ عمرہ، اور نہ جہاد۔ اور بدعتی (دائرہ) اسلام سے اس طرح نکل

جاتا ہے۔ جس طرح گوندھے ہوئے آٹے سے بال نکل جاتا ہے"
یہ سزا ہے ان لوگوں کی جو بدعتوں پر عمل کرتے ہیں۔ امتیوں کے بنائے ہوئے مسائل پر چلتے ہیں۔ کہ ان کا کوئی عمل ہی اللہ قبول نہیں کرتا۔ پھر ہر مسلمان بھائی کی خدمت میں ہماری دردِ دل سے درخواست ہے۔ کہ وہ صرف مسنون اعمال کو ہی اپنائیں۔ سنت کے مطابق۔ حدیث کی سند سے دین کے کام کریں۔ جس مسئلہ پر مُہر محمدیؐ نہ ہو۔ جو کام حضور پرنور ؐ نے نہ فرمایا ہو۔ یا نہ خود کیا ہو آپ بھی وہ کام ہرگز نہ کریں۔ بدعت کہتے ہی اس کام کو ہیں۔ جو امت کے لوگوں نے اپنی طرف سے گھڑ کر ثواب کا وعدہ دے کر دین میں جاری کر دیا ہو۔ آپ اس سے بال بال بچیں۔
کتاب کے اصل موضوع سے پہلے ہم نے توحید کی اہمیت اور بدعت سے بچنے پر اس لئے زور دیا ہے۔ کہ دمِ واپسیں سے پہلے ہم اللہ کی مرضی کے مطابق خالص عملوں کا ذخیرہ کرلیں۔ اور جو باتیں عملوں کو ضائع اور برباد کردینے والی ہیں۔ ان سے بچ جائیں۔ کتاب و سنت کے مطابق زندگی کی تعمیر ہو جائے۔ یہ سنور جائے۔ اور پھر اللہ کے نزدیک موت باعزت ہو۔ اور جنازہ رحمت کے دوش پر اٹھے۔ ؏

جو سچ پوچھو مبارک موت ہے شب زندہ داروں کی
جنازہ پیچھے پیچھے، آگے آگے شمعِ عرفاں ہے

مر کے بھی چین نہ پایا تو ـــ

اس دنیائے بے ثبات کے اندر انسان بے شمار قسم کے غموں

دردوں - دکھوں - اور پریشانیوں میں گھرا ہُوا ہے - لڑائی جھگڑے ہیں - بیماریاں ہیں - موتیں ہیں - صدمے ہیں - لاچاریوں - بے قراریوں - مجبوریوں مایوسیوں - حادثوں - اور ناخوشگوار واقعات کے شکنجے میں کسا ہُوا انسان کراہ رہا ہے - بے کسی - بے بسی - اور اضطراب کے عالم میں اس کا کلیجہ منہ کو آجاتا ہے - تو پکار اٹھتا ہے - ہائے — مجھے موت آ جائے - تو ان غموں اور مصیبتوں سے چھوٹ جاؤں -

ماہیِ بے آب کی طرح تڑپ رہا ہوں - کباب سیخ کی صورت میں پہلو بدل رہا ہوں - دنیا کی مصیبتوں اور غموں نے مجھے جلا کر کوئلہ کر ڈالا ہے — مر جاؤں تو چین آ جائے - اللہ مغفرت کرے — استاد ذوق مرحوم نے کہا ہے - ؎

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مَر کے بھی چین نہ پایا، تو کدھر جائیں گے

دنیا کی مصیبتوں، دکھوں، اور غموں سے گھبرا کر جو کہتے ہیں - کہ موت آئے - تو جان عذابوں سے چھوٹ جائے - وہ یہ بتائیں کہ اگر — ع

مَر کے بھی چین نہ پایا، تو کدھر جائیں گے ؟

دنیا کی تکلیفوں - مصیبتوں - اور غموں سے ہزار گنا بڑھ کر مرنے کے بعد اگر مصیبت پڑ گئی - قیامت تک قبر کی سختی اور عذاب پیش آگیا - پھر قیامت کو بد اعمالی کی وجہ سے دوزخ میں جانا پڑ گیا - تو کدھر جائیں گے — ؟

دنیا میں گھبرا کر یہ تو کہہ دیا کہ مر جائیں گے۔ اگر مرنے کے بعد ہمیشہ کے عذاب سے دو چار ہو گئے۔ تو پھر کیا کریں گے؟

سوچنے اور غور کرنے کی بات ہے۔ رونے۔ ڈرنے۔ لرزنے اور کانپنے کا مقام ہے۔ اور یہ ناقابل تردید حقیقت ہے۔ کہ موت ضرور، ضرور، ضرور آنی ہے۔ ٹلنی نہیں! تو اب یہ سوچو۔ کہ اگر مرنے کے بعد بھی چین نہ ملا۔ بلکہ عذاب، اور سزا ملی۔ تو پھر کیا بنے گا؟ یہاں تو موت آ گئی۔ تو دنیاوی دھندوں اور غموں سے نجات مل گئی۔ لیکن آخرت میں تو موت بھی نہیں آئے گی۔ پھر اس ہمیشہ کے عذاب سے کیسے چھوٹیں گے؟

آخرت کے عذابوں سے کیسے بچ سکتے ہیں؟

غور کریں کہ اگر کوئی بے نماز مر گیا۔ تارک صوم و زکوٰۃ دنیا سے اٹھ گیا۔ فاسق۔ فاجر۔ کبیرہ گناہوں کا مرتکب چل بسا۔ کوئی اللہ کا نافرمان، اور باغی راہی ملک بقا ہو گیا۔ ایسے لوگوں کو جو آخرت کا عذاب پیش آئے گا۔ اس کا کیا علاج۔ اور کیا مداوا ہو گا؟ یاد رہے۔ کوئی علاج، کوئی مداوا نہیں۔ کوئی صورت نجات کی نہیں ہوگی۔ نہ موت آئے گی۔ نہ عذاب سے جان چھوٹے گی۔ آخرت کے عذاب کبھی ختم نہ ہوں گے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَ اَبْقٰی ۝ (پ۱۶ ع۱۶)

"اور البتہ عذاب آخرت کا بہت سخت ہے۔ اور بہت باقی رہنے والا ہے"

جب یہ حقیقت ہے کہ دنیا کی تکلیفیں اور مصیبتیں تو موت پر ختم ہو جائیں گی۔ پھر غور اس بات پر کرنا ہے۔ کہ مرنے کے بعد کی تکلیفوں اور عذابوں سے کیسے بچ سکتے ہیں۔ اس کا جواب قرآن مجید میں موجود ہے :-

فَإِمَّا يَأْتِيَنَّكُم مِّنِّي هُدًى فَمَن تَبِعَ هُدَايَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ (پ ۱ ع ۱)

"پس جو آئے گی تمہارے پاس (میرے بندو!) میری طرف سے ہدایت۔ پھر جو کوئی پیروی کرے گا میری ہدایت کی۔ پس نہیں ڈر ان پر، اور نہ وہ غم کھائیں گے۔"

مطلب واضح ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو ہدایت، وحی، قرآن مجید آیا ہے۔ جو کوئی اس وحی، ہدایت، قرآن، قانون الہیٰ پر عمل کرے گا۔ وہ اعمالِ صالح، جن کا ذکر اس کتاب کے شروع میں آچکا ہے۔ بجا لائے گا۔ کتاب و سنت کے مطابق زندگی گزارے گا تو ایسے صالح، نیک، موحد، مومن کو ہرگز کوئی خوف نہ ہوگا۔ نزع کا خوف، قبر کا ڈر۔ حشر کا دھڑکا، پل صراط کی تشویش ــــ کچھ نہ ہوگی۔ اور نہ وہ غمگین ہوگا۔ نزع کے وقت ہی اس کو اللہ کی رضامندی کی خوشخبری ملے گی۔ اور جنت کی بشارت! ــ پروازِ روح کے بعد وہ اللہ تعالیٰ کے فضل، اور اس کی بخشش کی آغوش میں چلا جائے گا۔

تو مردِ مومن، موحد، متقی، کتاب و سنت کے مطابق لیل ونہار گزارنے والا واقعی موت آنے پر دنیا کی مصیبتوں، اور دکھوں سے

رہائی پاکر ابدی چین، اور دائمی راحت کے چمنستان میں پہنچ جاتا ہے۔ اور بے دین، بد عمل — خدا بیزار آدمی موت آنے پر دنیا کے عذابوں کو بھگت کر آخرت کے دائمی عذابوں اور شدید سزاؤں کے حوالے کردیا جاتا ہے۔ تو بھائیو! اس دنیا کی زندگی میں نیک اعمال سنت کے مطابق کما لو! تاکہ آخرت میں آرام اور چین نصیب ہو۔ ؎

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی!
یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

یہ جنازہ مستریح ہے، یا مستراح منہ —؟

مستریح اور مستراح منہ

حضرت ابو قتادہ رضؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس سے ایک جنازہ گزرا۔ آپؐ نے فرمایا:-

مُسْتَرِیحٌ اَوْ مُسْتَرَاحٌ مِنْهُ — یہ جنازہ مستریح ہے۔ یا مستراح منہ ہے؟

صحابہ رضؓ نے عرض کیا:-

مَا الْمُسْتَرِیحُ وَ الْمُسْتَرَاحُ مِنْهُ — (حضورؐ!)۔ مستریح کون ہوتا ہے اور مستراح منہ کون؟

قَالَ اَلْعَبْدُ الْمُؤْمِنُ یَسْتَرِیحُ مِنْ نَصَبِ الدُّنْیَا وَ اَذَاهَا — فرمایا۔ مستریح وہ مومن (صالح الاعمال) ہوتا ہے۔ جو مرکر دنیا کی تکلیفوں اور دکھوں سے رہائی پا جاتا ہے!"

وَالْعَبْدُ الْفَاجِرُ يَسْتَرِيحُ مِنْهُ الْعِبَادُ وَ الْبِلَادُ وَالشَّجَرُ وَ الدَّوَابُّ ۔ اور مستراح منہ وہ فاجر (بد اعمال شخص) ہوتا ہے۔ جس کے مرنے پر لوگ شہر۔ درخت اور جانور اس کی برائی سے رہائی پاتے ہیں۔ (نسائی شریف)

بندۂ مومن مرکر رہائی پاتا ہے

مردِ موحّد۔ مومن کامل، صالح الاعمال، قرآن اور حدیث پر جان چھڑکنے ۔ سنت کے نور میں شب و روز گزارنے والا اللہ سے لو لگائے اُس کے ذکر فکر میں مستغرق، جب اس دنیا سے رختِ سفر باندھتا ہے۔ تو دنیا کی ایذاؤں اور تکلیفوں سے رہائی پاکر ابدی راحت اور آرام کے مقام پر پہنچ جاتا ہے۔ دکھوں سے چھوٹ کر جنت میں چلا جاتا ہے۔ ؎

تلخابۂ اجل میں جو عاشق کو مل گیا
پایا نہ خضر نے مئے عمرِ دراز میں

دُنیا مومن کا قیدخانہ

حدیث شریف میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم نے فرمایا ہے۔

اَلدُّنْیَا سِجْنُ الْمُؤْمِنِ ۔ دُنیا مومن کا قیدخانہ ہے۔ (مشکوٰۃ)

اس لئے قیدخانہ ہے۔ کہ مومن اپنے وطن سے نکالا گیا ہے۔ وہ اس دنیا میں جلا وطن ہوکر۔ مسافر بن کر آیا ہے۔ سب جانتے ہیں۔ کہ یہاں تکلیفیں اور غم سب کو ہیں، کوئی فردِ بشر ایسا نہیں کہ جس کو کوئی تکلیف ہے، مصیبت، غم، بے چینی، بیماری، فکرِ فاقہ، تشویش اور پریشانی نہ ہو۔ کیا غریب کیا امیر۔ کیا شاہ کیا گدا۔ کیا جوان

کیا بوڑھا، کیا عورت، کیا مرد ۔ سب کو کوئی نہ کوئی دکھ، بے چینی، غم یا پریشانی ضرور ہے۔ کسی شخص کو ہمدردانہ طور سے پوچھ کر دیکھ لو ۔ وہ اپنی ایسی داستانِ الم سنائے گا ۔ کہ پتھر پانی ہو جائے گا ۔ یہ دنیا ہے ہی ایسی ۔ اسی لئے رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :-

اِنَّ الدُّنْیَا مَلْعُوْنَۃٌ وَّ مَلْعُوْنٌ مَّا فِیْھَا اِلَّا ذِکْرُ اللّٰہِ وَمَا وَالَاہُ وَ عَالِمٌ وَّ مُتَعَلِّمٌ۔ (مشکوٰۃ) " دنیا راندی گئی ہے یعنی دور کی گئی ہے رحمت سے ۔ اور راندہ گیا ہے ۔ جو کچھ دنیا میں ہے مگر ذکر اللہ تعالیٰ کا ۔ اور وہ چیز کہ دوست رکھتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ اور عالم اور سیکھنے والا "

بے شک دنیا راندی گئی ہے ۔ ملعون ہے ۔ سوائے ذکر الٰہی کے ۔ یاد رہے کہ اللہ کا ذکر اس کے قانون پر چلنے، اس کی اطاعت کرنے کو کہتے ہیں ۔ یعنی زندگی اللہ کی مرضی کے مطابق گزارنا اللہ کا ذکر ہے ۔ دنیا، اور دنیا کی چیزوں کو اللہ کے حکم اور مرضی کے مطابق استعمال کرنا بھی اللہ کا ذکر ہے۔ اگر اللہ کے حکم کے خلاف زندگی گزاری ۔ اور دنیا کو اللہ کے حکم کے خلاف برتا ۔ تو ملعون ہو گئے ۔ اور دنیا بھی ملعون ہوئی ۔ بن راندے گئے ۔ سه

(بقیہ صفحہ) سه اللہ کی اطاعت میں زندگی گزارتے ہوئے اگر تکالیف اور مصائب آئیں ان پر صبر کرے ۔ اور اطاعت نہ چھوڑے تو بڑے مرتبے ملیں گے ۔

چیست دنیا از خدا غافل شدن
نے قماش و نقرہ و فرزند و زن

دنیا کیا ہے یعنی زشت و زبون یا ملعون دنیا کس صورت میں ہے از خدا غافل شدن۔ خدا کی نافرمانی کی شکل میں ارکانِ خمسہ کا ترک اور مال و دولت بغیر زکوٰۃ خیرات کے اکٹھا کرنا۔ اللہ سے غافل اور نافرمان ہو کر۔ دنیا کی عیش کوشیوں میں منہمک اور غرق رہنا۔ یہ ہے ملعون اور زبون دنیا۔ نہ قماش و نقرہ و فرزند و زن، مال دولت، سونا چاندی اور بیوی بچے دنیائے دوں نہیں۔ یہ چیزیں اللہ کے حکم کے مطابق برتیں۔ تو رحمت کا موجب ہیں۔ چنانچہ حضورؐ نے تشریح بھی فرما دی۔ وَمَا وَالَاہُ۔" اور وہ چیز کہ دوست رکھتا ہے اس کو اللہ تعالیٰ"۔ ظاہر ہے کہ تمام اوامر، اور بھلائیوں، کو اللہ دوست رکھتا ہے۔ طاعتوں۔ عبادتوں۔ خلق کی خیرخواہی۔ اور دنیا کی چیزوں کو جائز طور پر برتنے کو دوست رکھتا ہے۔ شب و روز اللہ کی مرضی کے مطابق گزریں۔ تو اس کو دوست ہیں۔ آگے حضورؐ نے عالم، یعنی عالم باعمل کو بھی دنیا ملعونہ سے مستثنٰے فرمایا ہے۔ اور متعلم کو بھی۔ کہ دونوں اللہ کے ذکر میں ہیں۔ علم پڑھتے اور پڑھاتے ہیں۔

دُنیا ہے دُنی

ہاں تو ہم دنیائے دوں کی تکلیفوں، دکھوں، اور غموں کا ذکر کر رہے تھے۔ کہ یہاں چین کسی کو نہیں۔ جوش ملیح آبادی نے اس دنیائے دوں کی کیفیت خوب بیان کی ہے۔ کہ دنیا کیا ہے؟ ۔ فرماتے ہیں۔ ؎

دُنیا ہے دُنی ، خاک ہے دنیا کا زر و مال
تذلیل کی بنیاد ہیں یہ حشمت و اجلال
ادبار کوئی چیز ہے در اصل نہ اقبال
وہ سر بھی کوئی سر ہے جو ہونے کو ہے پامال
بیدار ہیں دل جن کے وہ دنیا سے خفا ہیں
جو پھول کے طالب ہیں وہ کانٹوں سے جدا ہیں
تکلیف کے اسباب کو راحت نہیں کہتے
جو چند نفس ہو اسے "لذت" نہیں کہتے
دیباچۂ ماتم کو "مسرت" نہیں کہتے
جس شے کو فنا ہو اسے "نعمت" نہیں کہتے
آرام کی خواہش نہ کرو قوتِ زر سے
لبریز کرو رُوح کو اللہ کے ڈر سے
غدّار زمانے[1] کی لگاوٹ سے خبردار
آگاہ ہو، آگاہ ہو، ہوشیار ہو، ہشیار!
جھوٹی یہ امیدیں ہیں، پریشاں ہیں یہ افکار
کس نشّے میں بدمست ہیں دنیا کے طلب گار
یہ شاخ ہے وہ جو کبھی پھُولی نہ پھلی ہے
دنیا تجھے ناداں کدھر لے کے، چلی ہے
کھینچے لیا جاتا ہے کہاں تجھ کو زمانہ
سننے کے سزاوار نہیں ہے یہ فسانہ

---

[1] زمانے سے مراد دنیائے دوں ہے نہ کہ دہر۔

دولت ہی کوئی اصل میں شے ہے نہ خزانہ
دھوکا ہے یہ دھوکا ہے، بہانہ ہے بہانہ
واللہ کہ تو حرص کے سانچے میں ڈھلا ہے
حق چھوڑ کے باطل کی پرستش کو چلا ہے

دنیا جسے کہتے ہیں کثافت کا ہے انبار
خنزیر کی ہڈی سے بھی کچھ بڑھ کے ہے مردار
ناپاک ہے بد اصل ہے، کم ظرف ہے بدکار
مردار شکم اس کا، تو پشت اس کی ہے بیمار
مبروص کے داغوں سے عفونت میں سوا ہے
ذلت کا یہ لقمہ ہے، سگوں کی غذا ہے

تو فخر سے کہتا ہے جسے "عیش و تنعّم"
وہ خواب کی جنت ہے وہ فردوسِ توہم
نالے ہی کی روداد ہیں نغمہ کہ ترنم
ہے مہر فغاں روشنیٔ ماہِ تبسّم
تو جس کو سمجھتا ہے کہ فردوسِ بریں ہے
دھندلی سی مسرت کا وہ سایہ بھی نہیں ہے

جا گورِ غریباں پہ نظر ڈال بہ عبرت
کھل جائے گی تجھ پر تری دنیا کی حقیقت!
عبرت کے لئے ڈھونڈھ کسی شاہ کی تربت!
اور پوچھ کدھر ہے وہ تری شانِ حکومت
کل تجھ میں بھرا تھا جو غرور آج کہاں ہے
اے کاسۂ سر بول! ترا تاج کہاں ہے

خوشی کا راز مال و دولت کی فراوانی میں نہیں

دنیا میں خوشی، مال و دولت، عیش و عشرت اور چھلکتے ساغروں میں نہیں ملتی۔ بلکہ مصائب و غم کے اندر صبر و رضا کے آئینہ میں مسرت و معرفت دکھائی دیتی ہے۔ جوش نے کس خوبصورتی سے دنیا کے قید خانے میں شاداں و فرحاں زندگی گزارنا سکھایا ہے۔ فرماتے ہیں:۔ ؎

نہ ہنس یوں مجھ پر اے منعم کہ یہ بے یار و ناصر ہے
خوشی اس کو کہاں حاصل کہ دنیا اس سے نافر ہے
سن اے ناداں مری باتیں، کہ ہر فقرہ جواہر ہے
سبق باطن سے لے کیوں گشتۂ اسباب ظاہر ہے

جو تہ میں ڈوب جاتا ہے وہی آخر ابھرتا ہے
تجھے معنی سے کیا مطلب، کہ تو صورت پہ مرتا ہے

یہ مانا میں گدا، مضبوط تو انعام دنیا ہے
تری محفل گلستاں، کام مجھ کو کوہ صحرا سے
موافق ہے مزاج دہر تیری ہر تمنا سے
مجھے اک بوند بھی ممکن نہیں ثروت کے دریا سے

بظاہر تو بہت بشاش، میں غمگین و مضطر ہوں
مگر با ایں ہمہ دیکھا تو میں ہی تجھ سے بہتر ہوں

خوشی کی جستجو ہے تجھ کو ساز و برگ ثروت میں
خوشی کو تو سمجھتا ہے، کہ پوشیدہ ہے دولت میں
خوشی کا جوش ہوتا ہے ترے نزدیک راحت میں

ہوّس! جوہرِ عرفاں نہیں تیری طبیعت میں

رخ مہرِ درخشاں میں نہ ماہ میں مسکراتی ہے
خوشی بہتے ہوئے اشکوں کی تہ میں مسکراتی ہے

یہ راتیں کامرانی کی، یہ جلسے عیش و عشرت کے
نگاہِ اہلِ دل کے واسطے ساماں ہیں عبرت کے
حقیقی جن کو تو سمجھا ہے وہ معنی مسرت کے
غلط ہیں، کاش تو سمجھے یہ گہرے راز فطرت کے

نہ ایوانوں میں شاہوں کے نہ زرداروں کی محفل میں
مسرت کا خزانہ ہے مرے ٹوٹے ہوئے دل میں

سن اے غافل کہ غم ہی میں خوشی کا راز ہے پنہاں
شکستہ ساغرِ دل میں چھلکتی ہے مئے عرفاں
جسے گھیرا ہو صدموں نے وہی انسان ہے انساں
درِ رحمت دلِ بیتاب ہے، اور دیدۂ گریاں

تڑپ اے دل تڑپنے ہی سے باطن جگمگاتا ہے!
ستارے کا تپتے رہنے میں شعلہ تھرتھراتا ہے!

جسے تو غم سمجھتا ہے، خزانہ ہے مسرّت کا
جسے تو چشمِ تر کہتا ہے سرچشمہ ہے رحمت کا
ہر آہِ سرد جھونکا ہے نسیمِ باغِ راحت کا
ہر آنسو آئینہ ہے اصل میں تصویرِ جنّت کا

یہ نوحے سوئیں گے اک روز آغوشِ ترنم میں
یہ آنسو جذب ہو جائیں گے حوروں کے تبسّم میں

بنا اپنے دلِ بے تاب کو اک سوز کی دُنیا
مثالِ جوشش آنکھوں سے بہا اشکوں کا اک دریا
مصائب میں خوشی کو ڈھونڈھ اگر ہے عاقل و دانا
ڈبو دے دل کو غم کے بحر میں اور اس قدر گہرا
کہ جب ہونٹوں پہ آئے کھینچ کے دم مشکلکشائی کو
حیاتِ دائمی کی لہر دوڑے پیشوائی کو

دنیا کرب و بلا کی جگہ

پتہ چلا۔ کہ دنیا آہ و فغاں، کرب و بلا ـــ دکھوں اور دردوں کی جگہ ہے۔ ہر روز دل ہلا دینے والے واقعات، اور مناظر سامنے آتے رہتے ہیں، اور دُنیائے ماضی کی "تصویر" اتنی عبرت زا ہے۔ کہ اسے دیکھ کر آنکھیں برکھا برسانا شروع کر دیتی ہیں۔ اللہ کے نبیوں۔ ولیوں۔ بزرگوں۔ اور اولیاء اللہ کی زندگی پر نظر دوڑاؤ۔ ہموم و غموم اور مصائب و آلام کی آندھیاں اور جھکڑ ان پر چلے ہیں۔ لیکن اللہ کے ان نیک بندوں نے صبر و رضا کی چٹان بن کر سب کچھ برداشت کیا۔ اور اللہ کی مرضی کے مطابق زندگی گزاری۔

ایسے نیک بندے جو دنیا کی تکلیفیں اور مصیبتیں، اور ہموم و غموم برداشت کر کر اللہ کو نہیں بھولتے۔ اس کے قانون پر چلتے اور زندگی بھر اس کی اطاعت کا دم بھرتے ہیں۔ جب دنیائے دوں سے رخصت ہوتے ہیں۔ تو مستریح بن کر اللہ سے ملتے ہیں۔ یعنی دنیا کی تکالیف سے رہائی پا کر ابدی راحت اور چین کی فضا میں چلے جاتے ہیں۔ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ہ

یہی بات رحمتِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھائی ہے کہ مستریح وہ مومن ہوتا ہے۔ جو اس قید خانہ رنج و نصب سے رہائی پا جاتا ہے۔ باعزت بری ہو جاتا ہے۔ اس کو دمِ نزع بشارت ملتی ہے۔

مومن مستریح کی بشارت

يَآ أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ٥ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ٥ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ٥ وَادْخُلِي جَنَّتِي ٥ (پ۳۰ ع۱۴)

"اے جان آرام پکڑنے والی! اپنے پروردگار (کے جوارِ رحمت) کی طرف چل۔ اس طرح سے کہ تو اس سے خوش، اور وہ تجھ سے خوش ہے۔ پھر (وہاں چل کر) میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا۔ اور میری جنت میں داخل ہو جا"

یہ ہے مومن مستریح — جو دنیا سے باعزت رخصت ہو کر اپنے وطن پہنچ گیا ہے۔ ؎

پرے ہے چرخِ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
ستارے جس کی گردِ راہ ہیں وہ کارواں تو ہے

در اصل یہ ٹوٹا ہوا تارہ تھا۔ جو مہِ کامل بن کر پھر اپنے مطلع پر جلوہ بار ہو گیا ہے۔ اقبالؒ نے عبدِ مومن مستریح سے متعلق ہی کہا ہے۔

؎

عروجِ آدمِ خاکی سے انجم سہمے جاتے ہیں
کہ یہ ٹوٹا ہوا تارہ مہِ کامل نہ ہو جائے

حضرت آسیہ رضؓ مُسنزیحہ

فرعون کی بیوی حضرت آسیہؓ مسلمان ہو گئیں ۔حضرت موسٰی علیہ السّلام کی نبوت پر ایمان لاکر مومنہ موحّدہ بن گئیں ۔ اس پر فرعون سیخ پا ہوگیا ۔ اور حضرت آسیہؓ کو سخت ایذائیں دینے لگا ۔ جب اس نے دیکھا ۔ کہ آسیہؓ ایمان میں پختہ ہو چکی ہے ۔ اور کسی صورت بھی وہ توحید کو نہیں چھوڑے گی ۔ تو اس نے حضرت آسیہؓ کو میخوں کے ساتھ سزائے موت کا حکم دے دیا ۔ ان کو زمین پر لٹا کر میخیں گاڑنے لگے ،جب ان کی روح پرواز کرنے لگی ۔ تو انہوں نے آسمان کی طرف دیکھ کر یہ دعا کی ۔ جو قرآن نے بیان کی ہے :۔

اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِیْ عِنْدَكَ بَیْتًا فِی الْجَنَّةِ وَنَجِّنِیْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِیْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۝ (پ ۲۸ ع ۲۰)۔

”جب کہا (فرعون کی) بی بی نے (مرنے کے وقت دعا کی) اے میرے پروردگار ۔ بنا میرے لئے جنت میں گھر اپنے پاس ۔ اور مجھ کو فرعون (کے شر) سے ، اور اس کے (ظالمانہ) عمل سے نجات دے ، اور مجھے تمام ظالم لوگوں سے نجات دے“

اس نیک اور مسنزیحہ بی بی کو اللہ سے اس قدر محبت تھی ، کہنے لگی ۔ اللہ ! جنت میں مجھے اپنے پاس جگہ دے ۔ اپنے قرب میں رکھ ، جنت میں بھی میں تجھ سے دور نہیں رہنا چاہتی ۔ اللہ کو اس کے پیار بھرے کلمے اتنے پسند آئے ۔ کہ ہزاروں سال بعد قرآن میں نازل

کر دیتے۔ کہ میرے پیارے رسول حضرت خاتم النبیینؐ کی امت کو بھی معلوم ہو جاتے۔ کہ حضرت آسیہؓ نے بے پناہ ایذاوں اور تکلیفوں کو اللہ کی خاطر برداشت کر کے بالآخر اللہ کے قریب میں گھر چاہا۔ یہ ہے اللہ کی لونڈی مستریح ۔ دنیا کی ایذاؤں اور تکلیفوں سے رہائی پا کر اللہ کے پاس پہنچ گئی۔ ؎

اب کھلا رازِ درِ دوست پہ سجدہ کر کے
آسمانوں کی بلندی تو کوئی دُور نہیں (جوشؔ)

مُستَراحٌ مِنہُ

بندۂ مومن مستریح کا حال آپ نے اوپر پڑھ لیا۔ اب مستراح منہ کا حال سنیں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ مستراح منہ وہ (بدبخت) فاجر ہوتا ہے۔ کہ یَسْتَرِیْحُ مِنْہُ الْعِبَادُ وَالْبِلَادُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَابُّ۔ " رہائی پاتے ہیں اس کے شر سے لوگ۔ شہر۔ درخت، اور جانور "

یعنی وہ فاسق فاجر، اللہ اور اس کے رسُول کا نافرمان، تارکِ صوم وصلوٰۃ، باغی اور سرکش انسان ۔ چغل خور، بہتان باز۔ ظالم۔ خلق خدا کو ستانے اور تنگ کرنے والا۔ زبان اور ہاتھ سے لوگوں کو ایذا دینے والا۔ معاملہ داری کا گندا۔ شریفوں کی آبرو ریزی کرنے والا ۔ ہمسایوں کو دکھ دینے والا۔ جب مرتا ہے۔ تو خلقِ خدا کو اس کے شر سے رہائی مل جاتی ہے۔ نہ صرف خلق خدا کو رہائی ملتی ہے' بلکہ شہروں' درختوں اور جانوروں کو بھی اس کے بُرے وجود سے نجات مل جاتی ہے معلوم ہُوا۔ کہ فاسق فاجر، اور اللہ تعالیٰ، اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے باغی انسان کے بُرے فعلوں کا اثر شہروں، درختوں، اور

جانوروں تک پہنچتا ہے۔ جبھی تو ایسے بدبخت پاپی کے مرنے پر سب کو رہائی اور نجات ملتی ہے۔ گویا ایسے فاسق، فاجر، شرارتی آدمی کے مرنے پر دنیا کہتی ہے۔ خس کم جہاں پاک! گلی، کوچہ، محلہ، اور شہر کے لوگ کہتے ہیں۔ مرگیا ظالم۔ جان چھوٹی ہماری۔ نجات مل گئی سب کو۔ حتیٰ کہ شہروں۔ درختوں اور جانوروں تک کو اس کی برائی سے رہائی مل جاتی ہے۔

معلوم ہوا!۔ جنازہ دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک تو وہ مردِ مومن۔ اللہ کا خاص بندہ۔ صالح الاعمال جو دنیا کی تکلیفوں سے مرکر رہائی پاتا ہے۔ اور جنت میں جاتا ہے۔ دوسرا وہ بدبخت، فاسق، فاجر، بداعمال و بدکردار۔ جس کے مرنے پر ایک جہان رہائی پاتا ہے۔ اس کے شر سے امن میں ہوجاتا ہے۔

پھر سب بھائیوں کو پوری کوشش کرنی چاہیئے۔ کہ وہ پاک اور طیب زندگی گزاریں۔ اللہ کے احکام پر عمل کریں۔ رسولِ رحمت کے نقشِ قدم پر چلیں۔ اعلیٰ اخلاق اور اونچے کردار کے حامل بنیں، بندگانِ خدا کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند، پورے دیندار، اور متقی بن کر رہیں۔ تاکہ مرنے پر ملائکہ جنت کی بشارت لے کر آئیں باعزت موت۔ اور اچھا انجام ہو۔ نہ ایسی زندگی گزاریں۔ کہ مرنے پر لوگ کہیں۔ خس کم جہاں پاک۔! حکیم سنائیؒ نے مذکورہ حدیث کا کیا خوب ترجمہ کیا ہے۔ فرماتے ہیں۔ ؎

آنچناں زی کہ چو میری برہی
نہ چناں زی کہ چو میری برہند

"اس طرح زندگی گزار کہ جب تو مرے تو رہائی پائے۔ نہ ایسی زندگی گزار کہ جب تو مرے تو لوگ (تیری برائی سے) رہائی پائیں"

تھوڑی سی کسر ہی باقی تھی دُنیا کے جہنم بننے میں
اک رحمتِ عالم نے آکر صحراؤں کو گلزار کیا
وہ سرورِ عالم نورِ ھُدیٰ وہ شان ہے جس کی صلِّ علیٰ
وہ نازشِ کون و مکاں جس نے ہر نقشِ خودی شہکار کیا
(ثمرؔ)

جہنم بدوش دُنیا آگ برسا رہی ہے

قُوۡٓا اَنۡفُسَکُمۡ وَاَہۡلِیۡکُمۡ نَارًا۔ (پ۲۸ ع ۱۹)

"بچاؤ اپنی جانوں کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے"

لادینی اور بے حیائی کے اس دَور میں جہاں اوامرِ خداوندی سے لاپرواہی اور استغنا، برتا جا رہا ہے۔ صَوم و صلوٰۃ اور حج و زکوٰۃ کے نازک آبگینے توڑے جا رہے ہیں ــ وہاں نواہی کے سیلاب نے قیامت برپا کر رکھی ہے۔ مار دھاڑ ــ قتل و غارت ــ اغوا ــ چوری ــ ڈکیتی ــ شراب ــ زنا ــ خون ریزی ــ جھوٹ ــ فریب ــ دھوکا ــ بدعہدی ــ بدی ــ بدکاری ــ بے پردگی ــ بے حیائی ــ رشوت ــ جنبہ داری، ظلم ــ ستم ــ بے رحمی ــ بے دردی ــ نفس پروری ــ مفاد پرستی ــ

اخباروں میں فحش تصاویر کی اشاعت ۔ گندی حیا سوز فلمیں ۔ سکولوں، اور کالجوں میں ڈرامے اور رقص ۔ ریڈیو کے فحش اور رومانی گانے، جو نژادِ نو کے حسن و جوانی کو آگ میں جھونک رہے ہیں ۔ گویا سارا ماحول بادِ سموم سے اٹا پڑا ہے۔ فضا اتنی زہریلی ہو گئی ہے۔ کہ سانس لینا موت کو بلانا ہے۔ ؎

پاک بازی، نہ حیا ہے، نہ وفاداری ہے
حسن بازاری ہے، اور عشق بھی بازاری ہے
ناچ بیٹی کا ہے، اور باپ کا گانا ہے
اب یہی شعر و ادب ہے۔ یہی فن کاری ہے
(اثر صہبائی)

نئی تہذیب نے اسلامی تہذیب پر ایسا غلبہ پایا ہے۔ کہ اسلام چیخ کر رہ گیا ہے ۔ دین کراہ رہا ہے ۔ قرآن کی مظلومیت کی حد ہو گئی ہے۔ سنت کے باغ میں خزاں کے ہرکارے پھر رہے ہیں ۔ اور وارثانِ دینِ مصطفوی ؐ ساز بکف رقص کناں ہیں ۔ ملک میں روح و ایمان کا مہلک کوئی ایک مرض ہو ۔ تو اس کا مداوا سوچیں ۔ یہاں تو ملتِ بیضا بے شمار مہلک امراض کے نرغے میں ہے ۔ نائٹ کلبوں کی وبا ہی کچھ کم حیا سوز نہیں ۔ سلیم بیتاب نے نئی تہذیب کے اس شہکار کو یوں خراجِ تحسین ادا کیا ہے ۔ پڑھئے اور روئیے ؎

نئی تہذیب کے شہکارِ عظیم!
تیری پر کیف و طرب خیز فضاؤں کو سلام

لہ وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا ہ (پ ۱۹ ع ۴)

کتنے نوخیز و حسیں جسم یہاں چاروں طرف
رقص میں محو ہیں عریانی کی تصویر بنے
اپنی رعنائی و زیبائی کی تشہیر بنے
سازِ پرجوش کی سنگت میں ہزاروں جوڑے
فرشِ مرمر پہ تھرکتے ہیں بہک جاتے ہیں
دوڑی جاتی ہے رگ و پے میں شرابِ گلفام
نئی تہذیب کے شہکارِ عظیم!
تیری پرکیف و طرب خیز فضاؤں کو سلام

اُن کی آنکھوں سے چھلکتی ہے ہوس کی مستی
اُن کے سینوں میں فروزاں ہیں وہ جنسی شعلے
جن کی اک ایک لپٹ سے ہے بھسم شرم و حیا
قہقہے ساز کی تانوں میں ڈھلے جاتے ہیں
لمس کی آگ میں سب جسم جلے جاتے ہیں
آنکھ کے ڈوروں میں پوشیدہ ہیں مبہم سے پیام
نئی تہذیب کے شہکارِ عظیم!
تیری پرکیف و طرب خیز فضاؤں کو سلام

دھڑکنیں تیز ہوئیں شوق کی لے بڑھنے لگی
جسم پر تنگیٔ ملبوس ذرا اور بڑھی
آنکھ میں نشے کی اک لہر ذرا اور چڑھی
لرزشِ پا سے جھلکنے لگی دل کی لغزش
دفعتہً جاز کی پرجوش صدا بند ہوئی

روشنی ڈوب گئی پھیل گئی ظلمت شب
جسم نے جسم کی قربت سے بجھائی آتش!
دوپہر ڈھل گئی جذبات کی ہونے لگی شام
نئی تہذیب کے شہکار عظیم!
تیری پرکیف وطرب خیز فضاؤں کو سلام!

جل گیا سینۂ سوزاں میں ہی انساں کا ضمیر
روح کی چیخ فضاؤں میں کہیں ڈوب گئی!
رخِ تہذیب پسینے میں شرابور ہوا
علم ہے سر بہ گریباں وادب مہر بہ لب
کس سے اس دورِ جراحت میں ہو مرہم کی طلب
ملکِ تہذیب میں چنگیز ہے پھر خوں آشام
تیری پرکیف وطرب خیز فضاؤں کو سلام
نئی تہذیب کے شہکار عظیم

معاشرے کی یہ گھناؤنی تصویریں، حیا سوز مناظر، اور فحاشی کے مراکز مسلمانوں کے دین و ایمان، اور شرم وحیا کا جنازہ نکال رہے ہیں۔ سکولوں اور کالجوں میں پڑھنے والے لڑکے لڑکیاں۔ اور تعلیم سے فارغ شدہ جوان ۔۔ شکم مادر سے گلاب کے پھول کی مانند پیدا ہوئے پاک اور معصوم ۔ گویا ہیروں نے جنم لیا ۔۔ آہ! ۔۔ مغربی تہذیب کے نشہ میں چور معاشرے نے ان کو جھلس کر رکھ دیا۔ ان کی آب گنوا دی ان کی عصمتوں، اور شرم و حیا کو سر بازار رسوا کر ڈالا۔ نئی تہذیب کے عظیم شہکاروں کی سحر کاریوں نے ایمان کی چٹانوں پر بسیرا کرنے والے

شہبازوں اور بوستانِ دین کی عندلیبوں کو زہر دے کر مار ڈالا ہے، یہ لاشیں ہیں کفن میں لپٹی ہوئیں !۔

بھائیو۔! بہنو۔! اب وقت ہے سنبھل جاؤ۔ جوانی اور صحت کے لہلہاتے درختوں سے خوفِ خدا کا پھل کھاؤ۔ اور مرورِ حیات کے جادہ کو ذکرِ الٰہی کے نور سے روشن کرو۔ اپنی عصمتوں کی کلیوں کی حفاظت کرو۔ کہ سرو و سمن کی بہاریں ۔ اور عطر ریز پھولوں کا حسن ان کے سامنے خجل ہے۔ اپنے اللہ سے لَو لگاؤ۔ اسے اپنا بنا لو۔ کہ سب نے آخر اس کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ موت آنی ہے۔ ع

جب عزمِ سفر ہے تو ہو کچھ رختِ سفر بھی

دُنیا کی دلدل۔ کیچڑ۔ بے دینی اور بے حیائی کی گندگی، اور میلے نے معاشرے کو اس قدر متعفن بنا دیا ہے۔ کہ نفس کی آمد و شد دشوار ہو گئی ہے۔

یہ تو ہے دنیا کی معنوی نجاست کا حال۔ لیکن صورتًا یہ اتنی خُوبرو اور دلربا ہے۔ کہ اس پر جنت کا دھوکا ہوتا ہے۔ دل چاہتا ہے کہ آدمی یہیں کا ہو کر رہ جائے۔ اس عشوہ طراز معشوقہ کی اداؤں پر جان فدا ہے۔ اور دین و ایمان اس کے عطر ریز گیسوؤں کے اسیر۔

سہ

آراستہ ہو کر جلووں سے جب سامنے دنیا آتی ہے
راحت کے ترانے گاتی ہے دولت کی چمک دکھلاتی ہے
جب آنکھ پہ قبضہ کرتی ہے سینہ میں ہوس بھڑکاتی ہے
ایمان و یقین کی شمعِ درخشاں بن کے دھواں اڑجاتی ہے

ملتا ہی نہیں ہے جسم سے پھر جب عضو کوئی کٹ جاتا ہے
بس یونہی ہوس کے بندے کا معبود سے دل ہٹ جاتا ہے

شاہوں کی امارت جسمانی، قانع کی حکومت روحانی
ظاہر کی مسرت سلطاں کو، آزاد کو لذت وجدانی
دنیا کے تماشے عبرت زا، عقبیٰ کے مناظر لاثانی
مرنے میں حقیقی آزادی، جینے میں سراسر حیرانی

بندے جو ذرا بھی عقل ہو تجھ میں نام جہاں میں کر جانا
اللہ اگر توفیق تجھے دے موت سے پہلے مر جانا

(جوش)

اسی لئے جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "قبروں کی زیارت کیا کرو۔ کیونکہ ان کے دیکھنے سے دنیا سے بے رغبتی ہوتی ہے۔ اور موت یاد آتی ہے" (مشکوٰۃ)

تو مرض الموت آپ کے انتظار میں ہے۔ نزع کی گھڑی تاک میں۔ اور موت یقیناً گھات میں ہے۔ اور آپ بے بس، اور لاچار ہیں، اجل۔ زندگی کے قصرِ رفیع کو دھڑام سے زمین پر گرا دے گی۔ آپ کی آرزوؤں کے جاگتے شہر پیوند ارض ہو جائیں گے۔ اور امیدوں کے شاداب باغ ویران۔ موت کا بے رحم ہاتھ آپ کی روائے حیات کا تانا بانا بکھیر دے گا روح نکلے گی ــــ اور جسم سرد ــــ آنکھیں بے نور ہو جائیں گی اور آناً فاناً کہرام مچ جائے گا۔ یہ ہے آپ کا انجام ــــ جس سے کسی صورت بھی مفر نہیں۔

اب میت پر خویش و اقارب، اعزہ و احباب، اور برادری سب

اکٹھے ہو گئے ہیں ۔ جلدی کرو ۔۔۔ دیر نہ لگاؤ ۔۔۔ یہ آوازیں ہیں ۔۔۔! کس بات میں جلدی کرو ؟ میت کے کفن دفن میں جلدی کرو ۔۔۔! لو دیکھتے ہی دیکھتے غسل کے لیے تختہ آگیا ۔ آپ کو اس پر لٹا دیا گیا ہے ۔ احباب آپ کو نہلا رہے ہیں ۔ پانی سے بھی ۔۔۔ اور آنسوؤں سے بھی ۔ لیکن آپ بے حس و حرکت ہیں ۔۔۔ کہ پنچھی اڑ گیا اور پنجرا ڈانواں ڈول ہے ۔

لیجئے اب کفنا دیے گئے ۔ اور جنازہ تیار ہو گیا ۔ قیامت خیز رنج و الم ، اور اندوہ و ملال کے ساتھ چارپائی اٹھائی گئی ۔۔۔ باوجود زمینوں ، مربعوں ، کوٹھیوں ، لاکھوں کی نقدی ، اور زر و جواہر کے ڈھیر رکھنے کے اس وقت آپ کوڑی کے مالک نہیں لاکھ روپے کی کوٹھی سے ہمیشہ کے لیے نکل گئے ۔ آپ کے خون کے رشتے ، اور مخلص احباب آپ کو مٹی میں دبانے کے لیے لے جا رہے ہیں ۔ نماز جنازہ بھی ہو گئی ۔ اور لحد کے اندر منوں ٹنوں مٹی کے نیچے دفن کر کے سب گھروں کو لوٹ آتے ہیں ۔ اب اگر کوئی چیز آپ کا ساتھ دے سکتی ہے ۔ تو وہ آپ کے نیک اعمال ہی ہیں ۔

پھر مرنے سے پہلے نیک اعمال کا ذخیرہ کر لو ؎

طے ہو رہی ہے منزل چونکو کہ وقت کم ہے
ملکِ فنا کی جانب ہر سانس اک قدم ہے

دنیا میں دردناک مناظر اور کربناک حوادث ہماری آنکھیں کھولنے کے لیے پیش آتے رہتے ہیں ، پھر ہمیں عبرت پکڑنی چاہیئے ۔ ؎

نظر[1] اس موت پر اٹھتی جوانی میں جو آتی ہے
عروسِ نَو کو بیوہ ، ماں کو دیوانہ بناتی ہے

جہاں سے جھٹپٹے کے وقت اک تابوت نکلا ہو
نظر اس شب پہ جو پہلے پہل اس گھر میں آتی ہے

عزیزوں کی نگاہیں ڈھونڈتی ہیں مرنے والے کو
نظر اس صبح پر جو غم کا یہ منظر دکھاتی ہے

نظر اس سوز پر پیدا جو ہوتا ہے طبیعت میں
اندھیری رات میں رونے کی جب آواز آتی ہے

نظر ان آنسوؤں پر ماں کی آنکھوں سے بہتے ہیں
جگر تھامے ہوئے جب لاش پر بیٹے کی آتی ہے

نظر اس بے بسی پر اپنے شوہر کے جنازہ پر
کلیجہ تھام کر تازہ دلہن جب سر جھکاتی ہے

نظر اُس درد پر جو ہجر کی راتوں میں اٹھتا ہے
نظر اس کرب پر جب روح کھنچ کر لب پہ آتی ہے

کہ یہ دنیا سراسر خواب، اور خوابِ پریشاں ہے
خوشی آتی نہیں سینے میں جبتک سانس آتی ہے (جوش)

---

[1] نظر کی جگہ جناب جوشؔ نے قسم کا لفظ بار بار استعمال کیا ہے۔ جو شاعرانہ نکتہ نظر سے بڑا ہی موزوں ہے، اور اخیر میں جوابِ قسم بھی نہایت خوب ہے۔ لیکن ہم نے قسم لغیر اللہ سے بچنے کے لیئے اتنا تصرف کیا ہے۔ شاعر گرامی قدر سے معذرت کے ساتھ۔ تو آپ ان دردناک واقعات پر نظر کریں۔ غور اور دھیان کریں۔ کہ دُنیا کتنی بے ثبات — عبرت کی جا ہے۔

قدسیوں کا ہم کلام آیا

ہوئی تکمیلِ ہستی قدسیوں کا ہم کلام آیا
فرازِ کہکشاں سے جھوم کر ماہِ تمام آیا

غارِ حرا سے چشمۂ ھدیٰ پھوٹا ــــ رہگذر بطحا نے کہکشاں کا روپ دھارا ــــ اندھیروں سے اجالوں نے جنم لیا ــــ ذرے آفتاب بنے ــــ نفس نے حیاتِ جاوداں پائی ــــ فضاؤں سے صہبائے بہار برسی ــــ زندگی مسکرائی ــــ جہان عمل بے کراں ہُوا ــــ غبارِ راہ سے کارواں ظہور میں آئے ــــ توحید کے رنگ و نور سے احساسِ جمال نے تابندگی پائی ــــ مٹی مشکناب ــــ پہاڑ گلبار ــــ اور صحرا گل و گلزار ہو گئے ــــ دمِ اعجاز سے شاہیں گلنار ــــ اور ویرانے آباد ــــ ہوئے ــــ سرزمینِ عرب کی مہیب شب مبدل بہ سحر ہوئی ــــ دیو نہفتہ رخ ہوئے ــــ اور ــــ ماہ وشوں کے حسن نے جوت جگائی ــــ انسانیت کو تکمیل و عزت کا تاج ملا۔ پروانے عنبر و عود کی بتیاں جلانے لگے۔ کہ ــــ

دُنیا میں خیرُ الوریٰ آگئے ہیں

یہی ہیں وہ خیر الوریٰ جنہوں نے مسائلِ تجہیز و تکفین کی شمع جلائی ہے۔ تاکہ مرنے والا اسی شمع کے اجالے میں آخرت کا رختِ سفر باندھے! ــــ

حضرتِ خیر البشرؐ

حضرتِ خیر البشرؐ وہ سرورِ کون و مکاں
وہ رئیسِ عرشیاں، وہ خاتمِ پیغمبراں

اس کا ہر نقشِ قدم ہے مشعلِ راہ حیات
وہ امیرِ کارواں، فانوسِ ایوانِ جہاں

اس نے سلجھائی غمِ گیتی کی زلفِ خم بہ خم
اس نے ذرّوں[1] کو بنایا آفتاب و کہکشاں

اس نے بندے کو الوہیت شناسا کر دیا
مرکزی نقطہ وہ جس کے گرد گھومی داستاں

اس کے ذوقِ آگہی پر قدسیوں کو ناز تھا
محرمِ رازِ مشیّت ہادیٔ کون و مکاں

اس نے ڈالی سینۂ عالم میں طرحِ فکرِ نو
اس کے پاؤں پر جھکے تاج و سریرِ خسرواں

اس کی موجِ فیض سے سیراب دشت[2] گل کدہ
ساقیٔ کوثر بھی ہے رہنمائے تشنگاں

پیکرِ خلق و مروّت حاملِ مہر و خلوص
صدرِ بزمِ آدمیت شہریارِ مرسلاں

---

[1] یعنی بے علم عربوں کو ایسی پاکیزہ تعلیم دی۔ کہ وہ دنیا میں جہانبانی کرنے لگ گئے اگڈریوں کو عالم کا سلطان بنایا، نہ صرف اسی جہان میں ان کو عروج حاصل ہُوا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم پر عمل کرکے وہ جنت کے وارث بھی بن گئے۔ [2] موجِ فیض حضورؐ کا اسوہ حسنہ۔

آج کا انساں بھی ہے اسکے کرمؐ سے فیض یاب
آج بھی ہے نغمہ پیرا بربطِ امّ الکتاب (ڈشمر)

رہ نوردِ جادۂ اسریٰ[1]

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمہیں تو ہو
ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تمہیں تو ہو

پھوٹا جو سینۂ شبِ تارِ الست سے
اس نورِ اولیں کا اُجالا تمہیں تو ہو

سب کچھ تمہارے واسطے پیدا کیا گیا!
سب غایتوں کی غایتِ اولیٰ تمہیں تو ہو

اس محفلِ شہود کی رونق تمہیں سے ہے
اس محملِ نمود کی لیلےٰ تمہیں تو ہو

جلتے ہیں جبرئیل کے پَر جس مقام پر
اس کی حقیقتوں کے شناسا تمہیں تو ہو

جو ماسوائے کی حد سے بھی آگے گزر گیا
اے رہ نوردِ جادۂ اسریٰ تمہیں تو ہو

پیتے ہی جس کے زندگیٔ جاوداں ملی
اس جانفزا زلال کے مینا تمہیں تو ہو

اٹھ اٹھ کے لے رہا ہے جو پہلو میں چٹکیاں
وہ دردِ دل میں کر گئے پیدا تمہیں تو ہو

---

[1] سرورِ دو عالمؐ کی سیرتِ پاک۔

دنیا میں رحمتِ دو جہاں اور کون ہے
جس کی نہیں نظیر وہ تنہا تمہیں تو ہو
گرتے ہوؤں کو تھام لیا جس کے ہاتھ نے
اے تاجدارِ یثرب و بطحا تمہیں تو ہو
(ظفر علی خاں)

مُردہ سنتا ہی نہیں چلّا کے روتے ہیں عزیز
دم میں کتنا فاصلہ اللہُ اکبرُ ہو گیا!
(اسیر لکھنوی)

وہ رسولِ امین جنابِ رحمت للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم ہی ہیں کہ جن کے انفاسِ اطہر کی عنبر فشانیوں سے دنیا مہک اٹھی، اور زبان کے موتیوں کی درخشانی سے تا نور نیرین اجالا ہو گیا۔ اس کتاب میں ان ہی سیّدِ ولدِ آدم راہ نوردِ جادۂ اسریٰ کے ارشادات کی روشنی میں مسلمان کے سفرِ آخرت کا اہتمام کیا گیا ہے، احادیث وسنن کے عطر فشاں پھولوں سے تجہیز و تکفین کو بسایا ہے۔

ہر مسلمان کا فرض ہے۔ کہ وہ زندگی بھی رسالت مآب کے عنبر ریز گیسوؤں کے سایہ میں گزارے۔ اور اُس کا مرنا بھی لیلائے سنت کی

وارفتگی میں ہو۔ ؎

چشمِ نرگس نے کھلائے ہیں یہاں گل کیا کیا

کیوں توجہ تری صحرا کی طرف ہے ساقی (ذکی)

مسلمانوں کی خیرخواہی

وَعَنْ جَرِيْرٍ قَالَ بَايَعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى إِقَامِ الصَّلٰوةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالنُّصْحِ لِكُلِّ مُسْلِمٍ ۔ (بخاری مسلم)

"حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے بیعت کی (یعنی اقرار کیا) رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے نماز قائم کرنے پر۔ زکوٰۃ دینے پر۔ اور ہر مسلمان کی خیرخواہی کرنے پر۔"

تشریح:۔ نماز مسلمان اور کافر کے درمیان حد فاصل ہے۔ اسی سے آدمی مسلمان پہچانا جاتا ہے، اور پھر نماز آدمی کو بے حیائی، اور بُرے کاموں سے روکتی ہے۔ اس لئے رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے خصوصی طور پر حضرت جریرؓ سے اقامِ الصلوٰۃ کا عہد لیا، یہ عہد دراصل ساری امت سے لیا ہے جو آپ کو اللہ کا رسولؐ مانتی ہے۔

قرآن مجید نے زکوٰۃ کے آٹھ مصرف بیان کئے ہیں، جو سراسر تقویت اسلام اور قوم کے استحکام پر مبنی ہیں، اس سے اسلامی معاشرہ پلتا پوستا ہے۔ اور مال، دنیا، اور دین کے سب کام سنوارتا اور پروان چڑھاتا ہے۔ اس لئے حضور انورؐ نے ایتائے زکوٰۃ کی بھی بیعت لی ــ اب اُمت کو زکوٰۃ دینے میں غفلت نہیں کرنی چاہیئے۔ یہ سخت حکم ہے۔

نماز اور زکوٰۃ کے علاوہ حضورؐ نے حضرت جریرؓ سے سب مسلمانوں کے ساتھ خیر خواہی کرنے کی بیعت لی۔ کہ ہر مسلمان سے بھلائی کرو، دنیا اور دین کے سب کاموں میں بھی خواہی سے پیش آؤ۔ پھر تمام مسلمانوں کو حضورؐ کے اس ارشاد کے مطابق آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ بھلائی کرنی چاہئے۔ جنازہ پڑھنا بھی مسلمان کی خیر خواہی ہے ــــ اور آخری خیر خواہی ہے۔

حضورؐ نے جنازہ پڑھنے کی خیر خواہی کے علاوہ تمام زندگی مسلمان کے ساتھ خیر خواہی کرنے کا حکم دے دیا۔ ہر مسلمان کو جان لینا چاہئیے کہ اس نے حضورؐ کے ہاتھ پر ہر مسلمان کے ساتھ بھلائی کرنے کی بیعت کی ہے۔ اس لئے بھلائی اور خیر خواہی کرے۔ ؎

یہی ہے عبادت، یہی دین و ایماں!
کہ کام آئے دنیا میں انساں کے انساں

احترامِ مُسْلِم

حجۃ الوداع میں رحمتِ دو عالم کا خُطبہ

ارشاد فرمایا

هٰذَا يَوْمٌ حَرَامٌ وَّ بَلَدٌ حَرَامٌ فَدِمَآءُكُمْ وَ اَمْوَالُكُمْ عَلَيْكُمْ حَرَامٌ مِّثْلَ هٰذَا الْيَوْمِ وَ هٰذَا الْبَلَدِ اِلٰى يَوْمِ تَلْقَوْنَهٗ وَحَتّٰى دَفْعَةً دَفَعَهَا مُسْلِمٌ مُسْلِمًا يُرِيْدُ بِهَا سُوْٓءً وَسَاُخْبِرُكُمْ مَّنِ الْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ النَّاسُ مِنْ لِّسَانِهٖ وَ يَدِهٖ وَ الْمُؤْمِنُ مَنْ

اَمِنَهُ النَّاسُ عَلٰی اَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَالْمُهَاجِرُ مَنْ هَجَرَ الْخَطَایَا وَالذُّنُوْبَ وَالْمُجَاهِدُ مَنْ جَاهَدَ نَفْسَهٗ فِیْ طَاعَةِ اللّٰهِ ۰ (مجمع الزوائد)

"مسلمانو! (سنو!) ۔ آج حرمت والا دن ہے، اور یہ شہر (مکہ مکرمہ) بھی حرمت والا ہے، پس تمہارے خون اور تمہارے مال اور تمہاری آبروئیں تم پر آپس میں حرام ہیں اس دن اور اس شہر کی طرح۔ (یاد رکھو!) قیامت تک یہی حکم ہے۔ یہاں تک کہ تُجھے اڑا دے سے کسی مسلمان بھائی کو دھکا دینا بھی حرام ہے، لو اب میں تمہیں بتاتا ہوں۔ کہ مسلمان کون ہے؟ (مسلمان) وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ (کی ایذا) سے سب مسلمان بچے رہیں (اور) مومن وہ ہے جس سے مسلمان کو اپنے مالوں، اور اپنی جانوں پر امن ہو۔ (اور) مہاجر وہ ہے جو خطاؤں اور گناہوں کو چھوڑ دے۔ (اور) مجاہد وہ ہے۔ جو اپنے (سرکش) نفس سے جہاد کرکے اس کو اللہ کا فرماں بردار، اور مطیع بنا دے۔"

مسلمان کے ساتھ زندگی بھر نیک سلوک کرو

مسلمان کا جنازہ پڑھنے کا وقت تو اس کی موت پر آئے گا۔ چاہیئے۔ کہ اس کی زندگی میں بھی اس کے ساتھ نیک سلوک کریں اس کی عزت اور آبرو کو برقرار رکھیں۔ کبھی اس کی ہتک عزت نہ کریں اس کو بے آبرو نہ کریں۔ اسے گالی نہ دیں۔ اس کی غیبت نہ کریں اس پر بہتان نہ لگائیں۔ اس کی جان اور مال کو کسی قسم کا نقصان

نہ پہنچائیں۔ زبان اور ہاتھ سے کسی طرح کی ایذا اور دکھ نہ دیں۔ جس طرح اپنی اور اپنے اہل و عیال کی عزت پیاری ہے۔ بالکل اسی طرح دوسرے مسلمان بھائی، اور اس کے اہل و عیال کی آبرو عزیز رکھیں۔ حضورؐ نے مسلمان کے احترام کی اس حد تک تاکید فرما دی ہے۔ کہ اُسے دھکا دینا بھی حرام کر دیا۔ سبحان اللہ! اسلام کی کتنی اچھی تعلیم ہے۔

یہ کیا مسلمانی ہے۔ کہ زندگی بھر تو مسلمان بھائی کی بدخواہی کرتا رہا۔ اسے ایذا اور دکھ دیتا رہا۔ اسے نقصان پہنچاتا، اور اس کی ہتک عزت کرتا رہا ــ اس سے حسد۔ بغض اور کینہ رکھا۔ اب اس کے مرنے پر جا جنازے میں شریک ہوا۔ محض برادری کو دکھانے کے لئے! ــ میری حاضری لگا لو! ــ کیا فائدہ اس ریاکارانہ جنازہ ــ پڑھنے کا۔

اسی لئے تو رحمتِ عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے اخلاق کی پاکیزہ تعلیم دی ہے۔ کہ زندگی میں شیر و شکر ہو کر رہو۔ ایک دوسرے کے خیرخواہ، اور جانثار بن کر وقت گزارو۔ اگر کسی کی حق تلفی ہو جائے۔ اس پر ظلم زیادتی ہو جائے۔ تو اللہ سے ڈر کر اس سے معافی مانگ لو۔ اس کو راضی کر لو۔ نفس کے لئے غصہ اور ناراضی نہ ہو۔ بھائی بھائی بن کر رہو۔ غل و غش سے سینہ صاف رکھو۔

بھائی بھائی بن جاؤ حضور انورؐ کی نصیحت ذیل کتنی پیاری ہے۔ اس کو دل پر نقش کر لو اور عمل میں لاؤ

زبان اطہر یوں موتی رو لتی ہے:-

" اپنے نفسوں کو بدگمانی کرنے سے بچاؤ۔ کیونکہ بدگمانی سب سے

زیادہ جھوٹی بات ہوتی ہے!

اور نہ کسی کی کن سوئیاں لو!

اور نہ کسی کے عیب ٹٹولو!

اور نہ خریدار کو دھوکہ بازی سے خریدنے پر رغبت دلاؤ!

اور نہ آپس میں حسد اور بغض کرو!

اور نہ ایک دوسرے کی طرف پیٹھ کرکے بیٹھو!

بلکہ اللہ کے بندے بھائی بھائی بن جاؤ!"

(بخاری شریف)

مسلمان بھائیو! حضور انور کے ارشاد کے مطابق پھر بھائی بھائی بن جاؤ۔ زبان سے نہیں ۔ بلکہ دل سے بھائی بھائی بن جاؤ۔ سینے صاف کرلو۔ پیار اور محبت سے گلے مل جاؤ۔ ایک دوسرے کی خطائیں۔ قصور، اور غلطیاں معاف کردو۔ لین دین کی صفائی کرلو۔ آپس کے حقوق کا بھی فیصلہ کرلو۔ سلیم الصدر ہوجاؤ۔ ایک دوسرے کے کام آؤ۔ بھائی کے پسینے کی جگہ خون بہاؤ۔ دوسرے کی خوشی کو اپنی خوشی۔ اور اس کے دکھ درد کو اپنا دکھ درد جانو۔ ایک دوسرے کی اندر سے خیرخواہی کرو۔ حسد۔ بغض۔ کینہ جیسے رذائل کے قریب نہ پھٹکو۔ اس طرح محبت، اور اخوت کی فضا میں زندگی گزارو۔ سب مل کر نمازیں پڑھو۔ روزے رکھو۔ نیکیوں کو پھیلاؤ۔ بدیوں کو مٹاؤ۔ گناہوں سے ایسی توبہ کرو۔ کہ اعادہ نہ ہو۔ نفس کو اللہ کے حکم کے آگے جھکائے رکھو۔ پورا مطیع رکھو۔ کوئی بیمار ہوجائے، تو عیادت کرو۔ پھر اگر وہ محفلِ ہستی سے اٹھ جائے۔ تو درد و محبت

سے اس کی تجہیز و تکفین کرو۔ رو رو کر اس کے جنازے میں دعائیں پڑھو۔ اور بڑی محبت سے اسے سپردِ خدا کر کے لحد میں رکھ دو۔ پھر بھی اس کے لئے اللہ سے بخشش کی دعا مانگتے رہو! ؎

اے آنکھ! ہجرِ دوست میں آنسو گرا شتاب!
اشکوں کی روشنی میں الٹتا ہے وہ نقاب
کیا تو نے یہ معاملہ دیکھا نہیں کبھی؟
شبنم کے آنسوؤں پہ چمکتا ہے آفتاب

مریضوں کی عیادت کرو

عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ اَطْعِمُوا الْجَائِعَ وَعُوْدُوا الْمَرِیْضَ وَفُکُّوا الْعَانِیَ ؁ (بخاری شریف)

"حضرت ابی موسیٰؓ نے روایت کرتے ہوئے کہا، کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بھوکے کو کھلاؤ، اور بیمار کو پوچھو[1]۔ اور قیدی کو چھڑاؤ۔"

اسلام صرف نماز روزے میں ہی محدود نہیں ہے، بلکہ اور نیکیاں بھی اپنے دامن میں رکھتا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ بھوکے کو کھلاؤ۔ یعنی فقیر، مسکین، مضطر اور لاچار کو کھانا دو۔ صرف اپنا پیٹ ہی نہ پالو۔ دوسروں کا بھی ضرور خیال رکھو۔ ہمدردی کرو۔

---

[1] ایک حدیث میں حضورؐ نے فرمایا، بے شک مسلمان جب عیادت کرتا ہے اپنے مسلمان بھائی کی ہمیشہ رہتا ہے بہشت کے میوہ کھانے میں یہاں تک کہ لوٹ آئے (صحیح مسلم) مطلب یہ ہے کہ مریض کی عیادت کرنے کے سبب وہ شخص جنت اور جنت کے میوے کھانے کے لائق ہو گیا ہے جبتک مریض کے پاس بیٹھا رہتا ہے گویا جنت کے میوے کھا رہا ہے، سبحان اللہ! عیادت کا کتنا ثواب ہے۔

پھر فرمایا۔ مریض کی عیادت کرو، اس سے پوچھو۔ اسے حوصلہ اور تسلی دو۔ اور اگر مفلس ہے۔ تو علاج معالجہ وغیرہ کی سہولت پہنچاؤ۔ اس کی مالی امداد کرو۔

قیدی کو چھڑاؤ۔ اس کی تعمیل آج کل یوں ہو سکتی ہے۔ کہ اگر کوئی نیک اور صالح ـــ بے گناہ آدمی کسی مقدمہ میں پھنس جائے۔ تو اس کو چھڑانے کی کوشش کرو۔

مسلمان کے مسلمان پر حق

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَقُّ الْمُسْلِمِ عَلَى الْمُسْلِمِ سِتٌّ قِیْلَ مَا هُنَّ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ۔ قَالَ اِذَا لَقِیْتَهٗ فَسَلِّمْ عَلَیْهِ وَاِذَا دَعَاكَ فَاَجِبْهُ وَاِذَا اسْتَنْصَحَكَ فَانْصَحْ لَهٗ وَاِذَا عَطَسَ فَحَمِدَ اللّٰهَ فَشَمِّتْهُ وَاِذَا مَرِضَ فَعُدْهُ وَاِذَا مَاتَ فَاتَّبِعْهُ۔ (مسلم شریف)

"حضرت ابی ہریرہ رضؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ مسلمان کے مسلمان پر چھ حق ہیں عرض کیا گیا۔ کیا ہیں وہ اے اللہ کے رسولؐ؟ آپؐ نے فرمایا؟ جب تو مسلمان سے ملاقات کرے۔ تو اس پر سلام کر۔ اور جب بلائے تجھ کو (مدد کے لئے یا ضیافت کے لئے) تو قبول کر، اور جب خیرخواہی چاہے تجھ سے پس خیرخواہی کر اسکی اور جب چھینکے اور الحمد للہ کہے۔ پس جواب دے اس کو۔ یعنی یرحمک اللہ کہہ۔ اور جب بیمار ہو پس عیادت[1] کر

---

[1] صفحہ ۸۲ پر ملاحظہ فرمادیں۔

اس کی ۔ یعنی پوچھ اس کو ۔ اور جب مر جائے ۔ تو ساتھ جا اس کے ۔ یعنی نماز جنازہ اور دفن کرنے کے لئے ۔"

یہ چھ حق جو رحمتِ عالم ؐ نے بیان کئے ہیں ۔ سب مسلمانوں کو ان کا خیال رکھنا چاہیئے :۔

۱ ۔ جب مسلمان بھائی ملے ۔ تو اس کو السّلام علیکم کہیں ۔ خلوص دل سے ۔

۲ ۔ جب کوئی دعوت دے ۔ تو اس کی دعوت قبول کرے ، وہ دعوتِ ولیمہ کی ہو ۔ یا کوئی اور ہو ۔ جب بھی مسلمان بھائی کسی کو کھانے پر بلائے ۔ وہ جائے ۔ اس سے تعلقات بڑھتے ہیں ۔ اور محبت پیدا ہوتی ہے ۔ یہ خیال رہے کہ وہ دعوت شرعًا قابلِ اعتراض نہ ہو ۔

۳ ۔ جب مسلمان بھائی اپنی بھلائی اور خیر خواہی کا کوئی کام کہے ۔ وہ کام ضرور کریں ۔

۴ ۔ جب مسلمان کو چھینک آئے ۔ اور وہ چھینک پر الحمد للّٰہ کہے تو سننے والا یَرْحَمُكَ اللّٰهُ کہے ۔

۵ ۔ اور مسلمان بھائی کی بیمار پرسی کرے ۔ بیمار پرسی کے لئے جائیں ۔ تو مریض کی حالت پوچھیں ۔ پھر اس کو حوصلہ ، اور تسلی دیں ۔ اس کی صحت کے لئے دعا کریں ، اور دس پندرہ منٹ میں مریض

(لہ بقیہ نوٹ صفحہ ۸۱) رحمتِ عالم فرماتے ہیں ۔ جو مسلمان عیادت کرے مسلمان کی اول روز (قبل دوپہر) تو ستر ہزار فرشتے اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں شام تک ۔ اور جو عیادت کرتا ہے آخر روز (بعد دوپہر) تو ستر ہزار فرشتے اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے ہیں صبح تک ، اور ہوتا ہے اس کے لئے باغ بہشت میں ۔ (ترمذی ۔ ابوداؤد)

کو فارغ کر کے چلے جائیں۔ گھنٹوں نہ بیٹھے رہیں۔ کہ اس سے مریض کو اور اس کے گھر والوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ ہاں عیادت کرنے والا اگر مریض کا کوئی جگری دوست ہو، یا رشتہ دار ہو۔ اور مریض اس کو بٹھانے پر اصرار کرے۔ تو پھر بیٹھ جائیں شاید اس کو کوئی کام ہو گا۔

۶۔ اور مسلمان بھائی کی موت پر اس کی نماز جنازہ پڑھے۔

سات چیزیں جائز اور سات ناجائز ہیں۔

ایک اور حدیث بخاری مسلم میں براء ابن عازبؓ کی روایت سے آئی ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے سات چیزوں کا حکم دیا۔ اور سات چیزوں سے منع فرمایا۔ جن کا حکم دیا وہ سات چیزیں یہ ہیں:۔

۱۔ عِیَادَۃُ الْمَرِیْضِ ۔ مریض کی بیمار پرسی کرنا!

۲۔ اِتِّبَاعُ الْجَنَائِزِ ۔ جنازے کے ہمراہ جانا!

۳۔ تَشْمِیْتُ الْعَاطِسِ ۔ چھینک والے کو جواب دینا!

۴۔ رَدُّ السَّلَامِ ۔ سلام کا جواب دینا!

۵۔ اِجَابَۃُ الدَّاعِیْ ۔ بلانے والے کو قبول کرنا۔ یعنی دعوت قبول کرنا!

لہ رحمتِ عالم نے فرمایا، جب تم کسی مریض کی عیادت کیلئے جاؤ، تو اس کی درازیٔ عمر کی دعا کرو اگرچہ اس سے اسکی عمر نہیں بڑھ سکتی لیکن اس کا دل خوش ہو جائے گا (ابن ماجہ) حضورؐ نے فرمایا۔ جو شخص عیادت کیلئے جاتا ہے، تو ایک فرشتہ آواز دے کر کہتا ہے۔ تیرا چلنا نہایت مبارک اور قابلِ تعریف ہے تو نے جنت میں اپنے لیے ایک مکان تیار کر لیا۔ (ابن ماجہ)

۶- اِبْرَارُ الْمُقْسِمِ:- قسم کھانے والے کو سچا کرنا۔ مثلاً اگر کوئی شخص کہے۔ کہ بخدا میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔ جب تک تم یہ کام نہ کرو گے۔ تو دوسرا شخص اس کام کو کر دے۔ تاکہ اس کی قسم سچی ہو جائے۔ خیال رہے کہ وہ کام گناہ کا نہ ہو۔

۷- نَصْرُ الْمَظْلُوْمِ- مظلوم کی مدد کرنا۔

سات ممنوعہ چیزیں یہ ہیں

۱- خَاتَمُ الذَّهَبِ- سونے کی انگوٹھی۔

خبردار! کوئی مرد سونے کی انگوٹھی نہ پہنے۔ گناہ ہے۔

۲- اَلْحَرِيْرُ- ریشم!

۳- اَلْاِسْتَبْرَقُ- اطلس!

۴- اَلدِّيْبَاجُ- لاہی! یہ بھی ریشم کی ایک قسم ہے!

۵- اَلْمِيْثَرَةُ الْحَمْرَاءُ- زین پوش سرخ!

عجمی بادشاہ اور امراء سرخ رنگ کے ریشمی گدے بنا کر زمین پر بچھاتے، اور اس پر بیٹھتے تھے۔ ان کے اندر روئی بھری ہوتی تھی۔ وہ لوگ از راہِ تکبر حریر اور دیبا سے ایسے نمد زین یا گدے بناتے تھے۔ حضور انورؐ نے منع فرما دیا۔

ہاں اگر گدے ریشمی نہ ہوں، اور سرخ رنگ کے بھی نہ ہوں تو ان کا بنانا اور بچھانا جائز ہے!

۶- اَلْقَسِّيِّ- ایک کپڑے کا نام ہے۔ جو مصر کے ایک قریہ قس میں ریشم اور کتان سے تیار ہوتا تھا۔ حضورؐ نے اسکے استعمال

سے بھی منع فرما دیا۔ غرض ہر قسم کے ریشمی کپڑے کو مردوں کے لئے حضورؐ نے حرام کر دیا۔

حریر۔ استبرق۔ دیباج۔ مثیرہ سرخ۔ قسی۔ سب منع ہیں۔ اس زمانہ کے ریشمی کپڑے بھی مردوں کو ہرگز نہیں پہننے چاہئیں۔ سوتی کپڑے ریشم کو مات کرنے والے موجود ہیں۔ زیادہ پیسے ہیں۔ تو وہ خرید کر زیب تن کر لیں۔ ریشمی کپڑے کے نزدیک نہ جائیں۔

۷۔ اٰنِیَۃُ الْفِضَّۃِ:۔ چاندی کے برتن۔

چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا حرام ہے۔ ایک روایت بخاری شریف میں آئی ہے۔ حضورؐ نے فرمایا:۔

مَنْ شَرِبَ فِیْھَا فِی الدُّنْیَا لَمْ یَشْرَبْ فِیْھَا فِی الْاٰخِرَۃِ۔

"جو شخص دنیا میں چاندی کے برتن میں پئے گا۔ آخرت میں اس میں نہ پئے گا۔"

یہی حکم سونے کے برتنوں کا ہے۔ چنانچہ بلوغ المرام میں حدیث ہے حضور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

لَا تَشْرَبُوْا فِیْ اٰنِیَۃِ الذَّھَبِ وَالْفِضَّۃِ وَلَا تَاْکُلُوْا فِیْ صِحَافِھَا فَاِنَّھَا لَھُمْ فِی الدُّنْیَا وَلَکُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ۔

"سونے اور چاندی کے برتنوں میں نہ پیا کرو۔ نہ کھایا کرو۔ کیونکہ یہ دنیا میں کافروں کے لئے ہیں۔ اور تمہارے لئے آخرت میں ہیں۔"

مریض کی عیادت کرنا، بھوکے کو کھلانا اور پیاسے کو پلانا!

اِن نیکیوں کا اللہ کے نزدیک بڑا مقام ہے

حضرت ابی ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم نے فرمایا۔ اس میں شک نہیں کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ فرمائے گا۔ اے آدم کے بیٹے! مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِیْ ۔ میں بیمار ہُوا۔ اور تو نے مجھ کو نہ پوچھا! کہے گا (آدم کا بیٹا) اے میرے پروردگار! کس طرح میں تجھے پوچھتا۔ اور تو رب العالمین ہے۔ (یعنی تو بیماری سے پاک ہے) اللہ فرمائے گا۔

اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ عَبْدِیْ فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّکَ لَوْ عُدْتَهٗ لَوَجَدْتَنِیْ عِنْدَهٗ۔

"کیا تو نے نہ جانا کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہُوا۔ پس نہ پوچھا تو نے اس کو۔ کیا تو نے نہ جانا۔ یہ کہ اگر پوچھتا تو اس کو البتہ پاتا تو مجھ کو اس کے پاس۔"

اے آدم کے بیٹے!۔ اِسْتَطْعَمْتُکَ فَلَمْ تُطْعِمْنِیْ ۔ کھانا مانگا میں نے تجھ سے پس تو نے مجھ کو نہ کھلایا!

کہے گا (آدم کا بیٹا) اے میرے پروردگار! کس طرح کھلاتا میں تجھ کو اور تو رب العالمین ہے! (یعنی تو کھانے سے پاک ہے۔ بے نیاز ہے) اللہ فرمائے گا:۔

اَمَا عَلِمْتَ اَنَّهٗ اسْتَطْعَمَکَ عَبْدِیْ فُلَانٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّکَ لَوْ اَطْعَمْتَهٗ لَوَجَدْتَ ذٰلِکَ عِنْدِیْ۔"

"کیا تو نے نہ جانا کہ کھانا مانگا تجھ سے میرے فلاں بندے

نے پس تو نے نہ کھلایا اس کو - کیا تو نے نہ جانا - کہ اگر کھلاتا تو اس کو البتہ پاتا تو اس کو (یعنی ثواب) میرے پاس "

اے آدم کے بیٹے! - اِسْتَقَيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِيْ - میں نے تجھ سے پانی مانگا - پس نہ پلایا تو نے مجھ کو!

کہے گا (آدم کا بیٹا) اے میرے پروردگار! کس طرح پلاتا میں تجھ کو، اور تو رب العالمین ہے۔ (یعنی تو احتیاج سے مبرا ہے) - اللہ فرمائے گا:

اِسْتَسْقَاكَ عَبْدِيْ فُلَانٌ فَلَمْ تَسْقِهِ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ سَقَيْتَهٗ وَجَدْتَ ذٰلِكَ عِنْدِيْ -

"پانی مانگا تجھ سے میرے فلاں بندے نے پس تو نے نہ پلایا اس کو - کیا تو نے نہ جانا کہ اگر پلاتا تو اس کو پاتا تو اس کو (یعنی ثواب) پاس میرے"۔ (صحیح مسلم)

نوٹ: - مریض کی عیادت کے متعلق اللہ نے فرمایا - کہ اگر تو اس کی عیادت کرتا - تو پاتا تو مجھ کو اس کے پاس - اور کھلانے پلانے کے متعلق فرمایا - پاتا تو ثواب میرے پاس - معلوم ہوا - کہ عیادت کرنا کھلانے پلانے سے درجے میں افضل ہے - اور یہ بھی معلوم ہوا - کہ بھوکوں اور پیاسوں کو کھلانا پلانا مرد مومن کے فرائض میں داخل ہے، مالداروں کو لازم ہے - کہ وہ غریبوں مسکینوں کا ضرور خیال رکھا کریں - ورنہ قیامت کو پوچھ ہوگی -

بیمار پر دا ہنا ہاتھ پھیر کر دعا پڑھیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت

کرتے ہوئے کہتی ہیں۔ کہ جب بیمار ہوتا ہم میں سے کوئی آدمی تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم اس پر اپنا داہنا ہاتھ پھیرتے۔ پھر فرماتے (یہ دعا پڑھتے):۔

اَذْهِبِ الْبَأْسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُكَ شِفَاءً لَّا یُغَادِرُ سَقَمًا ۰ (بخاری مسلم)

" اے پروردگار آدمیوں کے دور کر بیماری اور شفا دے، تو ہی شفا دینے والا ہے۔ نہیں (کہیں بھی) شفا مگر شفا تیری، وہ شفا کہ نہ چھوڑے کسی بیماری کو "

مُعوذات کا دم کرنا

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا۔ کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم بیمار ہوتے تو دم کرتے اپنے اوپر معوذات (قرآن کی آخری دو سورتیں) اور پھیرتے اپنے پر ہاتھ اپنا۔ پھر جب بیمار ہوئے اس بیماری میں کہ وفات پا گئے اس میں تو میں دم کرتی آپ پر معوذات، وہی معوذات جو آپ دم کرتے تھے۔ اور پھیرتی میں ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم کا۔ (بخاری ۔مسلم)

قرآنی آیات سے دم کرنا سنت ہے،

مطلب یہ ہے۔ کہ بیماری میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم معوذات یعنی قرآن کی آخری دو سورتیں پڑھ کر اپنے ہاتھوں پر دم کر کے اپنے بدن مبارک پر پھیرتے تھے۔ پھر جب حضورؐ مرض الموت میں مبتلا ہوئے۔ تو چونکہ کمزور تھے۔ اس لئے حضرت عائشہ صدیقہؓ خود معوذات پڑھ کر حضورؐ کے ہاتھوں پر دم کر کے آپ کے ہاتھوں کو ان

کے بدن مبارک پر پھیرتی تھیں ۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا ۔ کہ قرآنی آیات پڑھ کر دم کرنا سنت ہے ۔

صحیح مسلم کی ایک اور روایت میں ہے ۔ حضرت عائشہ رض کہتی ہیں جب کوئی گھر والوں میں سے بیمار ہوتا ۔ تو حضور اکرم ﷺ اس پر معوذات سے دم کرتے تھے ۔

معوذات جمع ہے ۔ اور سورتیں دو ہیں ۔ یا تو بہ اعتبار آیات کے جمع فرمایا ۔ یا اقل جمع دو ہیں ۔ یا قل ھو اللہ بھی شامل ہے ۔ اور تغلیباً معوذات کہا ۔

درد کے دفعیہ کے لئے دم

حضرت عثمان بن ابی العاص رض نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم سے عرض کیا کہ میرے بدن میں درد ہوتا ہے ۔ آپ نے فرمایا ۔ کہ درد کے مقام پر ہاتھ رکھو ۔ اور یہ پڑھو :۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ تین بار ۔

" شروع اللہ کے نام سے جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے "

اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَ قُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَ اُحَاذِرُ ۔ سات بار ۔

" پناہ مانگتا ہوں میں ساتھ اللہ کی عزت ، اور اسکی قدرت کے برائی اس چیز (درد) کی سے جو پاتا ہوں میں اب اور ڈرتا ہوں (اس کی زیادتی سے) "

قَالَ فَفَعَلْتُ فَاَذْهَبَ اللّٰهُ مَا كَانَ بِيْ ۔ " حضرت عثمان کہتے ہیں ۔ کہ میں نے کیا یعنی مذکورہ دم تو اللہ نے

میری بیماری (درد) دور کر دی۔ (صحیح مسلم)

حضرت جبرئیل کا دم

حضرت جبرئیل علیہ السلام رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم کی خدمت میں آئے۔ اور کہا!

اے محمد (صلے اللہ علیہ و سلم)۔

اِشْتَکَیْتَ۔ کیا آپ بیمار ہیں؟ فَقَالَ نَعَمْ۔ حضور نے فرمایا۔ ہاں! پھر جبرئیل علیہ السلام نے مندرجہ ذیل دعا پڑھ کر آپ پر دم کیا

بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ یُّؤْذِیْکَ مِنْ شَرِّ کُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَیْنٍ حَاسِدٍ اَللّٰہُ یَشْفِیْکَ بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ ہ

" اللہ کے نام کے ساتھ افسون پڑھتا ہوں تجھ پر ہر چیز سے کہ ایذا دے تجھ کو۔ ہر شخص کی برائی سے، یا حسد کرنے والی آنکھ سے اللہ شفا دے تجھ کو اللہ کے نام کے ساتھ افسون پڑھتا ہوں تجھ پر۔" (صحیح مسلم)

نوٹ:۔ نظر لگنے۔ جادو۔ سحر۔ ٹونا وغیرہ کے لئے یہ دم بڑا مجرب ہے۔ پڑھ کر پھونکیں۔ اللہ شفا دے گا۔ البتہ پڑھنے والا نیک، صالح، متقی، اور دین دار آدمی ہونا چاہیئے۔ کیونکہ صالحین کی، دعاؤں، ان کے دم، اور وظیفے مقبول ـــ اور باذن اللہ با اثر ہوتے ہیں۔

امام حسنؓ اور امام حسینؓ کے لئے استعاذہ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کے لئے یہ استعاذہ کرتے تھے۔

اُعِیْذُکُمَا بِکَلِمٰتِ اللّٰہِ التَّآمَّۃِ مِنْ کُلِّ شَیْطٰنٍ

وَّهَامَّةٍ وَّمِنْ كُلِّ عَيْنٍ لَّامَّةٍ ۝

"پناہ میں دیتا ہوں میں تم دونوں کو اللہ کے کلمات کے ساتھ کہ پورے ہیں۔ ہر شیطان کی بُرائی سے۔ اور ہر جانور زہریلے مار ڈالنے والے کی برائی سے۔ اور ہر آنکھ نظر لگانے والے کی برائی سے۔" (بخاری شریف)

اُعِیْذُکُمَا تثنیہ کا صیغہ حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کے لئے ہے۔ اکیلے کے لئے اُعِیْذُکَ پڑھیں۔ اور اگر دو سے زیادہ ہوں تو اُعِیْذُکُمْ کہیں۔

یہ استعاذہ بڑا مجرب ہے۔ نظر بد کے لئے پڑھ کر دم کریں یا لکھ کر گلے میں ڈال دیں۔ صحیح بخاری میں ہے۔ کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ و سلم نے حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ کو فرمایا۔ یہ استعاذہ وہ ہے جو تمہارے باپ حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام۔ حضرت اسماعیلؑ اور حضرت اسحٰقؑ کے لئے کرتے تھے۔

نوٹ:۔ ہر شیطان یعنی ہر سرکش حد سے بڑھنے والے کی بُرائی سے پناہ مانگی گئی ہے۔ وہ جنوں سے ہو۔ یا انسانوں سے۔ اور ہامہ وہ زہریلا جانور جس کے کاٹنے سے آدمی مر جائے۔ جیسے سانپ وغیرہ۔

مریض کی شفایابی کا عمل

حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم نے فرمایا۔ جو مسلمان کسی بیمار مسلمان کی عیادت کو جائے۔ پھر (وہاں جاکر) سات بار کہے۔ (یعنی یہ دعا کرے) تو مریض شفا

دیا جاتا ہے۔ مگر یہ کہ آتی ہو اجل اس کی" (ابوداؤد۔ ترمذی)

دعا یہ ہے

أَسْأَلُ اللهَ الْعَظِيْمَ رَبَّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَنْ يَّشْفِيَكَ ؕ

"سوال کرتا ہوں میں اللہ پروردگار عرشِ عظیم سے یہ کہ شفا دے تجھ کو"

نوٹ:۔ عیادت کرنے والا مریض کے روبرو یہ دعا سات بار پڑھے اگر اس کی موت کا وقت نہیں آیا ہے۔ تو اُس کو ضرور شفا ہو جائے گی۔

تپ اور دردوں کی دُعا

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سکھاتے تھے۔ صحابہؓ کو تپ اور سب دردوں کے (دفعیہ) کے لئے یہ (دعا):۔

بِسْمِ اللهِ الْكَبِيْرِ اَعُوْذُ بِاللهِ الْعَظِيْمِ مِنْ شَرِّ كُلِّ عِرْقٍ نَعَّارٍ وَّ مِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ ؕ (مشکوٰۃ شریف)

"ساتھ نام اللہ بڑے کے پناہ مانگتا ہوں میں ساتھ اللہ بڑے کے ہر جوش مارنے والی رگ کی بُرائی سے۔ اور آگ کی گرمی کی بُرائی سے"

نوٹ:۔ بخار یا دردوں کے مریض کو یہ دعا پڑھ کر اپنے اوپر دم کرنا چاہیئے۔ اللہ شفا دے گا۔

شفائے مرض کی دُعا

حضرت ابی دردا رضؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ

علیہ و سلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ کہ جو کوئی تم میں سے بیمار ہو۔ یا اس کا بھائی بیمار ہو۔ اسے چاہیئے کہ کہے۔ (یہ دعا پڑھے)

رَبُّنَا اللّٰهُ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ تَقَدَّسَ اِسْمُكَ اَمْرُكَ فِی السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ كَمَا رَحْمَتُكَ فِی السَّمَآءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتَكَ فِی الْاَرْضِ اِغْفِرْ لَنَا حُوْبَنَا وَ خَطَايَانَا اَنْتَ رَبُّ الطَّيِّبِيْنَ اَنْزِلْ رَحْمَةً مِّنْ رَّحْمَتِكَ وَ شِفَآءً مِّنْ شِفَآئِكَ عَلٰى هٰذَا الْوَجْعِ ۔ (ابوداؤد)

"رب ہمارا اللہ ہے۔ ایسا اللہ کہ آسمان میں ہے، پاک ہے نام تیرا۔ حکم تیرا آسمان میں اور زمین میں ہے۔ جیسی کہ رحمت تیری آسمان میں ہے۔ پس کر رحمت اپنی زمین میں بخش ہمارے لئے گناہ ہمارے بڑے اور گناہ ہمارے چھوٹے، تو ہے پروردگار پاکیزوں کا۔ اتار رحمت اپنی رحمت سے اور شفا اپنی شفا میں سے اس بیماری پر۔"

نوٹ :۔ مریض اس دعا کو بار بار پڑھے [illegible] پڑھ کر دم کرے۔ شفا ہوگی انشاء اللہ!

بیماری کی دعائیں اور دم کیونکر آ گئے

نوٹ :۔ یہ کتاب سفر آخرت اور جنازہ وغیرہ کے موضوع پر ہے: آپ خیال کریں گے کہ اس میں بیماری کی دعائیں، اور اس سے شفایابی کے دم کیونکر آئے ہیں۔ گزارش ہے کہ بالعموم آدمی بیمار ہو کر ہی مرتا ہے۔ زندگی میں آدمی کو کئی بیماریاں آتی ہیں۔ جن سے وہ شفایاب ہو جاتا ہے۔ بالآخر ایک ایسی بیماری بھی آجاتی ہے جو

جان لیوا ثابت ہوتی ہے۔ پھر جب بیمار ہوں۔ تو ضروری ہے۔ کہ علاج بھی کیا جائے۔ اور دعا بھی کی جائے۔ قرآنی آیات کے ساتھ استعاذہ اور دم وغیرہ بھی کیا جائے۔

مشکوٰۃ میں حدیث ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔ اللہ کے بندو! دوا کیا کرو (یعنی جب بیمار ہو جاؤ۔ تو علاج کیا کرو) پھر جب دوا بیماری کو پہنچتی ہے۔ تو شفا اللہ کے حکم سے ہوتی ہے"

غور کیا آپ نے۔ کہ بیماری میں دوا کرنا بھی سنت ٹھیرا۔ اور دوا کے ساتھ دعا بھی۔ اور دم اور استعاذہ بھی سنت ہُوا۔ اس میں حکمت یہ ہے۔ کہ دنیا کی زندگی بڑی قیمتی اور غنیمت ہے۔ اگر بیماری سے شفا مل جائے۔ تو آدمی بہت سے دین کے کام اور اللہ کی عبادت، اور ذکر کر کے جنت خرید سکتا ہے۔ اس دنیا میں ایک ہی بار آنا ہے۔ ایک ہی پھیرا (TRIP) ہے۔ یہ پھیرا لگ گیا۔ تو بیڑا پار ہو گیا۔ یہ وجہ ہے۔ کہ بیماری سے شفایاب ہونے کیلئے حضورؐ نے دعائیں بھی بتائی ہیں۔ اور استعاذے اور دم بھی تعلیم فرمائے ہیں، اور ساتھ ہی علاج معالجے کا بھی ارشاد فرمایا ہے۔ تاکہ اگر اللہ کو منظور ہو۔ تو بیماری سے صحت مل جائے اور تعمیرِ آخرت کا کچھ مزید سامان ہو سکے۔

شفا حاصل کرنے کے لئے جتنی کوشش ہو سکے۔ کر لی جائے۔ پھر اگر دوا اور دعا کے ذریعہ اللہ شفا بخش دے۔ تو اس کا ہزار شکر ہے۔ کہ گناہ بخشوانے کے لئے اور وقت مل گیا۔ اور اگر اس بیماری میں موت ہی ہو گئی۔ تو پھر جنازہ اور اس کے احکام پر

عمل کرنا ہی پڑے گا۔

بیمار ہوں تو کیا کرنا چاہیئے

جب آپ بیمار ہوں۔ تو ان ہدایات پر عمل پیرا ہوں۔

(۱)۔ طاقت کے مطابق ضرور علاج کریں۔ اور علاج میں حسب ہدایت معالج پرہیز کریں۔

(۲)۔ بھروسا اللہ پر رکھیں۔ نہ کہ دوائی پر۔ کیونکہ جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم نے مشکوٰۃ میں فرمایا ہے۔ کہ دوا جب داء (بیماری) کو پہنچتی ہے۔ بَرِیَٔ بِاِذْنِ اللّٰہِ مریض اللہ کے حکم سے شفا پاتا ہے۔ معلوم ہوا۔ دوا مؤثر بالذات نہیں ہے۔

(۳)۔ نماز ترک نہ کریں۔ کھڑے پڑھیں۔ نہ ہو سکے تو بیٹھ کر۔ بیٹھ کر نہ پڑھ سکیں۔ تو لیٹے ہوئے پڑھیں۔ حتّٰی کہ اشاروں سے ادا کریں۔ اگر وضو مضر ہو۔ تو تیمم سے پڑھیں۔

(۴)۔ اگر قرض ہے۔ تو اس کی ادائیگی کا پہلی فرصت میں بندوبست کریں۔

(۵)۔ حقوق العباد کا بالضرور فیصلہ کریں۔ اگر کسی پر زیادتی یا ظلم کیا ہے۔ تو اس سے بخشوا لیں۔ عار نہ کریں۔

(۶)۔ قطع رحمی اگر دنیاوی یا نفسانی خواہشات کی بنا پر کی ہوئی ہے۔ تو پہلی فرصت میں صلہ رحمی کر لیں۔ اور اگر بغض للہ ہے۔ تو وہ اُس وقت رکھنا چاہیئے۔ جب تک وہ سبب دور نہ ہو جس کی بنا پر ناراضگی ہے۔ حضرت شیخ سعدیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے اور حُبِّ للہ، اور بغض للہ کی بہت عمدہ تشریح کی ہے۔

فرماتے ہیں ۔ ؎

ہزار خویش کہ بیگانہ از خدا باشد
فدائے یک تنِ بیگانہ کاشنا باشد

ہزار خویش ۔ اپنے خون کے رشتے دار ، جو خدا تعالیٰ سے بیگانہ ہوں خدا کے نافرمان ہوں ۔ بے دین ہوں ۔ یہ ہزار ایک بیگانے ، ایک غیر رشتہ دار ۔ پر قربان جو خدا کا آشنا ہو ۔ اللہ والا ہو ۔ متقی ، دیندار اور صالح الاعمال ہو ۔

تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں گزارش ہے ۔ کہ وہ دین دار بن جائیں ۔ پابندِ صوم و صلوٰۃ ہو جائیں ۔ اعلیٰ کردار ، اور اونچا اخلاق پیدا کریں ۔ اور نیکوں ، دینداروں سے محبت کریں ۔ ان سے دینی تعلقات پیدا کریں ۔ ان کے دکھ سکھ میں شریک ہوں ۔ کہ یہی اصل برادری ہے ۔ خواہ یہ نیک لوگ مختلف برادریوں کے ہوں ۔ ان کو آپس میں گھُل مل جانا چاہیئے ۔

اور اللہ اور اس کے رسولؐ کے نافرمان لوگوں سے دل سے ناراض ہونا چاہیئے ۔ محض اس لئے کہ اللہ ان سے ناراض ہے ۔ یہ لوگ خواہ اپنے قریبی رشتہ دار ہی کیوں نہ ہوں ۔

(۷) ۔ دورانِ مرض لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۔ کثرت سے پڑھتے رہیں ۔

(۸) ۔ حضورؐ نے فرمایا ۔ سورۂ فاتحہ ہر بیماری کے لئے شفا ہے ۔ سوائے موت کے ۔" (مشکوٰۃ) ۔ بہتر ہے ۔ کہ سورۂ فاتحہ چینی کی پلیٹ پر زعفران سے لکھ کر مریض کو روزانہ پلاتے رہیں ۔ یا گیارہ بار

پڑھ کر پانی پر دم کر کے پیتے رہیں۔ دوائی کے علاوہ، یہ روحانی علاج بھی کریں۔

(۹) ــــ حتی الوسع صدقہ خیرات ضرور کریں۔ مسجد کی تعمیر و ترقی یا آبادی کے لئے خرچ کریں۔ یا فقراء، مساکین اور غرباء میں تقسیم کریں۔ بہر حال بیماری میں اللہ واسطے ضرور کچھ نہ کچھ دیں۔ تھوڑا یا بہت۔

(۱۰) ــــ جو کوئی بیماری میں چالیس بار پڑھے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ اگر مر جائے گا۔ تو ثواب شہید کا پائے گا۔ (حصن حصین)

(۱۱) ــــ اگر بیماری میں مندرجہ ذیل دعا پڑھے۔ پھر مر جائے۔ اُسی بیماری میں۔ تو نہ جلائے گی اس کو دوزخ کی آگ۔ دعا یہ ہے:-

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اللّٰهُ اَكْبَرُ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَا شَرِیْكَ لَهٗ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ لَا حَوْلَ وَ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ ؕ (حصن حصین)

بیماری کے بعد صحت یاب ہو جائیں۔ تو اللہ کا شکر کریں۔ اور پہلے سے زیادہ دین پر مستعد ہوں۔ کہ اللہ نے اور موقع دے دیا ہے۔

موت کے قریب ناخن کاٹنا اور زیر ناف کے بال لینا

حضرت خبیب رضی اللہ عنہ نے بدر میں حارث بن عامر کو قتل کیا

تھا۔ حارث کے بیٹوں نے خبیبؓ کو (سو اونٹ دے کر) خریدا۔ (تاکہ اپنے باپ کا بدلہ لیں) پھر حضرت خبیبؓ ان کے پاس (مکہ میں) قیدی رہے۔ پھر وہ سب اکٹھے ہوئے۔ حضرت خبیبؓ کے قتل کرنے کے لئے۔ (موت سے پہلے) حضرت خبیبؓ نے حارث کی بیٹی سے استرہ مانگا۔ زیر ناف کے بال لینے کے لئے۔ اس نے دے دیا۔ اسی حالت میں اس کا ایک چھوٹا بچہ خبیبؓ کے پاس (اتفاقاً) جا پہنچا۔ اس بچے کی ماں کو خبر نہ تھی۔ جب دیکھا کہ خبیبؓ کے ہاتھ میں استرہ ہے۔ اور بچہ ان کی ران پر بیٹھا ہوا ہے۔ ماں سہم گئی۔ خبیبؓ نے کہا۔ کیا تو خوف کھاتی ہے۔ کہ کہیں میں اس کو مار نہ ڈالوں گا۔ میں ایسا ہرگز نہ کروں گا۔

پھر کفار نے حضرت خبیبؓ رضی اللہ عنہ کو (اشہر حرم گزرنے کے بعد) تنعیم میں (جو حرم سے خارج ہے) سولی دیدی۔ حضرت خبیبؓ نے ان کو کہا۔ کہ مجھے دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت دے دو۔ انہوں نے دیدی۔ حضرت خبیبؓ نے دو رکعت پڑھ کر یہ شعر پڑھے :۔ ؎

وَلَسْتُ اُبَالِیْ حِیْنَ اُقْتَلُ مُسْلِمًا
عَلٰٓی اَیِّ شِقٍّ کَانَ لِلّٰهِ مَصْرَعِیْ
وَذٰلِكَ فِیْ ذَاتِ الْاِلٰهِ وَاِنْ یَّشَآءْ
یُبَارِكْ عَلٰٓی اَوْصَالِ شِلْوٍ مُمَزَّعِ

"مجھے کچھ پرواہ نہیں جب کہ میں مارا جاتا ہوں۔ مسلمان کسی

لہ کافروں نے حضرت خبیبؓ کو فوراً قتل نہ کیا۔ کہ اشہر حرام تھے۔ اس لئے انتظار کیا کہ ماہ ائے حرام گزرلیں۔ تو قتل کریں گے۔ اتنے دنوں ان کو قید میں رکھا۔ پھر جب حرمت والے مہینے گزر گئے۔ تو انہوں نے حضرت خبیبؓ کو سولی دے دیا۔

کروٹ پر ہو خدا کے لئے میرا مارا جانا۔ یہ قتل میرا
خدا کے لئے ہے۔ اور جو خدا چاہے۔ تو برکت دے
عضوِ پارہ پارہ کے ٹکڑوں میں" (ابوداؤد)

مُلاحظہ:۔ ابوداؤد میں یہ واقعہ کتاب الجنائز میں بیان کیا گیا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت خبیبؓ صحابیِ رسُول نے موت سے پہلے صفائی کے لئے استرہ طلب کیا۔ تو مسلمانوں کو بھی چاہیئے۔کہ وہ بیماری کی حالت میں ناخن کاٹ ڈالیں۔ اور زیرِناف کے بال بھی لے لیں۔جس طرح حضرت خبیبؓ نے کیا۔ رضی اللہ عنہ

مصیبت موجب بھلائی بھی ہوتی ہے

حضرت ابی ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم نے فرمایا:۔

مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ بِہٖ خَیْرًا یُّصِبْ مِنْہُ۔ (بخاری شریف)

"جس شخص کے ساتھ اللہ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے وہ مصیبت زدہ ہو جاتا ہے۔ واسطے حاصل کرنے بھلائی کے"

نوٹ:۔ ہر ناخوش و ناپسند امر کو مصیبت کہتے ہیں۔ یہ مصیبت دو طرح سے آتی ہے۔ ایک اس لئے کہ مصیبت زدہ کے گناہ جھڑتے ہیں وہ معاصی سے پاک ہو جاتا ہے۔ اگر وہ صبر کرے اور راضی رہے اللہ کی بھیجی ہوئی تکلیف پر۔ جزع فزع نہ کرے۔ بلکہ گناہوں کی معافی چاہے۔ استغفار کرے۔

اور بعض اوقات مصیبت شامتِ اعمال بن کر آتی ہے۔ یہ اللہ کا قہر ہوتا ہے۔ اس میں آدمی اللہ کی یاد سے غافل ہوتا ہے، اور

فزع بھی کرتا ہے۔ صابر شاکر نہیں ہوتا۔

مسلمان کا ہر رنج و غم گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم نے فرمایا :-

مَا يُصِيْبُ الْمُسْلِمَ مِنْ نَصَبٍ وَّلَا وَصَبٍ وَّلَا هَمٍّ وَّلَا حُزْنٍ وَّلَا اَذًى وَّلَا غَمٍّ حَتَّى الشَّوْكَةِ يُشَاكُهَا اِلَّا كَفَّرَ اللهُ بِهَا مِنْ خَطَايَاهُ ۔ (بخاری۔مسلم)

"نہیں پہنچتا مسلمان کو کوئی رنج - اور نہ کوئی دکھ، اور نہ کوئی فکر۔ اور نہ ہمّ اور نہ ایذا ۔ اور نہ غم یہاں تک کہ کانٹا پہنچایا جاتا ہے اس کو مگر جھاڑتا ہے اللہ تعالےٰ بسبب اس کے گناہ اس کے"

مسلمان ہر طرح فائدے میں ہیں

مرد مومن ، موحّد مسلمان، عامل کتاب و سنت دنیا میں ہر طرح نفع میں رہتا ہے۔ شب و روز اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جو وہ نیک اعمال صوم و صلوٰۃ اور حج و زکوٰۃ وغیرہ بجالاتا ہے۔ ان سب کا وہ بے حد اجر پاتا ہے۔ اہل و عیال کے لئے جو حلال روزی کماتا ہے۔ یہ بھی گویا اس کی نافلہ عبادت ہی ہے۔ کہ حدیث میں حضورؐ نے فرمایا حلال روزی کمانا فرض ہے بعد (نماز روزہ وغیرہ) فرض کے۔ (مشکوٰۃ)

ایسے ہی عامل مسلمان کے چوبیس گھنٹے نیکی میں گزرتے ہیں۔ کہ وہ اوامر پر چلتا اور نواہی سے دامن کش رہتا ہے۔

اب اگر اس کو کوئی تکلیف ، مصیبت ، رنج ، غم ، ایذا وغیرہ

پہنچے۔ تو اللہ تعالیٰ کی توفیق سے صبر کرے گا۔ اور استغفار کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو جھاڑ دے گا۔ حتیٰ کہ اگر اس کو کوئی کانٹا بھی چبھ جائے گا۔ تو یہ بھی اس کے گناہوں کا کفارہ ہوگا۔ اس کو کوئی پریشانی آئے گی۔ تو وہ بھی گناہوں کو مٹائے گی۔ کوئی غم آئے گا۔ تو معاصی کے پہاڑوں کو اکھاڑے گا۔ اگر کسی قسم کی ایذا کی لُو چلے گی۔ تو اس کے لئے آغوشِ رحمت وا ہوگی۔ بہرحال مسلمان (کام کا نہ کہ نام کا) دنیا میں ہر طرح فائدے ہی میں ہے، اس کے نامۂ عمل میں اجر اور ثواب عبادات کا درج ہو رہا ہے اور غموں سے گناہ مٹ رہے ہیں۔ اس کی خوشی اور اس کا غم دونوں میں اس کے لئے خیر اور بھلائی ہے۔

رسولِ رحمت کی بیماری سخت تر تھی

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا

مَا رَأَيْتُ اَحَدًا الْوَجَعُ عَلَيْهِ اَشَدُّ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (بخاری۔ مسلم)

"نہیں دیکھا میں نے کسی کو۔ کہ بیماری اس پر سخت تر ہو رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم کی بیماری سے"۔

حضورؐ کی آزمائش حیثیت کے مطابق آتی تھی

نوٹ:۔ معلوم ہوا۔ کہ جنابِ رسولِ خدا۔ اشرفِ انبیاء۔ شافعِ روزِ جزا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیماری اتنی سخت تھی۔ کہ ساری امت میں اتنی سخت کسی کو نہیں آئی اور نہ آئے گی۔ اس میں یہ حکمت معلوم ہوتی ہے۔ کہ

جتنا رحمت للعالمین صلے اللہ علیہ و سلم کا مرتبہ، مقام اور حیثیت ہے ابتلا بھی اسی درجہ بڑھ کر آئی ہے۔ کیونکہ اللہ کی طرف سے تکلیفوں اور مصیبتوں کو سہنے اور برداشت کرنے کی ہمت، اور توفیق بھی آپ کو شایان شان عطا ہوتی ہے۔ آپ کا صبر، حوصلہ، پائے مردی اور بردباری لامثال ہے۔ اس لئے آپ بیماریوں کی سختی کے پہاڑ، دکھوں، دردوں، غموں، اندوہوں کے آسمان بخوشی خاطر اٹھا لیتے تھے۔ اور درجے بھی اسی طرح عدیم النظیر رکھتے تھے۔ یوں سمجھیے۔ کہ آپ کی شان بھی سب سے بڑھ کر۔ آپ کی مصیبت اور آزمائش بھی سب سے زیادہ۔ آپ کا صبر بھی سب سے نرالا۔ آپ کا ثواب اور اجر بھی اولادِ آدم سے اونچا۔

حضورِ انور کا بخار دو آدمیوں کے برابر ہونا

ایک دن حضرت عبداللہ بن مسعودؓ رحمتِ عالمؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور حضورؐ بخار میں تھے حضرت عبداللہؓ نے آپ کو ہاتھ لگایا۔ اور کہا۔ حضورؐ! آپ کو سخت بخار ہوتا ہے؟۔ آپؐ نے فرمایا۔ اَجَلْ اِنِّیْ اُوْعَكُ كَمَا يُوْعَكُ رَجُلَانِ مِنْكُمْ۔ ہاں! مجھے بخار ہوتا ہے۔ جتنا تم میں سے دو آدمیوں کو بخار ہوتا ہے۔ حضرت عبداللہؓ نے عرض کیا حضورؐ! یہ اس لئے ہوتا ہے۔ کہ آپؐ کو دوگنا ثواب ملے؟ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں! پھر فرمایا۔ نہیں کوئی مسلمان کہ پہنچے اس کو ایذا مرض سے یا سوا اس کے مگر دور کرتا ہے اللہ بسبب اس کے، گناہ اس کے جیسے درخت اپنے پتے جھاڑتا ہے۔ (بخاری شریف)

سید المرسلین کی حالتِ وفات

د عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ مَاتَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ حَاقِنَتِي وَ ذَاقِنَتِي فَلَا أَكْرَهُ شِدَّةَ الْمَوْتِ لِاَحَدٍ اَبَدًا بَعْدَ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ ۔ (رواہ البخاری)

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ وفات ہوئی رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم کی درمیان میرے حلقے (چنبر گردن) اور ٹھوڑی کے۔ پس میں موت کی سختی کو مکروہ نہیں جانتی کسی کے لئے ہرگز رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم کے بعد"

موت کی سختی بری علامت نہیں ہے

جناب رسول اکرم صلے اللہ علیہ و سلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے چنبر گردن کے ساتھ تکیہ کئے ہوئے تھے۔ کہ رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں۔ کہ میں خوب جانتی ہوں رحمتِ عالم کی موت کی سختی کو۔ حضورؐ کے بعد میں نے کسی کے لئے موت کی سختی کو مکروہ نہیں جانا۔ مطلب یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا خیال تھا۔ کہ موت کی سختی گناہوں کے سبب ہوتی ہے۔ جب انہوں نے شفیعِ عاصیاں صلے اللہ علیہ وسلم کی موت کی سختی دیکھی تو ان کا خیال بدل گیا۔ اور یہ یقین ہو گیا۔ کہ موت کی سختی بری علامت نہیں ہے۔ اور نہ برے انجام پر دال ہے۔ بلکہ وہ بلندیِ درجات کے لئے ہے۔

نجاتِ آخرت اعمالِ صالح پر موقوف ہے

اس سے یہ بات بھی

واضح ہو گئی۔ کہ اگر کسی صالح، متقی، دیندار۔ ولی اللہ کو موت کی سختی پہنچے۔ تو یہ علامت ہرگز بُری نہیں ہے۔ بلکہ اس کے گناہوں کے دور ہونے، اور بلندیٔ درجات کی علامت ہے۔ اور اگر کسی فاسق فاجر، بے دین آدمی کی جان بڑی آسانی سے نکل جائے، تو یہ اس لئے نیک علامت نہیں ہے۔۔ دراصل اعتبار عملی زندگی ہے۔ جس کی حیات دو روزہ اللہ اور اس کے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں گزری ہو۔ صالحیت اور نیکی میں بسر ہوتی ہو۔ اگر اس پر موت کی سختی بھی آ جائے۔ تو کوئی غم کی بات نہیں ہے۔ اس سے گناہ جھڑتے ہیں۔ اور درجے اونچے ہوتے ہیں۔ اور اگر نیکوکار، فرشتہ خصلت، آدمی کی جان بری آسانی سے نکل جائے۔ تو یہ بھی مالکِ رقاب کی مہربانی ہے۔ دیکھنا یہ ہے۔ کہ مرنے والے کی عملی زندگی کیسی تھی۔

بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ دیکھئے۔ کہ فلاں صاحب کی جان بڑی آسانی سے نکل گئی ہے۔ کوئی تکلیف نہیں ہوئی۔ بس حرکتِ قلب بند ہو گئی۔ اور موت ہو گئی۔ یا گھر آ کر بیٹھے ہی تھے۔ کہ پانی مانگا۔ ابھی پانی پیا نہ تھا۔ کہ ختم ہو گئے وغیرہ۔ گزارش ہے۔ اگر ایسے آسانی سے مرنے والے بھائی صوم و صلوٰۃ، اور حج و زکوٰۃ کے پابند تھے۔ نیکوکار۔ دیندار، اور صالح انسان تھے۔ تو یہ آسانی سے مرنا ان کے لئے مبارک ہے۔ اور اگر کتاب و سنت سے کوسوں دور تھے، تو یہ موت کی آسانی نجات دلانے کے لئے کچھ بھی کام نہ آئے گی۔ اعتبار دینداری اور عملی زندگی کا ہے۔ تو مذکورہ حدیث کے سلسلہ میں بات

یہ ہو رہی تھی۔ کہ نیکوکار آدمی کو اگر موت کی سختی پیش آ جائے۔ تو بُری نشانی نہیں ہے۔ درجے بلند ہوں گے۔ اور گناہ معاف۔ تو نجات آخرت موت کی سختی نرمی پر موقوف نہیں ہے۔ بلکہ اعمال صالح پر موقوف ہے۔

خداوندا! ۔ تیری بارگاہِ لم یزل میں ہم بڑی عاجزی سے دعا کرتے ہیں۔ کہ زندگی بھر ہمیں ان نیک اعمال کی توفیق دے۔ جو تیرے فضل سے آخرت میں موجب نجات ہوں۔ اور ساتھ ہی لرزتے کانپتے، گریہ کناں ہماری یہ بھی دعا ہے۔ کہ ہم سب کو موت کی سختی سے بچا لینا، نزع کا وقت ہم سب پر آسان کرنا۔ ربّ کریم۔ غفور و رحیم معبود! ہم تیری آزمائش کے لائق نہیں ہیں ہمیں آزمانہ! بار بار تیرے درِ اجابت کو دستک دیتے ہیں۔ پیارے مولا! موت کی سختیوں اور بے ہوشیوں میں ہماری مدد کرنا۔ آنکھوں کے دریچے بند ہوتے ہی سینے کا در باز ہو جائے۔ ؎

بر در آمد بندۂ بگریختہ
آبروئے خود زعصیاں ریختہ

مومن کی مثال مانند کھیتی کے ہے

وَعَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَثَلُ الْمُؤْمِنِ کَمَثَلِ الزَّرْعِ لَا تَزَالُ الرِّیْحُ تُمِیْلُهٗ وَلَا یَزَالُ الْمُؤْمِنُ یُصِیْبُهٗ

الْبَلَاءُ وَ مَثَلُ الْمُنَافِقِ كَمَثَلِ شَجَرَةِ الْاَرْزَةِ لَا تَهْتَزُّ حَتّٰى تُسْتَحْصَدَ ۔ (بخاری۔ مسلم)

"حضرت ابی ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم نے فرمایا۔ مثل مومن کی مانند کھیتی کے ہے۔ ہمیشہ ہوائیں اس کو جھکاتی رہتی ہیں۔ اور ہمیشہ رہتا ہے مومن کہ پہنچتی ہے اس کو بلا، اور مثل منافق کی مانند درخت صنوبر کے ہے۔ کہ نہیں ہلتا حتیٰ کہ اکھاڑا جاتا ہے"

کھیتی پر کیا گزرتی ہے

کھیتی جب پک جاتی ہے، تو اسے کاٹ لیتے ہیں۔ پھر اس کی بالیوں سے اناج۔ غلہ نکال لیا جاتا ہے۔ یہ ہے کھیتی کا حاصل! ـــ لیکن کھیتی کو حاصل تک پہنچنے کے لئے بے شمار دشوار۔ مشکل اور خطرناک منازل طے کرنا پڑتی ہیں۔ کبھی زور کی آندھی آتی ہے۔ تو کھیتی زمین بوس ہو جاتی ہے۔ پھر رفتہ رفتہ سر اٹھاتی اور جھومتی ڈولتی کھڑی ہوتی ہے۔ پھر زور کا مینہ برسا ـــ اور جھک گئی۔ پھر جب دھوپ لگی۔ تو اٹھ بیٹھی۔ پھر ژالہ باری کی مصیبت آگئی۔ ایسی مصیبت کہ کھیتی کا کچومر نکل گیا۔ پھر کہیں جا کر سرت سنبھلی۔ اور اُٹھ کھڑی ہوئی۔ کچھ دنوں بعد سیلاب کی زد میں آ گئی۔ اور کمزور پڑ گئی۔ رفتہ رفتہ پھر اس میں جان پڑ گئی۔ اتنے میں سورج کی دُھوپ نے اسے پکا ڈالا۔ سرخ ہو گئی۔ اب کٹ گئی۔ تو حاصل بنی نوع انسان کا قوت لایموت بن گیا۔

مومن کی مبارک زندگی

یہی حال اور مثال مرد مومن کی ہے کہ اُسے پکنے اور پروان چڑھنے (جنت میں جانے) تک دکھوں، دردوں، غموں، اندوہوں، آلاموں، مرضوں، کربوں، ضربوں، اور بے شمار پریشانیوں اور مصیبتوں کے پاٹوں میں پسنا ہے۔ محفل ہستی میں قدم رکھتے ہی ایسا روتا ہے کہ زندگی بھر روتا ہی رہتا ہے۔ اسے سکھ کا سانس آتا ہی نہیں۔ یہ حال مومن کا ہے۔ کہ وہ باوجود آندھیوں، بارشوں سیلابوں، ژالہ باریوں، طوفانوں کے اپنے حاصل کو نہیں بھولتا۔ کھیتی کی طرح سنبھل سنبھل کر پک جاتا ہے ـــ اطاعت خداوندی کی تابش اس کے خرمن ایمان کو سرخ کر دیتی ہے۔ اور بالآخر کٹ کر (وفات پا کر) منزل مقصود کو پہنچ جاتا ہے تکلیفوں اور مصیبتوں میں مومن نہ اپنی راہ بھولتا ہے۔ اور نہ راہ میں جامد ساکت ہو کر بیٹھ ہی رہتا ہے۔ الحاصل مومن کی زندگی کھیتی کی مثل مبارک اور کامیاب ہے۔

منافق دوزخ کا ایندھن

برعکس اس کے منافق کی زندگی صنوبر کے درخت کی مانند ہے۔ کہ اس درخت کو ہوا۔ مینہ کا کچھ اثر نہیں۔ مدتوں سے کھڑا ہے یہاں تک کہ یک لخت اکھاڑ دیا جاتا ہے۔ ایسے ہی منافق کو بھی کوئی ہوا۔ مینہ نہیں۔ خوب بے فکری سے پھلتا پھولتا ہے، عیش سے زندگی گزارتا ہے۔ دکھوں، تکلیفوں سے ناآشنا ہے، یہاں تک کہ اجل آئی۔ کٹ گیا۔ اور ایندھن جہنم میں چلا گیا۔

حقیقی شہید اور حکمی شہید

حقیقی شہید

ایک تو مشہور شہید ہے۔ جو اللہ کی راہ۔ میدانِ جنگ میں صرف اللہ کا کلمہ بلند کرنے کی نیت سے کفار سے لڑکر مارا جاتا ہے۔ جیسا کہ قرآن میں آتا ہے:۔

وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ یُّقْتَلُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَمْوَاتٌ ط بَلْ اَحْیَآءٌ وَّ لٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ہ (پ۲ ع ۳)

"اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں۔ ان کو مردے نہ کہو، بلکہ زندہ ہیں۔ اور لیکن تم نہیں سمجھتے۔"

ایسا شخص جو اللہ کی راہ میں مارا جائے۔ حقیقی شہید کہلاتا ہے، اور اس کے مرتبہ کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ اللہ تعالےٰ نے ان شہیدوں کو ایسی پاک زندگی بخشی ہے۔ جس کو دنیا والے سمجھ ہی نہیں سکتے۔ چنانچہ فرمایا:۔ وَلٰکِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ـــــ "ولیکن تم شہیدوں کی زندگی کا شعور نہیں رکھتے۔" اور یہ بھی فرمایا:۔ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ "یہ شہید اپنے رب کے پاس رزق دیئے جاتے ہیں۔ (پ۴)

حدیث مشکوٰۃ میں ہے۔ کہ "اللہ کی راہ میں مارے گئے شہیدوں کی روحوں کو اللہ عرش کی قندیلوں میں جگہ دیتا ہے۔ جہاں سے وہ جنت میں آتی ہیں۔ اور جنت کی نہروں سے پیتی اور جنت کے پھلوں سے کھاتی ہیں۔ اور خوش ہیں۔"

یہ ہے زندگی پاک جو شہیدوں کو ملی ہے۔ کہ قیامت سے

پہلے ہی وہ جنت کی نہروں سے پیتے۔ اور پھلوں سے کھانے لگ جاتے ہیں۔ یہ ہیں حقیقی شہید۔ لامثال مرتبے والے! ان کے مرتبے پر غور کریں۔ کہ قیامت کے آنے سے پہلے ہی ان پر جنت کا کھانا پینا کھول دیا گیا ہے۔ حالانکہ دوسرے نیک بندے قیامت کے حساب کے بعد جنت میں جاکر کھائیں پیئیں گے۔

ان شہیدوں کی روحیں دنیا میں ہرگز نہیں آتیں۔ اور نہ کسی کی مدد معونت کرتی ہیں۔ اور نہ دنیا کے کھانے کھاتی ہیں۔ فَرِحِيْنَ بِمَا اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (پ۴) — "جو کچھ اللہ نے اپنے فضل سے ان کو دیا ہے۔ (نعمتیں وغیرہ وہ ان میں) مگن ہیں"

حکمی شہید کسے کہتے ہیں

حقیقی شہید کے متعلق تو آپ پڑھ چکے۔ کہ میدانِ جنگ میں کفار سے لڑ کر مرنے والے حقیقی شہید کہلاتے ہیں۔ جن کے مراتب علیا تک کسی کی رسائی نہیں۔ اس کے علاوہ ایک حکمی شہید ہے یعنی شہید دراصل تو صرف حقیقی شہید ہی ہے۔ لیکن بعض دوسری دردناک موتیں ایسی ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان موتوں پر شہادت کا حکم لگا دیا ہے۔ حکمی شہید میدانِ جنگ میں تو نہیں مرا۔ لیکن اس کی موت ایسی اچانک اور کربناک ہوتی ہے۔ کہ اس کو حقیقی شہیدوں کی مانند کچھ ثواب دے دیا جاتا ہے۔ حقیقی شہید کا ثواب یا مرتبہ تو ہرگز نہیں۔ اس کی مثل کسی طرح کا درجہ مل جاتا ہے۔ یوں سمجھئے۔ کہ حقیقی شہداء کے پیچھے خدام کی صورت حکمی شہید ہوں گے۔

حکمی شہادت کا مطلب سمجھنے کے لئے ایک مثال پر غور کریں۔ کہ پیشاب حقیقی نجاست ہے۔ اس کی اصل پلید ہے۔ حدیث مشکوٰۃ میں ہے۔کہ "پیشاب سے پرہیز نہ کرنے والے ایک شخص کو حضورؐ نے قبر میں معذّب دیکھا" اس سے پیشاب کی نجاست اور پلیدی کا آپ اندازہ لگا سکتے ہیں۔

اس کے مقابلہ میں انسان کی منی حقیقت میں پاک ہے۔ جبھی تو اس سے انبیاء ۔ اولیاء اللہ اور حضرت انسان کی پیدائش ہوتی ہے۔ چونکہ منی کے اخراج سے ایک طرح کی پژمردگی۔ اور کسل و کاہلی لاحق ہوتی ہے۔ اس لئے شریعت نے اس پر نجاست کا حکم لگا کر غسل کرنا ضروری قرار دے دیا ہے۔گویا منی نجاست حکمی ہے۔ نجاست حقیقی نہیں۔حقیقت میں پاک ہے۔آبِ بینی یا لعاب دہن کی طرح سمجھ لیجئے۔کسی مصلحت کی بنا پر شریعت نے اسے حکماً نجس کہہ دیا ہے۔ اسی لئے "اگر منی کپڑے پر خشک ہو جائے۔ تو اسے کھرچ کر نماز ادا کر سکتے ہیں" (مشکوٰۃ شریف)

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے بعض موتوں پر شہادت کا حکم لگا کر مرنے والوں کو اپنی بخشش کے سمندر میں ڈبو دیا ہے ان کے بے شمار گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ بشرطیکہ مرنے والا مشرک اور بدعتی نہ ہو۔ اور نیت میں خلوص ہو۔

حکمی شہداء

حضرت ابی ہریرہ رضؓ سے روایت ہے۔کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اَلشُّهَدَآءُ خَمْسَةٌ اَلْمَطْعُوْنُ وَ الْمَبْطُوْنُ وَ الْغَرِيْقُ

وَصَاحِبُ الْهَدْمِ وَالشَّهِيْدُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۔ (بخاری ، مسلم)

"شہدار پانچ ہیں۔ طاعون زدہ ۔ پیٹ کی بیماری سے مرنے والا۔ ڈوبنے والا۔ دیوار یا چھت کے نیچے دبنے والا۔ شہید اللہ کی راہ میں۔

(۱) ـــ جو کوئی طاعون میں صبر کرتا ہے۔ اور بھاگتا نہیں ہے اور پھر اس میں مرجاتا ہے۔ ثواب مانند شہید کے پاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ یہ مرض بڑا موذی ، دکھ دینے والا۔ گویا ایک عذاب ہے۔ اس کا مریض آگ میں جھونک دینے کی طرح تکلیف پاتا ہے۔ جب کہ حدیث میں آیا ہے۔ کہ مومن کو کانٹا بھی چبھے تو اس کے گناہ جھڑتے ہیں۔ تو جس کو طاعون کے تنور میں ڈال دیا گیا ہو۔ اس کو کتنی تکلیف ہوگی۔ پھر ایسے مریض کے گناہ بھی بے شمار جھڑیں گے۔ اور اللہ اپنے فضل سے اسے ایک طرح کی شہادت کا ثواب دے گا۔

بخاری شریف میں حضورؐ نے فرمایا۔ طاعون عذاب ہے۔ جو اللہ اپنے بندوں پر، جس پر چاہے بھیجتا ہے۔ اور اللہ نے بنایا ہے اس کو رحمت واسطے مومنوں کے (جو صبر کرتے ہیں)۔ پھر جس شخص کے شہر میں طاعون آئے۔ وہ اپنے شہر میں ٹھیرا رہے۔ صبر کرنے والا۔ ثواب کی طلب کرنے والا۔ یہ یقین کرنے والا۔ کہ اسے وہی چیز پہنچے گی۔ جو اس کے لئے لکھی گئی ہے۔ تو اس کو شہید کی مانند ثواب ہوگا۔

(۲) ـــ پیٹ کی بیماری والا :- یعنی اسہال سے مرے۔ ہیضہ

وغیرہ سے جان دے۔ استسقار بھی پیٹ ہی کا بُرا مرض ہے۔ ایسی موت بھی شہادت کے مترادف ہے۔ کیونکہ ان امراض کا مریض بھی از حد تکلیف پاتا ہے۔

(۳)۔ ڈوبنے والا۔ یعنی کشتی وغیرہ میں بیٹھا۔ اور ڈوب کر مر گیا یہ موت بڑی دردناک ہے۔ اس لئے غریق کے بھی اللہ سب گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اور اس کی موت کو شہادت کا رنگ دیتا ہے، کہ وہ بڑی ہی سختی سے مرا ہے۔ اس نے از حد دردناک موت سے جان دی ہے۔

(۴)۔ دیوار یا چھت کے نیچے دب کر مر جانے والا۔ یہ بڑی سختی سے مرتا ہے۔ موت کے وقت لوگ مرنے والے کے منہ میں شہد۔ آبِ زمزم اور ٹھنڈا پانی ڈالتے ہیں۔ لیکن دب کر مرنے والے کے منہ میں اخیر وقت مٹی پڑتی ہے۔ اور ہوا تک نصیب نہیں ہوتی، اس لئے اللہ اس پر ترس کرتا ہے۔ اور اس کے گناہوں کے پہاڑ گرا دیتا ہے۔ اور موت کو شہادت کے لفظ سے نوازتا ہے۔

یاد رہے کہ یہ سب حکمی شہید ایک طرح کے اعزازی شہید ہیں۔

(۵)۔ اَلشَّھِیْدُ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ۔ اللہ کی راہ میں جان دینے والا۔ ؎

زباں پہ بارِ خدایا یہ کس کا نام آیا!
کہ میرے نطق نے بوسے مری زباں کے لئے

یہ ہے حقیقی شہید! ۔ اچھا بھلا چنگا۔ تندرست۔ صحیح سلامت۔ خوب صورت جوان۔ اس کی رضا کے لئے۔ اس کا کلمہ بلند کرنے، کفر کی یلغار سے اسلام اور ملت کو بچانے کے لئے میدانِ

جنگ جا کر۔ جان بوجھ کر موت کو للکارتا ۔ اور بالآخر شہید ہو جاتا ہے۔ دیدہ دانستہ اپنی زندگی اللہ کی خوشی پر قربان کرتا ہے ۔ اس شہید کے مرتبے کو کون پا سکتا ہے۔ یہ ہے حقیقت میں شہادت۔

ان چار حکمی شہیدوں کے علاوہ حدیثوں میں اور ایسے شہداء کا ذکر بھی آیا ہے ۔ مظاہر حق میں امام سیوطیؒ کے حوالے سے مندرجہ ذیل حکمی شہداء گنائے گئے ہیں :۔

وبائے طاعون میں جو صبر کرے۔ یعنی اپنا شہر چھوڑ کر بھاگ نہ جائے ۔ اس کو شہید کا ثواب ملے گا۔ اور جو بھاگ جائے طاعون سے وہ مانند بھاگنے والے کے ہے کفار کی لڑائی سے ۔ (مشکوٰۃ)

ذات الجنب والا !

جل کر مرنے والا !

عورت جو مرے حمل سے !

مرض سل والا !

مسافر جو مرے سفر میں !

مسافر جو گرے سواری پر سے اللہ کی راہ میں !

نگہبانی کرنے والا اسلام کی سرحد پر !

گر پڑنے والا گڑھے میں کہ کھا جائیں اس کو درندے !

جو کوئی اپنے مال کی حفاظت کرتے مارا جائے۔

جو جہاد میں گیا اور اپنی موت مر گیا !

جو مارا جائے ظلم سے، اور مرجائے اسی مار سے !

جس کو اونٹ یا گھوڑا کچل ڈالے !

جو مرے زہریلے جانور کے کاٹنے سے!

جو مضبوط پکڑے سنت کو فساد امت کے وقت! ۔ شہادت کا ثواب پاتا ہے۔

جو کوئی دن میں پڑھے یہ دعا پچیس بار۔ پھر مرجائے۔ تو شہید ہے۔ دعا یہ ہے:۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لِیْ فِی الْمَوْتِ وَ فِیْمَا بَعْدَ الْمَوْتِ ہ

جو مرے وبا میں!

جو کوئی مرے بحالتِ طالب علمی!

شریق یعنی جس کے گلے میں پانی پھنس گیا۔ اور دم گھٹ کر مرجائے!

سچا اور امانت دار تاجر قیامت کے دن شہداء کے ساتھ ہوگا۔

جو کوئی مرگی سے مرجائے!

جو کوئی حج یا عمرے میں مرجائے۔

جس کو کوئی آفت پہنچے اور وہ مرے صبر کرتا ہوا بڑی بلا پر!

جو کوئی پڑھے صبح تین بار یہ:۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ السَّمِیْعِ الْعَلِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ۔ پھر سورۃ حشر کی آخری تین آیات۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ ستر ہزار فرشتے متعین کر دیتا ہے۔ پھر وہ شام تک اس کے لئے بخشش کی دعا کرتے ہیں۔ پھر اگر مرجائے۔ اس دن تو شہید مرتا ہے۔ اور جو کوئی پڑھے یہی شام کو تو یہی ثواب پاتا ہے۔

مصائب و بلیّات گناہوں کے باعث آتی ہیں

حضرت ابی موسیٰ رضؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نہیں پہنچتی بندے کو تھوڑی ایذا یا زیادہ اس سے، یا کم اس سے۔ مگر بسبب گناہ کے۔ اور وہ گناہ کہ درگزر کرتا ہے اللہ ان سے (بغیر سزا دیئے) بہت زیادہ ہیں (سزا والوں سے) پھر پڑھی حضور انورؐ نے یہ آیت :-

وَمَا أَصَابَكُم مِّن مُّصِيبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ أَيْدِيكُمْ وَيَعْفُو عَن كَثِيرٍ ۝ — (ترمذی شریف)

"اور جو مصیبت تم کو پہنچتی ہے۔ پس بسبب اس چیز کے ہے۔ کہ کمایا تمہارے ہاتھوں نے اور معاف کرتا ہے بہت گناہوں سے"

شامتِ اعمال جو مصیبت بھی آتی ہے۔ بیماری ہو۔ فقر و فاقہ ہو۔ قحط ہو۔ وبا ہو۔ زلزلہ ہو۔ کوئی سختی ہو انسانوں کے اعمال بد کے باعث آتی ہے۔ یعنی گنہگاروں کے گناہوں۔ عیبوں، بدیوں، بدکاریوں۔ اور خلافِ شرع افعال جن سے اللہ غضبناک ہوتا ہے ـــ کے سبب مصائب و نوائب آتے ہیں۔ اور جو نیک لوگوں پر مصائب آتے ہیں۔ اللہ سے ڈرنے والے۔ گناہوں سے بچنے والے۔ صالح الاعمال۔ اللہ کے بھلے بندے۔ مصیبتوں اور تکلیفوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔ تو اس سے ان کے درجے بلند ہوتے ہیں۔ وہ مصائب کو صبر کی ڈھال پر لیتے ہیں

اور قرب خدا پاتے ہیں۔ اس کی جوار میں جگہ حاصل کرتے ہیں۔ تو نیکوں پر مصائب آزمائش کے لئے آتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ پھر بھی بڑا مہربان اور رحم والا ہے۔ فرماتا ہے۔ وَ یَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ۔ اور بہت سے گناہ (بغیر سزا دیئے) معاف کرتا ہے یعنی جن گناہوں کے سبب ہم پر مصیبت نازل کرتا ہے۔ ان گناہوں کے علاوہ اور ہمارے بے شمار گناہ ایسے ہیں۔ جو خود بخود ہی معاف کر دیتا ہے۔ ہمیں پکڑتا نہیں۔

الحاصل مصیبتیں اور بلائیں بندوں کی شامتِ اعمال ہے۔ ہمیں ہر وقت توبہ اور استغفار میں لگے رہنا چاہیئے۔ اس سے اپنے گناہ بخشواتے رہنا چاہیئے۔ اور اس کو ناراض کرنے والا کوئی کام نہ کرنا چاہیئے۔

بیماری میں نیکیوں کا اجر ملتا رہتا ہے

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِذَا ابْتُلِیَ الْمُسْلِمُ بِبَلَاءٍ فِیْ جَسَدِهٖ قِیْلَ لِلْمَلَكِ اُكْتُبْ لَهٗ صَالِحَ عَمَلِهِ الَّذِیْ كَانَ یَعْمَلُ فَاِنْ شَفَاهُ غَسَلَهٗ وَطَهَّرَهٗ وَ اِنْ قَبَضَهٗ غَفَرَ لَهٗ وَ رَحِمَهٗ۔ (مشکوٰۃ شریف)

"جب مسلمان کسی اپنی جسمانی بیماری میں مبتلا کیا جاتا ہے، تو کہا جاتا ہے۔ نیکی لکھنے والے فرشتے کو۔ لکھ اس (مریض) کے لئے اچھا عمل اس کا جو کرتا تھا۔ (پہلے بیمار ہونے کے، یعنی صحت کی حالت میں)، پھر اگر اس کو اللہ نے شفا

دے دی۔ تو دھوتا ہے اس کو، اور پاک کرتا اس کو،
(گناہوں سے بسبب بیماری کے) اور اگر مارتا ہے اس کو،
تو بخشتا ہے اس کو اور رحم کرتا ہے اس پر۔"

اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل کتنا وسیع ہے۔ کہ جب کوئی نیک آدمی، اوراد، وظائف پڑھنے والا۔ تلاوت قرآن کرنے والا ۔ اللہ کے ذکر میں محو رہنے والا، بیمار پڑ جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نیکی لکھنے والے فرشتے کو حکم دیتا ہے۔ کہ اس مریض کے نامہ اعمال میں اس کے وہ سب نیک عمل لکھتے جاؤ، جو وہ تندرستی کی حالت میں کرتا تھا۔ اور بوجہ بیماری کے اس سے چھوٹ گئے ہیں۔ مثلاً ہر روز یہ آدمی چار سپارے قرآن کے پڑھتا تھا۔ تین ہزار بار درود شریف چار ہزار بار آیت کریمہ۔ پانچ ہزار بار سبحان اللہ و بحمدہ سبحان اللہ العظیم۔ تین ہزار بار حسبنا اللہ و نعم الوکیل وغیرہ پڑھتا تھا۔ تہجد بھی، اشراق بھی۔ نماز تسبیح بھی ادا کرتا تھا۔ یہ سب اعمال صالح اب اس سے ترک ہو گئے ہیں۔ کہ بیمار ہے، کمزور ہے۔ فرشتو! ہر روز اس مسلمان مریض کے نامہ عمل میں اس کا سارا روز مرہ کا معمول درج کرتے رہو۔ جب تک بیمار رہے اس کے متروک نیک عمل لکھتے رہو۔

یہ سب نافلہ نیک اعمال کا ذکر ہے۔ نماز بیماری کی حالت میں بھی معاف نہیں۔ فرض نماز مریض کو ضرور ضرور پڑھنی پڑے گی۔

پھر اگر مریض صحت یاب ہو گیا۔ تو اللہ بسبب مرض کے اس کے تمام گناہ دھو کر، اس کو پاک کر کے چارپائی سے اٹھائے گا۔

سبحان اللہ! بیمار پڑا۔ تو دورانِ مرض نیکیاں نامۂ اعمال میں لکھی جاتی رہیں۔ گویا خدا کے فضل سے اس کے اوراد و وظائف کا معمول بدستور جاری رہا۔ اس میں کوئی نقصان، کوئی کمی نہیں آئی۔ اور تندرست ہوا۔ تو گناہوں سے پاک صاف ہو کر اٹھا۔

اور اگر یہ صالح الاعمال — بندۂ خدا اس مرض میں فوت ہو گیا تو اللہ تعالیٰ اس کو بخش دے گا۔ اور اس پر رحم کر کے جنت میں داخل کر دے گا۔ بے شک اللہ بڑے فضل والا ہے۔

نبیوں پر سخت ترین بلا آتی ہے

حضرت سعدؓ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا۔ اَیُّ النَّاسِ اَشَدُّ بَلَاءً ”لوگوں میں کون سخت تر ہے از روئے بلا کے؟ — (یعنی سب سے بڑھ کر سخت مصیبت کس پر آتی ہے) حضورؐ نے فرمایا۔ اَلْاَنْبِیَاءُ۔ نبیوں پر، ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ۔ پھر جو بہت مشابہ ہو (عمل میں) نبیوں کے۔ پھر وہ نہ بہت مشابہ ہو (اتباع میں) نبیوں کے۔

یُبْتَلَی الرَّجُلُ عَلٰی حَسَبِ دِیْنِہٖ ” مبتلا کیا جاتا ہے آدمی (مصیبت میں) موافق اپنے دین کے۔

فَاِنْ کَانَ فِیْ دِیْنِہٖ صُلْبًا اِشْتَدَّ بَلَاءُہٗ ” پس اگر ہوتا ہے۔ اپنے دین میں سخت، سخت ہوتی ہے بلا اس کی۔

وَاِنْ کَانَ فِیْ دِیْنِہٖ رِقَّۃٌ ھُوِّنَ عَلَیْہِ ” اور اگر ہوتی ہے اس کے دین میں نرمی۔ ہلکی کی جاتی ہے اس پر بلا“

حَتّٰی یَمْشِیَ عَلَی الْاَرْضِ مَالَہٗ ذَنْبٌ ۰ ”یہاں تک چلتا ہے

وہ زمین پر اور نہیں ہوتا واسطے اس کے کوئی گناہ۔

(ترمذی۔ ابن ماجہ)

معلوم ہُوا۔ کہ اس عالم کون و فساد میں انسان کے لئے چین نہیں ہے۔ اور چین ہو بھی کس طرح۔ کہ اصل وطن سے نکل کر پردیس میں آئے ہوئے ہیں۔ یہ مصیبتوں، دکھوں، دردوں، فکروں، غموں، حربوں، ضربوں، کربوں، مرضوں، اندوہوں، پریشانیوں، بے چینیوں، حادثوں، صدموں، رنجوں۔ بلاؤں۔ وباؤں، زلزلوں، سیلابوں، اور انواع واقسام کے عذابوں کا گھر ہے۔ اگر اس قیدخانہ میں اللہ سے لو لگ جائے۔ وہ راضی اور خوش ہو جائے۔ تو یہ تمام مصیبتیں عزم و ایمان کی زد میں آکر گرد ہو جاتی ہیں۔ اور بندۂ مومن اپنی منزل کی جانب رواں دواں چلا جاتا ہے، ؎

میا را بزم بر ساحل کہ آنجا
نوائے زندگانی نرم خیز است
بدریا غلط و باموجش در آویز
حیاتِ جاوداں اندر ستیز است (اقبالؒ)

تو سب سے کڑی آزمائش، سخت ترین بلا انبیاء پر آتی ہے۔ اور وہ اللہ کے بندے ان مصیبتوں، اور بلاؤں کو سینے سے لگائے پھرتے ہیں۔ گویا مصائب و نوائب انبیاء کی گود میں کھیلتے ہیں۔ اور انبیاء ہیں۔ کہ ان کے ماتھے پر شکن تک نہیں پڑتی۔ وہ بلا کا حوصلہ رکھتے ہیں۔ اور جانتے ہیں۔ کہ دنیا چمنستانِ سنبل و ریحان نہیں بلکہ مقامِ پرورش آہ و نالہ ہے۔ ؎

نہ تو زمیں کے لئے ہے، نہ آسماں کے لئے
جہاں ہے تیرے لئے، تو نہیں جہاں کے لئے
یہ عقل و دیں ہیں شررِ شعلۂ محبت کے
وہ خار و خس کے لئے ہے، یہ نیستاں کے لئے
مقامِ پرورشِ آہ و نالہ ہے یہ چمن
نہ سیرِ گل کے لئے ہے نہ آشیاں کے لئے

پیغمبروں کے بعد تکالیف اور مصائب ان لوگوں کو پہنچتے ہیں۔ جو اعمال و کردار میں پیغمبروں کے زیادہ مشابہ ہوتے ہیں۔ پھر جو شخص دین میں جتنا راسخ اور مضبوط ہوتا ہے۔ اس کو اتنی ہی تکلیف آتی ہے۔ اگر اس کے دین میں نرمی ہوتی ہے۔ تو بلا بھی آسان، اور ہلکی پہنچتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر شخص کی ایمانی قوت کے مطابق اس پر بلا اور آزمائش نازل کرتا ہے۔ اور حکمت ان بلاؤں کے آنے کی یہ ہے۔ کہ اس کے گناہ دُھل جاتے ہیں۔ وہ گناہوں سے پاک صاف ہو جاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ زمین پر چلتا ہے۔ مَالَہٗ ذَنْبٌ۔ نہیں رہتا اس کے لئے کوئی گناہ۔

یا اللہ ہمارے گناہ معاف کر دے

یا ذوالجلال والاکرام! — اے غفور و رحیم معبود! — اے وہ ذات کہ جس کی رحمت بے کراں ہے۔ اور بخشش بے انتہا! ہمارے گناہوں کو معاف کر دے۔ ہم پر مصائب و نوائب نازل نہ فرما۔ ہمیں نہ آزما۔ ہم رو سیاہ — کمزور ایمان والے — تیری آزمائش کا بار نہیں اٹھا سکتے۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ كَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا اِنَّنَا اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْئَلُكَ الْعَفْوَ وَ الْعَافِيَةَ فِى الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ ۝

اے اللہ! ہمارے گناہوں کو بخش دے۔ ہمیں مصائب وبلیّات سے محفوظ رکھ! اور صحت وعافیت سے اپنی پسند کے اعمال کی توفیق عطا فرما!

دُنیا میں تکلیف پہنچنے کی وجہ

حضرت انسؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے بندے سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے۔ جلدی دیتا ہے اس کو سزا گناہوں کی دنیا میں۔ اور جب ارادہ کرتا ہے اپنے بندے سے برائی کا۔ بند رکھتا ہے۔ (گناہوں کی سزا) اس سے۔ یہاں تک کہ پوری دے گا اس کو (سزا) بسبب گناہ کے قیامت کے روز۔ (ترمذی)

نوٹ:۔ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی سزا آسان اور سہل ہے۔ اور وقتی ہے۔ کہ دنیا فانی ہے۔ لیکن آخرت کی سزا بڑی سخت اور دائمی ہے۔ تو جس کے گناہ اللہ یہاں ہی مصائب بھیج کر معاف کر دیتا ہے۔ واقعی اس کے ساتھ بھلائی کرتا ہے۔

چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت سے ایک حدیث ترمذی شریف میں آئی ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

ہمیشہ پہنچتی رہتی ہے بلا مسلمان مرد یا عورت کو اس کی ذات میں۔ یا اس کے مال میں، یا اس کی اولاد میں تا زیست۔ وَ مَا عَلَیْہِ مِنْ خَطِیْئَۃٍ ۔ اور نہیں ہوتی اس پر کوئی خطا۔ یعنی سب خطائیں بسبب بلاؤں کے بخشی جاتی ہیں۔ (ترمذی)

یعنی کسی نہ کسی صورت میں مسلمان مرد و عورت کو بلا پہنچتی رہتی ہے۔ غم۔ فکر۔ پریشانی۔ بیماری وغیرہ زندگی بھر لاحق رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ موت آ جاتی ہے۔ اور اس وقت مرنے والے پر کوئی خطا باقی نہیں رہتی۔ زندگی بھر کی پریشانیوں۔ اور تکلیفوں کے باعث اللہ خطائیں بخش دیتا ہے۔

رہے جو ہوش تو وہ جانِ جاں نہیں ملتا

کسی دانا آدمی کا قول ہے۔ مُوْتُوْا قَبْلَ اَنْ تَمُوْتُوْا ۔ یعنی مرنے سے پہلے مر جاؤ۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ راہب اور تارک دنیا ہو جاؤ۔ بلکہ مفہوم یہ ہے۔ کہ اللہ کے حکم کے آگے اپنے آپ کو مردہ بنا دو۔ اپنی خواہشوں، ارادوں، خیالوں، آرزوؤں اور ہواؤں کو مرضی مولا پر قربان کر دو۔ اس کی رضا اور حکم کے آگے دم بخود رہو۔ مرضیِ مولا از ہمہ اولیٰ کا ثبوت دو اس کے سامنے مردہ بدست زندہ کی صورت رہو۔ پورے پورے غلام بنو۔ تا کہ وہ راضی ہو جائے۔ اور اپنا بن جائے۔ اللہ مل جائے، ؎

رہے جو ہوش تو وہ جانِ جاں نہیں ملتا
بغیر کھوئے ہوئے کچھ یہاں نہیں ملتا

ہزار جلوۂ رنگیں ہزار ذوقِ نظر
بیانِ حسن کو حسنِ بیاں نہیں ملتا
مذاقِ دید کی تکمیل ہو تو کیونکر ہو
کہ وہ ملے تو پھر اپنا نشاں نہیں ملتا (ثمر)

مرض سے ایسا پاک ہوتا ہے جیسے ماں نے جنا!

شداد بن اوس اور صُنابحی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم نے فرمایا۔ بیشک اللہ فرماتا ہے جب مبتلا کرتا ہوں میں بندۂ مومن کو اپنے بندوں میں سے (کسی بیماری میں) پس (وہ بندہ بیماری میں) تعریف کرتا میری مبتلا ہونے پر فَاِنَّهٗ يَقُوْمُ مِنْ مَضْجَعِهٖ ذٰلِكَ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ مِنَ الْخَطَايَا ۔ پس تحقیق وہ کھڑا ہوتا ہے اس خواب گاہ اپنی سے (کہ جہاں بیمار پڑا تھا) پاک ہو کر گناہوں سے، مانند اس دن کے کہ جنا تھا اس کو اس کی ماں نے۔ پھر فرماتا ہے پروردگار برکت والا، اور بلند، قید کیا میں نے بندے اپنے کو (بیماری میں) اور آزمایا اس کو پس جاری رکھو اور لکھو (اے کراماً کاتبین) واسطے اس کے وہ عمل جو تم جاری کرتے اور لکھتے تھے اس حالت میں۔ کہ وہ تندرست تھا۔ (مشکوٰۃ شریف بحوالہ احمد)

ملاحظہ:۔ مردِ مومن۔ عامل کتاب و سنت، جب بیمار پڑتا ہے۔ تو اللہ اس کے گناہوں کو معاف کرتا ہے۔ یہاں تک کہ جب وہ بیماری سے اٹھتا ہے۔ تو گناہوں سے ایسا پاک ہوتا ہے۔ جیسا کہ جنا اس کو اس کی ماں نے پاک گناہوں سے۔

اور دورانِ مرض اللہ فرشتوں کو حکم دیتا ہے۔ کہ اس کے عمل نامے میں وہ اعمال لکھتے جاؤ۔ جو وہ تندرستی کی حالت میں کرتا تھا۔

غم سے بھی گناہ جھڑتے ہیں

حضرت عائشہؓ سے روایت ہے' وہ کہتی ہیں۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ،جس وقت بندے کے گناہ بہت ہو جاتے ہیں اور نہیں ہوتی کوئی چیز نیک اعمال میں سے۔ کہ جھاڑے ان کو' مبتلا کرتا ہے اللہ تعالیٰ بندے کو ساتھ غم کے۔ تاکہ جھاڑے گناہوں کو، اس بندے سے بسبب غم کے"۔

تپ کو بُرا نہ کہیں

حضرت ابی ہریرہؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے روبرو تپ کا ذکر کیا گیا۔ ایک شخص نے تپ کو بُرا کہا۔ اس پر حضور انورؐ نے فرمایا :-

لَا تَسُبُّوْهَا فَإِنَّهَا تَنْفِي الذُّنُوْبَ كَمَا تَنْفِي النَّارُ خَبَثَ الْحَدِيْدِ ـــ (ابن ماجہ) ـــ "تپ کو بُرا نہ کہو۔ کیونکہ یہ تپ دور کرتی ہے گناہوں کو جیسے دور کرتی ہے آگ لوہے کی میل کو"

معلوم ہوا۔ کہ اللہ بندے کا بڑا خیر خواہ ہے۔ کہ تپ سے بھی بندے کو گناہوں سے پاک کرتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہوا کہ بخار کو بُرا نہیں کہنا چاہیئے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک (بخار کے) مریض کی عیادت فرمائی۔ فرمایا :- اَبْشِرْ۔ خوش وقت ہو۔ فَاِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى

يَقُوْلُ هِيَ نَارِيْ اُسَلِّطُهَا عَلٰى عَبْدِي الْمُؤْمِنِ لِتَكُوْنَ حَظَّهٗ مِنَ النَّارِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔ پس تحقیق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یہ تپ آگ ہے میری۔ مسلط کرتا ہوں میں اسے اپنے مومن بندے پر دنیا میں۔ تا کہ ہو حصہ اس کا نارِ دوزخ سے قیامت کے دن" (مشکوٰۃ شریف)

یعنی تپ کی گرمی جو یہاں مومن مریض کو پہنچتی ہے، اس کے سبب دوزخ کے عذاب سے امن میں رہے گا۔

بیماری اور رزق کی تنگی کفارۂ گناہ ہیں۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔ پاک اور برتر پروردگار فرماتا ہے۔ مجھے اپنی عزت اور بزرگی کی قسم ہے۔ نہیں نکالوں گا۔ میں کسی کو دنیا میں سے۔ کہ جس کو بخشنے کا ارادہ کرتا ہوں۔ یہاں تک کہ پورا دوں میں بدلہ ہر گناہ کا جو اس کی گردن پر ہے۔ بسبب اس کی بدنی بیماری کے اور رزق کی تنگی کے" (مشکوٰۃ)

معلوم ہوا۔ کہ بیماری اور رزق کی تنگی بھی مومن کے لئے گناہوں کا کفارہ ہیں۔ ہم اللہ سے ہزار بار معافی مانگتے ہوئے دعا کرتے ہیں کہ اے پیارے اللہ! ہم کو بیماری اور رزق کی تنگی سے بچا۔ دوامِ صحت کی نعمت عطا کر، اور رزق کی فراخی بخش اور نیک اعمال کی توفیق دے۔

پھر بھی اللہ اگر اپنی مرضی سے بیماری اور رزق کی تنگی بھیج دے۔ تو بندے کو صبر و شکر سے کام لینا چاہیئے۔ اور اس کی عبادت پر پوری طرح مستعد رہنا چاہیئے۔ کہ اس کے آگے کسی کو دم مارنے کی مجال نہیں۔

ناگہانی موت کیسی ہے

یحییٰ بن سعیدؒ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم کے زمانے میں ایک شخص کو (ناگہانی) موت آئی۔ تو ایک شخص نے کہا:۔

هَنِيْئاً لَهٗ مَاتَ وَ لَمْ يُبْتَلَ بِمَرَضٍ ۔ "مبارک ہو اس کے لئے موت کہ مرا۔ اور نہیں گرفتار ہوا کسی بیماری میں۔"

رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم نے (یہ سن کر) فرمایا:۔

وَيْحَكَ مَا يُدْرِيْكَ ۔" وائے تجھ کو کس چیز نے معلوم کروایا (کہ اچانک موت مبارک ہے۔ اور بیمار نہ پڑنا خوبی ہے۔ سنو!) لَوْ اَنَّ اللهَ ابْتَلَاهُ بِمَرَضٍ فَكَفَّرَ عَنْهُ مِنْ سَيِّاٰتِهٖ ۔ اور اگر مارتا اس کو اللہ تعالیٰ ساتھ بیماری کے پس دور کرتا برائیاں اس کی۔" (رواہ مالک مرسلاً)

بیماری سے مرنا، اچانک موت سے بہتر ہے۔

آدمی بیمار پڑے۔ تو اس کے گناہ جھڑتے ہیں۔ پھر توبہ کرنے کا موقع بھی پاتا ہے۔ کچھ خیرات، صدقات اور وصیت بھی کر سکتا ہے۔ اسی لئے حضورؐ نے مذکورہ حدیث میں اس شخص کو فرمایا۔ کہ تو جو کہتا ہے۔ کہ فلاں شخص کی اچانک موت مبارک موت ہے۔ تجھ کو کیسے معلوم ہوا۔ کہ یہ موت مبارک ہے۔ اور بیمار نہ پڑنا اچھی بات ہے؟ ـــ گویا حضورؐ نے اچانک موت (حرکتِ قلب بند ہو کر مرنے) کے بجائے بیمار پڑ کر

مرنے کو ترجیح دی۔

جیبِ ایمان دیناروں سے پُر رہے

چونکہ پتہ نہیں۔ کہ موت کب اور کس طرح آئے گی، حرکتِ قلب بند ہونے سے آتی ہے۔ یا حادثات میں سے کسی حادثہ کا شکار ہو کر مرنا ہے۔ اس لئے ضروری ہے۔ کہ اس دراز سفر کیلئے پلے عملوں کا ذخیرہ رہے۔ جیب مال سے بھری رہے۔ پاس بک (نامہ عمل) میں بنک بیلنس (BANK BALANCE) کافی ہو۔

ارشاد رب العالمین ہوتا ہے:۔

وَاتَّقُوْا يَوْمًا لَّا تَجْزِيْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْئًا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ۝

(پ۱ ع۶) ـــ "اور ڈرو اس دن سے کہ نہ کفایت کرے گا کوئی جی کسی جی سے کچھ، اور نہ قبول کی جائے گی اس سے سفارش، اور نہ لیا جائے گا اس سے معاوضہ۔ اور نہ وہ (عملوں کے کنگال) مدد دیئے جائیں گے"

اب آپ ہی غور کریں۔ کہ مرنے کے بعد اس دن کا سفر پیش آنا ہے۔ جس دن کوئی شخص کسی شخص کے کام نہ آئے گا۔ اور نہ کسی کی سفارش چل سکے گی۔ اور نہ معاوضہ یا بدلہ قبول کیا جائیگا اور نہ کوئی معاون و مددگار ہوگا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن مجید میں مزید اطلاع دیتے ہیں ـــــ "اُس دِن" کے لئے لرزہ براندام کرتے ہیں:۔

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ ۝ وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ ۝

وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ ٥ (پ ۳۰ ع ۵)-
"اُس دن بھاگے گا آدمی اپنے بھائی سے، اور اپنی ماں سے، اور اپنے باپ سے۔ اور اپنی بیوی سے، اور اپنے بیٹوں سے" یعنی کوئی کسی کا نہیں بنے گا۔ نفسی نفسی کا عالم ہوگا۔

پھر کس قدر ضروری ہے۔ کہ ہماری جیب ایمان دیناروں سے پُر رہے۔ زاد آخرت کی تھیلی ہاتھ میں ہو۔ تاکہ کسی وقت، کسی حال، اور کسی صورت میں بھی موت آئے۔ تو ہم کو اللہ کی ملاقات کے لئے تیار پائے۔ ؎

آگاہ ہو جو تو چاہتا ہے دنیا میں نہیں وہ ہونے کا
اسباب طرب کا تو جویا، سامان یہاں ہے رونے کا

مصیبت میں صبر کرنے کے ارشادات

حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ صبر صدمہ کے شروع میں کام آنے والی چیز ہے۔ (ابن ماجہ)

(نوٹ):۔ مطلب یہ ہے۔ کہ صدمہ کے شروع میں چیخنا پکارنا اور واویلا کرنا صبر کے منافی ہے۔ صبر موجبِ اجر وہی ہوتا ہے کہ ابتدائے صدمہ میں ہو۔ ورنہ آخرکار تو صبر آ ہی جاتا ہے۔ اور اس صبر کا کوئی فائدہ نہیں۔

چنانچہ حضرت ابو امامہؓ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و

سلم نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ابن آدم!۔ اگر تو ابتدائے صدمہ کے وقت ثواب کے خیال سے صبر اختیار کرے گا۔ تو میں تیرے لئے جنت کے سوا اور کوئی ثواب پسند نہیں کروں گا۔ (ابن ماجہ)

صبر کے نتیجہ میں رسولِ خدا مل گئے

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص کو کوئی مصیبت پہنچے، پھر وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق (جیسا کہ قرآن میں ہے) کہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ[1] ۔ (آگے یہ کہے) اَللّٰھُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَ اَعْقِبْنِیْ خَیْرًا مِّنْھَا[2] ۔ تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کے ساتھ ایسا ہی کرے گا"۔

حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں۔ کہ جب میرے خاوند ابو سلمہؓ نے وفات پائی۔ تو میں نے (حضورؐ کی فرمودہ) یہی دعا مانگی۔ (جو اوپر مذکور ہے)۔ اور اپنے جی میں کہا۔ وَ مَنْ خَیْرٌ مِّنْ اَبِیْ سَلَمَۃَ۔ اور کون ابی سلمہؓ سے بہتر ہوگا؟ (خدا کی شان) فَاَعْقَبَھَا اللّٰہُ۔ رَسُوْلَہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ۔ ام سلمہؓ کو اللہ تعالےٰ نے (جناب سید الکونین رحمت للعالمین) حضرت مُحَمَّدٌ رسول اللہ

---

[1] ہم سب اللہ ہی کا مال ہیں، اور ہم سب اسی کے پاس جانے والے ہیں۔

[2] اے اللہ! میری مصیبت میں مجھے اجر اور اس سے بہتر نیک عوض عطا فرما۔

(نوٹ):۔ ایک روایت میں اس دعا کے الفاظ یوں بھی آتے ہیں:۔
اَللّٰھُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاَخْلِفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا۔ (صحیح مسلم)
۔ترجمہ دونوں دعاؤں کا ایک ہی ہے۔

صلے اللہ علیہ وسلم نکاح میں عطا فرما دیئے۔ (موطا امام مالکؒ)

سبحان اللہ وبحمدہٖ سبحان اللہ العظیم۔ اللہ کے پیارے رسول جناب سید ولد آدم کی باتیں کتنی سچی اور پائیدار ہیں۔ کہ ام سلمہؓ نے اپنے خاوند کی وفات پر آپ کی فرمودہ دعا مانگی۔ اور دعا میں جب یہ کہتیں۔ فَاَعْقِبْنِیْ خَیْرًا مِّنْھَا۔ پس اس سے بہتر عوض مجھے عطا کر۔ تو خیال کرتیں۔ کہ ابو سلمہؓ میرے مرحوم خاوند سے بہتر اور کون ہو سکتا ہے؟ لیکن انہیں کیا خبر تھی۔ کہ صبر کے نتیجہ میں وحی خفی (دعا) کے افق پر آفتاب رسالت ضَو ریز ہو جائے گا۔ ان کی مصیبت کی شبِ تار سے وہ سپیدۂ سحر پھوٹے گا جو رسالت کے نور میں مدغم ہو کر تا نور نیرین درخشاں رہے گا۔ ام سلمہؓ رسالت مآب کی زوجیت کا شرف پاکر ام المومنین بن جائینگی، رضی اللہ عنہا۔

سبحان اللہ! کس یقین سے دعا مانگی۔ کہ اجابت نے دعا کا منہ چوم لیا۔ ؎

افلاک سے آتا ہے نالوں کا جواب آخر
کرتے ہیں خطاب آخر اٹھتے ہیں حجاب آخر

رَبُّ العزّت! ہماری عبادتوں اور دعاؤں کو بھی یقین و خلوص کی نعمت سے بہرہ ور فرما۔ ؎

اشکوں میں رہنے والے آنکھوں کے سامنے آ
اے رازِ دل، سراپا افشائے راز ہو جا

قندیل صبر کی روشنی

قاسم بن محمدؒ کہتے ہیں۔ کہ میری زوجہ فوت ہو گئی۔ محمدؒ بن کعب قرظی مجھے تعزیت دینے

کو تشریف لائے۔ اور کہنے لگے۔ کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص فقیہہ عالم، عابد، مجتہد تھا۔ اس کی بیوی تھی۔ جس پر وہ فریفتہ تھا۔ اور اسے بڑا چاہتا تھا۔ اتفاق سے وہ فوت ہو گئی۔ اس عالم کو ازحد رنج ہوا۔ اور وہ گھر میں دروازہ بند کر کے بیٹھ گیا۔ اور لوگوں سے ملاقات ترک کر دی۔ اس کے پاس کوئی نہ جاتا تھا۔

ایک عورت نے یہ قصہ سنا۔ اور اس کے دروازے پر جا کر کہا۔ کہ میں نے ایک مسئلہ پوچھنا ہے۔ اور اس عالم سے پوچھوں گی۔ اس کے ملے بغیر یہ کام نہیں ہو سکتا۔ جتنے لوگ دروازے پر آئے ہوئے تھے۔ سب چلے گئے۔ (کیونکہ وہ مارے غم کے کسی سے ملنا نہیں چاہتا تھا) لیکن وہ عورت دروازے پر جم رہی۔ اور کہنے لگی۔ کہ بغیر اس سے ملے کوئی چارہ نہیں۔

پھر ایک شخص نے (کسی طرح) اس عالم کو اطلاع دی۔ کہ ایک عورت آپ سے مسئلہ پوچھنے آئی ہے۔ وہ کہتی ہے۔ کہ میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔ سب لوگ (جو ملنے آئے تھے مایوس ہو کر) چلے گئے ہیں۔ مگر وہ عورت دروازہ چھوڑ کر نہیں جاتی۔ تب اس عالم نے (مجبور ہو کر) کہا۔ کہ اسے آنے دو۔

وہ عورت اس کے پاس آئی۔ اور کہنے لگی۔ کہ میں نے ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے۔ عالم نے کہا کیا مسئلہ ہے؟ اس عورت نے کہا۔ کہ میں نے اپنی ایک ہمسایہ عورت سے کچھ زیور مانگ کر لیا تھا۔ ایک مدت تک میں نے اسے پہنا ہے۔ اور لوگوں کو بھی مانگنے پر دیا ہے۔ اب اس عورت نے (جس سے میں نے

زیور لیا تھا) واپس مانگا ہے۔ کیا میں اسے واپس دے دوں ؟ اس عالم نے کہا۔ خدا کی قسم واپس دے دو۔ اس عورت نے کہا۔ ایک مدت تک یہ زیور میرے پاس رہ چکا ہے۔ عالم نے کہا۔ پھر تو تجھے ضرور ہی پھیرنا چاہیئے۔ کیونکہ ایک مدت تک اس نے تجھے مستعار دیا۔

عورت بولی۔ اے فلاں! اللہ تجھ پر رحم کرے۔ تو کیوں اتنا رنج کرتا ہے۔ اس چیز (بیوی) پر جو اللہ تعالیٰ نے تجھے مستعار دی تھی۔ پھر تجھ سے لے لی۔ اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حقدار ہے تجھ سے! جب اس عالم نے غور کیا۔ تو اللہ تعالیٰ نے عورت کی بات سے اُسے نفع دے دیا۔ (موطا امام مالکؒ)

نوٹ :- بیوی کی موت کے صدمے سے عالم کے حواس میں خلل آگیا۔ کہ دروازہ بند کرکے گھر بیٹھ رہا۔ اور لوگوں سے ملنا جلنا چھوڑ دیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک عورت کی حکیمانہ تذکیر سے اس کو نفع بخش دیا۔ اُسے صبر آگیا۔ اور اس کی زندگی معمول پر آگئی۔

میری مصیبت سے اپنی مصیبتیں ہلکی کر لو۔

عبدالرحمٰن بن قاسم سے روائیت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری مصیبت کو یاد کرکے مسلمانوں کی تمام مصیبتیں ہلکی ہو جاتی ہیں۔ (موطا امام مالکؒ)

حضورؐ کے فرمان کا مطلب یہ ہے۔ کہ مسلمان جب میری مصیبت یاد کریں گے۔ تو ان کو میری مصیبت کے پہاڑ کے سامنے اپنی

مصیبتیں رائی کے دانے نظر آئیں گی۔ پھر ان کو صبر آ جائے گا۔

رحمتِ عالم کی ساری زندگی مصیبتوں اور دکھوں میں گزری ہے۔ ان کی مصائب کے بارے میں کہا گیا ہے۔ جو حقیقت ہے۔ ؎

صُبَّتْ عَلَیْنَا مَصَائِبُ لَوْ اَنَّھَا
صُبَّتْ عَلَی الْاَیَّامِ صِرْنَ لَیَالِیَا (حضرت فاطمہؓ)

"ہم پر (یعنی حضورؐ اور آپ کے اہل بیت صحابہ وغیرہم پر) وہ مصیبتیں ٹوٹی ہیں۔ کہ اگر وہ دنوں پر ٹوٹتیں۔ تو دن راتیں بن جاتے۔ یعنی اپنی روشنی کھو دیتے۔"

رحمتِ عالم کی موت کی مصیبت سے بڑی کوئی مصیبت نہیں!

پھر حضور پُر نور صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات کوئی کم مصیبت ہے مسلمانوں پر۔؟ کہا جاتا ہے مَوْتُ الْعَالِمِ مَوْتُ الْعَالَمِ۔ عالِم کی موت ایک جہاں کی موت ہے۔ یعنی اگر عالِم فوت ہو جائے تو سمجھو۔ کہ ایک جہان اجڑ گیا ہے۔ اور جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم جو خلاصہ بنی نوع انسان ہیں۔ ناموسِ آدم ہیں۔ جن جیسا شان والا کسی ماں نے جنا ہی نہیں۔ اور جن جیسا صوری اور معنوی حسین کسی آنکھ نے دیکھا ہی نہیں۔ جن کی نبوت کے تاج ختم نبوت کے ہیرے، سید المرسلین کے نیلم، اور ولدِ آدم

لہ پُر ہدایت!

و سیادت کے پکھراج جگمگ جگمگ کر رہے ہیں ۔ دنیا اور آخرت کے ان قائد المرسلین صلے اللہ علیہ و سلم کی جدائی پر ایک جہان نہیں ۔ بلکہ بے شمار جہان نیم بسمل ہو گئے ۔

رحمت للعالمینؐ کی وفات پر عالمین ماہی بے آب کی طرح تڑپ کر رہ گئے۔ جنتی جینیت کے وہ رسول تھے ۔ ان کی موت اتنی بڑی مصیبت بن کرامت پر ٹوٹی ۔ پھر آپ کی مصیبت کے سامنے ساری امت کی موت کی مصیبت نہایت ہلکی ہے۔ کہ رحمتِ عالمیاںؐ کی شان کے آگے ساری امت ایک تنکے کے برابر بھی نہیں ہے ۔ پھر مذکورہ حدیث میں حضورؐ نے بہت درست فرمایا کہ میری مصیبت کو یاد کر کے مسلمانوں کی تمام مصیبتیں ہلکی ہو جاتی ہیں۔ تو مسلمان سہ

شبنم کی طرح پھولوں پہ رو، اور چمن سے چل
اس باغ میں قیام کا سودا بھی چھوڑ دے (اقبالؒ)

ابن ماجہ میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں ۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم نے (مرض الموت میں) فرمایا۔ لوگو! جس مومن کو مصیبت پہنچے ۔ تو اس کو میری (موت کی) مصیبت کا لحاظ کر کے اپنی مصیبت پر صبر کرنا چاہیئے ۔

کرامت کا لباس

حضرت عبداللہ بن ابی بکر بن عمرو بن حزم رضؓ اپنے والد کی روایت بیان کرتے ہیں ۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم نے فرمایا ۔ جو شخص اپنے کسی بھائی کی مصیبت میں اس کی تعزیت کرتا ہے ۔ (یعنی اس کو تسلی دیتا ہے)، اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن کرامت کا لباس

پہنائے گا۔ (ابن ماجہ)

بچوں کی فوتیدگی پر صبر کرنے کا اجر

حضرت ابی ہریرہ رض روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم نے انصار کی کتنی عورتوں کو فرمایا تم میں سے جس کے تین فرزند مرجائیں۔ پھر چاہے وہ عورت ثواب (یعنی بچوں کی موت پر ثواب کی غرض سے صبر کرے۔ چیخے چلائے نہ) پھر داخل ہوگی بہشت میں۔ ایک عورت نے کہا۔ یا دو فرزند مریں۔ اے اللہ کے رسول ؐ!

حضورؐ نے فرمایا۔ ہاں دو مریں۔ پھر بھی یہی بشارت ہے۔ (مشکوٰۃ)

صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے۔ کہ حضورؐ نے فرمایا۔ جس مسلمان کے تین نابالغ بچے مرجائیں۔ تو اس کے لئے وہ بچے دوزخ سے پردہ بن جائیں گے۔

نوٹ :۔ بچوں کے مرنے پر جنت کا وعدہ اس عورت کے لئے ہے۔ کہ جو بچے کی موت پر نوحہ نہ کرے۔ بین نہ کرے۔ پیٹے نہ۔ بلکہ صبر کر کر اللہ کی رضا پر شاکر رہے۔ اور کہے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ٥

دو یا ایک فرزند کی موت پر

حضرت ابن عباس رض سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص کے دو فرزند بالغ ہونے سے پہلے مرگئے ہوں۔ میری امت میں سے۔ اللہ اس کو بسبب ان

دونوں کے بہشت میں داخل کرے گا۔ حضرت عائشہ رضؓ نے کہا۔ جس کا مرگیا ہو ایک فرزند آپ کی امت میں سے؟ ۔ فرمایا۔ جس کا ایک فرزند بھی مرگیا ہو۔ اس کے لئے بھی یہی حکم ہے۔ اے اچھی باتیں پوچھنے کی توفیق والی عائشہ رضؓ! پھر حضرت عائشہ رضؓ نے عرض کیا۔ اور جس کا کوئی فرزند بھی نہ فوت ہوا ہو۔ آپ کی امت سے؟ ۔ فرمایا آپ نے پس میں ہوں میر منزل اپنی امت کا۔ لَنْ يُّصَابُوْا بِمِثْلِيْ۔ نہیں مصیبت پہنچائی گئی مانند میری مصیبت کے ۔" (ترمذی شریف)

رحمتِ عالم بھی فرطِ اُمّت ہونگے

حضور انور ؐ پر قربان جائیں کہ جب آپ سے حضرت عائشہ رضؓ نے یہ پوچھا۔ کہ دو یا ایک فرزند کے مرنے پر صبر کرنے والوں کو اللہ بہشت میں داخل کرے گا۔ اور جس کا کوئی فرزند بھی نہ مرا ہوگا۔ اس کو یہ ثواب کیسے ملے گا؟ اس کے جواب میں فداہ ابی و امی نے فرمایا۔ کہ اس کے لئے میں فرط ہوں۔ میر منزل ہوں ۔ مرے ہوئے فرط اپنے والدین کے لئے میر منزل ہوں گے، ان کے پیش رو بن کر جنت کا سامان کریں گے ۔ اور جس کا کوئی بچہ آگے نہ گیا ہوگا۔ اس کے لئے میں میرِ منزل بن کر جنت کا سامان کروں گا۔ یعنی جس طرح فرزندوں کی موت کی مصیبت پر ان کے والدین صبر کرکے ثواب جنت پائیں گے۔ اسی طرح جس کا کوئی فرزند نہ مرا ہوگا۔ اس کے لئے میری موت بہت بڑی مصیبت ہوگی۔ ۔ پھر جو کوئی میری مصیبت پر صبر کرے گا۔ وہ جنت پائے گا۔

جب اللہ کسی کے پیارے کو قبض کرتا ہے

حضرت ابی ہریرہ رضہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم نے فرمایا ۔ فرماتا ہے اللہ تعالیٰ! کہ جس وقت میں اپنے مومن بندے کے پیارے کو اہل دنیا سے قبض کرتا ہوں ۔ پھر وہ (صبر کرتے ہوئے، ثواب چاہے ۔ تو اس کے لئے جنت ہے (بخاری شریف)

مومن کا عجب حال ہے

سعد بن ابی وقاص رضہ سے روایت ہے ۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ مومن کا عجب حال ہے ۔ اگر پہنچے اس کو نیکی ، حمد کرتا ہے اللہ کی اور شکر کرتا ہے ۔ اور اگر پہنچے اس کو مصیبت ، حمد کرتا ہے اللہ کی اور صبر کرتا ہے ۔ اور مومن (کامل) اپنے ہر کام میں ثواب پاتا ہے ۔ یہاں تک کہ لقمہ میں بھی ثواب پاتا ہے ، جسے اٹھا کر اپنی بیوی کے منہ میں ڈالتا ہے ۔ (مشکوٰۃ)

نوٹ:۔ واقعی مومن کے لئے دنیا میں نفع ہی نفع ہے ۔ بیوی کے منہ میں لقمہ ڈالنے پر بھی ثواب ملتا ہے ۔ کیونکہ وہ اللہ کی رضا کے لئے ایسا کرتا ہے ۔ کہ اس نے خاوند کے ذمہ بیوی کے حقوق فرض کئے ہیں ۔ اسی طرح بیوی اور بچوں کو کھلانے ، پلانے ، پہنانے علاج معالجے وغیرہ کا بھی ثواب پاتا ہے ۔ اولاد کی پرورش تعلیم اور تربیت پر بھی اسے اجر ملتا ہے ۔

میرے بندے کیلئے بیت الحمد بناؤ

حضرت ابی موسےٰ اشعری رضہ روایت کرتے ہوئے لکھتے ہیں ۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ۔ جب مرتا ہے فرزند

کسی بندے (مومن) کا۔ تو فرماتا ہے اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں (ملک الموت اور اس کے خدام) کو قبض کی تم نے روح میرے بندے کے فرزند کی۔ وہ کہتے ہیں ہاں! پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ۔ کیا کہا میرے بندے نے؟ وہ کہتے ہیں۔ تیری تعریف کی۔ اور کہا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ پھر فرماتا ہے اللہ تعالیٰ بناؤ میرے بندے کے لئے ایک گھر بہشت میں اور نام رکھو اس کا بیت الحمد" (ترمذی)

نوٹ:۔ موت بہت بڑا صدمہ ہوتا ہے۔ اسلئے اُس پر صبر کرنا بہت بڑے حوصلے کا کام ہے۔ اس لئے اللہ نے اِس حوصلے، صبر، اور برداشت پر بہشت کا وعدہ دیا ہے۔

چھوٹے بچے مرے ہوئے والدین کو دوزخ سے نکالینگے

ایک شخص نے ابوہریرہ رض سے کہا کہ میرا بیٹا مر گیا ہے۔ اور میں نے اس پر غم کیا ہے۔ کیا تم نے اپنے دوست صَلَوَاتُ اللّٰہِ عَلَیْہِ وَسَلَامُہٗ سے کوئی بات سنی ہے۔ کہ خوش کرے ہمارے دلوں کو ہمارے مُردوں کی طرف سے (یعنی چھوٹی اولاد مری ہوئی کچھ کام آئے گی۔ کیا تم نے حضورؐ سے اس بارے میں کوئی حدیث سنی ہے؟) ابوہریرہ رض نے کہا۔ ہاں سنا میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے، فرمایا آپؐ نے چھوٹے لڑکے مسلمانوں کے دریا کے جانور کی طرح ہوں گے بہشت میں۔ ملے گا ان میں سے باپ اپنے کو اور پکڑے گا کونا اس کے کپڑے کا۔ اور داخل کرے گا اس کو (باذن اللہ) جنت میں "

حضرت عبداللہ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا۔ جس شخص کے صغیر سن بچے فوت ہو جائیں گے۔ تو وہ اس کو دوزخ سے (محفوظ رکھنے کے واسطے) نہایت مضبوط "قلعہ" ہو جائیں گے۔ یہ سن کر حضرت ابوذر رض نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسولؐ جس کے دو فوت ہو گئے ہوں۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں جس کے دو فوت ہو گئے ہوں (اس کو بھی یہی ثواب ہے) حضرت ابی بن کعب عرض کرنے لگے۔ جس کا ایک فوت ہوا ہو؟ حضورؐ نے فرمایا۔ جس کا ایک فوت ہوا ہو۔ تب بھی!"۔ یعنی یہی حکم ہے۔ (ابن ماجہ)

موت کی آرزو کی ممانعت

حضرت ابی ہریرہ رض سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نہ آرزو کرے کوئی تم میں سے موت کی — (سنو!) اگر نیکوکار ہے تو ہو سکتا ہے۔ کہ زیادہ کرے نیکی (بسبب درازی عمر کے) اور اگر بدکار ہے۔ تو ہو سکتا ہے کہ (توبہ کرتے ہوتے) اللہ تعالیٰ سے رضا مندی چاہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

ہر سانس انمول ہے

دنیا کی زندگی بڑی غنیمت ہے۔ بلکہ ہر سانس انمول ہے۔ اس جہانِ فانی میں روز روز نہیں آنا۔ بلکہ ایک ہی بار آنا ہے۔ پھر خوب جی بھر کر نیکیاں کر لینی چاہئیں۔ جتنی عمر زیادہ ہو گی۔ نیکیاں بھی اتنی ہی زیادہ ہوں گی۔ پھر اللہ تعالیٰ سے خیریت اور درازی عمر کی دعا ہی مانگنی چاہیئے نہ کہ موت کی۔

مرنے کی تمنّا دل میں بھی نہ ہو

حضرت ابی ہریرہ رض سے

روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نہ آرزو کرے کوئی تمہارا مرنے کی (دل سے) اور نہ دعا کرے موت کی (زبان سے) قبل اس کے کہ آئے اس کو موت۔ تحقیق جس وقت مرتا ہے (آدمی) منقطع ہوجاتی ہے امید اس کی۔ اور بیشک بھلائی مومن کی عمر دراز کرتی ہے۔ (صحیح مسلم)

نوٹ:۔ موت کی دعا کرنی زبان سے منع ہوئی۔ اور دل میں موت کی آرزو کرنے سے بھی روک دیا گیا ہے۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ زندگی میں آدمی نیک اعمال کرکے نجات آخرت کا سامان بنا سکتا ہے۔ جب موت آگئی۔ تو نیک اعمال اور اچھی امیدوں کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ پھر زندگی اور صحت کے لئے دعا کرنی چاہیئے۔ کہ زندگی میں مصائب پر صبر کرے گا۔ اور نعمتوں پر شکر کریگا۔ اوامر پر چلے گا۔ اور اللہ کی رضا پر راضی ہوگا۔ تو ثواب بڑھتا جائے گا اور یہی مقصود ہے درازئ عمر کا۔

مصائب سے تنگ آکر موت کی دعا نہ کرو۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَا يَتَمَنَّيَنَّ اَحَدُكُمُ الْمَوْتَ مِنْ ضُرٍّ اَصَابَهٗ۔۔ کوئی تم سے موت کی آرزو نہ کرے، بسبب ضرر کے کہ پہنچا اس کو۔۔ فَاِنْ كَانَ لَا بُدَّ فَاعِلًا۔۔ اور اگر ضرور ہی وہ موت کی آرزو کرنے والا ہے فَلْيَقُلْ۔ پس چاہیئے کہ (یوں) کہے:۔

اَللّٰهُمَّ اَحْيِنِىْ مَا كَانَتِ الْحَيٰوةُ خَيْرًا لِّىْ وَ تَوَفَّنِىْ اِذَا كَانَتِ الْوَفَاةُ خَيْرًا لِّىْ ۝ (بخاری۔ مسلم)

"اے اللہ زندہ رکھ مجھ کو۔ جب تک کہ ہو زندگی بہتر میرے لئے (مرنے سے) اور موت دے مجھ کو جس وقت کہ ہو مرنا بہتر میرے لئے (جینے سے)۔

نوٹ:۔ حدیث کا مطلب واضح ہے۔ کہ دنیا کی تکلیفوں مصیبتوں اور غموں اندوہوں سے تنگ آ کر موت کی دعا نہ کرنی چاہیئے۔ یہ تو ایک طرح کی بزدلی ہے۔ بلکہ اشرف المخلوقات انسان کو مصائب و حوائج پر غالب آنا چاہیئے۔ اور اگر مقابلہ برابر جاری رہے تو پیغمبروں کی طرح اسی راہ میں جان جانِ آفریں کے سپرد کر دینی چاہیئے۔ تاکہ راضی بہ رضا ہو کر دنیا سے چلے۔ ؎

ہر نغمے نے انہی کی طلب کا دیا پیام
ہر سانس نے انہی کی ستائی صدا مجھے

زندگی اور صحت غنیمت ہیں

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے میرا مونڈھا پکڑ کر فرمایا۔ کُنْ فِی الدُّنْیَا کَاَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِیْلٍ "ہو تو دنیا میں گویا کہ تو مسافر ہے۔ یا گذرنے والا راہ کا ہے"

اور ابن عمرؓ کہتے تھے (موقوفاً) اِذَا اَمْسَیْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ وَاِذَا اَصْبَحْتَ فَلَا تَنْتَظِرِ الْمَسَآءَ ۔ "جب کہ شام کرے تو۔ تو پھر صبح کا انتظار نہ کر۔ اور جب صبح کرے تو پھر شام کا انتظار نہ کر"

وَخُذْ مِنْ صِحَّتِكَ لِمَرَضِكَ وَ مِنْ حَيَاتِكَ لِمَوْتِكَ ۔

"اور غنیمت جان اپنی صحت کو اپنی بیماری کے لئے، اور اپنی زندگی کو اپنی موت کے لئے" (بخاری شریف)

مسافر کو منزل کی طرف دھیان چاہیئے

مسلمان! تو مسافر ہے۔ دنیا سے آخرت کی طرف سفر کرنے والا ہے۔ اس لئے دنیا سے دل نہ لگا۔ اس کی رغبت نہ کر۔ اس پر فریفتہ نہ ہو۔ اس کی لذتوں پر نہ جا۔ اسے اپنا گھر اور وطن نہ بنا۔ کہ آخر تو نے یہاں سے جدا ہو جانا ہے۔ مسافر کو اپنے سفر اور منزل کا دھیان ہوتا ہے۔ اسے اپنے وطن میں پہنچنا ہے۔ آگے فرمایا۔ بلکہ تو راہ کا گزرنے والا ہے۔ مسافر تو شہروں میں سفر کرتے ہوتے پھر بھی کہیں ٹھیر جاتا ہے۔ لیکن راہرو کبھی نہیں ٹھیرتا۔ اسے اپنے راستے کو طے کرنے کی دھن ہوتی ہے۔ پھر مسلمان کو چاہیئے۔ کہ وہ بالکل مسافر اور راہی کے مانند— اپنے سفر اور راہ کا خیال رکھے۔ کہ اس کا وطن آخرت ہے۔ اور دنیا کی زندگی سفرِ آخرت ہے۔

اس مسافر کی زندگی ناپائیدار ہے۔ کہ اسے شام کے وقت صبح کا انتظار نہ کرنا چاہیئے۔ ہو سکتا ہے۔ کہ صبح سے قبل ہی یہ چل بسے۔ اور اگر صبح نصیب ہو جائے۔ تو شام کا انتظار نہ چاہیئے— ضروری نہیں۔ کہ زندگی شام تک وفا کرے گی۔ الحاصل مسلمان کو ہر وقت موت کے استقبال کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔

اللہ تعالیٰ سے نیک گمان رکھیں

حضرت جابرؓ بیان کرتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ

صلے اللہ علیہ وسلم سے وفات سے تین دن پہلے سنا۔

لَا یَمُوْتَنَّ اَحَدُکُمْ اِلَّا وَھُوَ یُحْسِنُ الظَّنَّ بِاللّٰہِ۔ (صحیح مسلم)

"نہ مرے کوئی تمہارا درحالیکہ وہ نیک گمان رکھتا ہو ساتھ اللہ کے"

اللہ سے نیک گمان رکھنے کا یہ مطلب ہے کہ اس کے لرم و بخشش کے امیدوار ہوں۔ اور اس کے وعدوں پر اعتماد رکھیں۔ اس سے ڈرتے رہیں۔ اور نیک اعمال کریں۔ اور مرنے کے قریب زیادہ امیدِ رحمت رکھیں۔ اگر کوئی بدعمل انسان کہتا ہے۔ کہ میں اللہ سے اچھا گمان رکھتا ہوں۔ تو غلط کہتا ہے۔ اگر اس کا گمان اللہ سے اچھا ہوتا۔ تو وہ نیک عمل کرتا۔

اللہ سے حیا کرو

حضرت ابن مسعودؓ بیان کرتے ہیں۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ حیا کرو اللہ سے جیسے حق ہے حیا کا۔ صحابہؓ نے کہا۔ ہم حیا کرتے ہیں اللہ سے۔ اے نبیؐ اللہ کے! (ہم اللہ کے اوامر و نواہی بجا لاتے ہیں) اور تعریف ہے واسطے اللہ کے۔ (کہ اس نے توفیق دے رکھی ہے) فرمایا حضورؐ نے۔ نہیں حق حیا کا یہ۔ بلکہ حق حیا کا یہ ہے۔ کہ محافظت کرے سر کی اور جو چیز کہ سر میں ہے۔

اور محافظت کرے پیٹ کی اور جو کچھ پیٹ نے جمع کیا ہے۔

اور یاد رکھے موت کو، اور ہڈیوں کے بوسیدہ ہونے کو۔

اور جو شخص ارادہ کرتا ہے آخرت کا چھوڑتا ہے زینت دنیا کی۔

پس جس نے کیا یہ بس تحقیق حیا کی اس نے اللہ سے جیسے

حیا کرنے کا حق ہے۔ (ترمذی)

حضور فداہ امی و ابی صلے اللہ علیہ وسلم نے حیا کرنے کا کتنا پاکیزہ مطلب سمجھایا ہے۔ اگر ہم اس پر عمل کر گزریں۔ تو اللہ تعالیٰ سے ہمارا تعلق جڑ جائے۔ اللہ ہمارا بن جائے۔ ارشاد فرمایا۔ محافظت کرے سر کی۔ یعنی سر سے کسی غیر کو سجدہ نہ کرے اور نہ ریاکارانہ نماز پڑھے۔ اور نہ جھکائے سر کو کسی غیر اللہ کے آگے۔ نہ جھک کر سلام کرے۔ نہ از راہِ تکبر سر کو اونچا کرے۔ اور نہ دماغ میں بے شمار بتوں کو جمع کرے۔ جیسے کہ کہا گیا ہے سے

سمجھ میں نکتۂ توحید آ تو سکتا ہے
تیرے دماغ میں بت خانہ ہو تو کیا کہیئے

اور جو چیز کہ سر میں ہے۔ اُس کی حفاظت کریں۔ یعنی زبان۔ آنکھ کان۔ ان کو گناہوں سے بچائے۔ اللہ کی مرضی کے خلاف زبان سے کوئی کلمہ نہ نکالے۔ نہ جھوٹ بولے۔ نہ وعدہ خلافی کرے۔ نہ غیبت کرے۔ نہ بہتان لگائے۔ نہ شرک اور بدعت کی کوئی بات کرے۔ نہ زبان سے کسی کو ایذا پہنچائے۔ نہ ناحق کسی کی دل آزاری کرے۔

اسی طرح آنکھوں کو اللہ کے حکم کے خلاف استعمال نہ کریں۔ غیر نظر سے نہ دیکھیں۔ نگاہ حرام جگہوں پر نہ ڈالیں۔ اس نور کی پوری پوری حفاظت کریں۔

ایسے ہی کانوں سے بے حیائی کی باتیں، راگ اور فحش گیت غیبت بہتان اور جھوٹی باتیں نہ سنیں۔

پھر فرمایا: "محافظت کرے پیٹ کی" اس طرح کہ حرام اور مشتبہ

کی چیزوں سے پیٹ کو بچائیں ۔ نیز غیر اللہ کی نذر نیاز اس میں نہ ڈالیں ۔

اور جو چیز کہ پیٹ نے جمع کی ہے ۔ یعنی جو چیزیں پیٹ کے متصل ہیں ۔ ان کی بھی حفاظت کریں ۔ جیسے ستر ۔ پاؤں ۔ ہاتھ ۔ دل وغیرہ ان سب کو گناہوں سے بچائیں ۔ اللہ کی ناراضگی والا کوئی کام نہ کریں ۔

ستر حرامکاری نہ کرے ۔ پاؤں سے چل کر گناہ کی جگہ ، میلے ، تماشے ، ناچ رنگ کی محفل میں نہ جائیں ۔ اور ہاتھوں سے کسی کو ایذا نہ دیں ۔ خیانت ، چوری ، نہ کریں ۔ اور نا محرم کو ہاتھ نہ لگائیں ۔

اور موت کو یاد رکھیں ۔ قبر میں ہڈیوں کا بوسیدہ ہونا بھی سامنے رہے ۔ جس کا عملی ثبوت یہ ہے ۔ کہ زندگی اللہ کی مرضی کے مطابق گزرے ۔ گناہوں سے بچیں ۔ اور اس کے احکام کے فردوس میں خراماں خراماں زندگی گزاریں ۔

" زینت دنیا کو ترک کریں " اس کا یہ مطلب نہیں ہے ۔ کہ تارک دنیا ہو جائیں ۔ بلکہ مطلب یہ ہے ۔ کہ آپ خواہ لاکھوں پتی ہوں ۔ زندگی سادہ اور پاکیزہ گزاریں ۔

فرائض پنجگانہ کے ساتھ ساتھ جب ہم یہ سب کام بھی کریں گے جو اوپر بیان ہوئے ہیں ۔ پھر ہم اللہ سے حیا کرنے والے ہوں گے ۔ جیسے حیا کا حق ہے ۔ اللہ ہم سب کو توفیق دے ۔ سہ

چہ باید مرد را طبع بلندے مشرب نابے
دل گرمے نگاہِ پاک بینے جانِ بےتابے

جان کنی کا ہول سخت ہے

حضرت جابرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

"لَا تَمَنَّوُا الْمَوْتَ فَاِنَّ هَوْلَ الْمُطَّلَعِ شَدِيْدٌ۔

"نہ آرزو کرو موت کی کیونکہ جان کنی کا ہول سخت ہے۔"

وَاِنَّ مِنَ السَّعَادَةِ اَنْ يَّطُوْلَ عُمُرُ الْعَبْدِ وَيَرْزُقَهُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ الْاِنَابَةَ۔ (مشکوٰۃ شریف)

"اور تحقیق (یہ بات) نیک بختی سے ہے۔ کہ بندے کی عمر دراز ہو۔ اور نصیب کرے اس کو اللہ عزوجل انابت، یعنی رجوع کرنا اپنی طاعت کی طرف۔"

ٹکٹکی بندھ گئی ہے

بندہ دنیا کی تکلیفوں اور غموں سے گھبرا کر موت مانگتا ہے۔ لیکن جب موت آتی ہے تو جان کنی کا ہول، اور اضطراب بھی پیش آتا ہے۔ جو دنیا کی تکلیفوں اور گھبراہٹوں سے ہزاروں گنا زیادہ ہے۔ موت مانگنے والے! بتا! اب کیا کرے گا۔؟ گھبرا کے موت مانگی تھی۔ ابھی موت کا مقدمہ یعنی جان کنی کا ہول ہی آیا ہے۔ تو ٹکٹکی بندھ گئی ہے۔ سن بھائی! ۔ جان کنی کی سختی کی مثال اس طرح ہے۔ کہ جیسے باریک ململ کا دوپٹہ جھاڑی پر ڈالا ہو۔ اور ایک کنارہ پکڑ کر زور سے کھینچیں۔ بتائیے!۔ اس دوپٹہ کا کیا حال ہوگا۔ تار تار ہو جائے گا۔ یہی حال عالم نزع میں (پناہ بخدا) ہوتا ہے۔ کیا یہ حالت دنیا کی گھبراہٹ کے مقابلہ میں آسان، اور ہلکی ہے۔؟ ہرگز نہیں۔ (پھر اللہ بچائے موت کی

سختی ہے)۔ یہی بات رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے سمجھائی ہے۔ کہ موت کی تمنا نہ کرو۔ موت کوئی آسان چیز نہیں ہے۔ کہ موت کا شروع جان کندن سے ہوتا ہے۔ اور جان کندن کا ہول بہت سخت ہے۔ جب موت اپنے وقت پر آ ہی جاتی ہے۔ ٹلتی نہیں۔ تو پھر اس کے لئے تمنا کیوں کرتے ہو۔ اللہ سے ڈر کر عمل کرتے جاؤ۔ اور موت کی سختی سے اللہ کی پناہ مانگو۔ جب زندگی پوری ہو جائے گی۔ تو پیک اجل آپ پہنچ جائے گا۔ اللہ یہ وقت آسان کرے۔ اور عزت سے اپنے پاس بلائے۔ سہ

طلوعِ صبح بہاراں کا وقت آیا ہے!
فسونِ زیست کے ساماں کا وقت آیا ہے

درازِ عمر کتنے کام کی نکلی

پھر حضورؐ نے اوپر فرمایا۔ کہ یہ بات سعادت اور نیک بختی کی ہے کہ آدمی کی عمر دراز ہو۔ اور اس کو اللہ انابت نصیب کرے۔

بے شک وہ شخص بڑا ہی خوش نصیب ہے۔ جس کی عمر اسّی نوّے سال کی ہے۔ مومن موحد ہے۔ سن بلوغ سے نمازی، اور روزہ دار چلا آیا ہے۔ حج اور زکوٰۃ کی ادائیگی سے بھی محروم نہیں رہا۔ تہجد اور دیگر اوراد و وظائف بھی اس کا معمول ہے۔ صدق مقال، اور رزق حلال اس کی گھٹی میں ہے۔ بر ایں پیرانہ سالی امتثال اوامر کی شاہراہ پر چل رہا ہے۔ چمن طاعت کے پھولوں کی مہک سے مست ہے۔ یہی انابت ہے۔ جو اللہ نے اس پر آسان کر رکھی ہے۔ غور کریں۔ کہ نوّے سال کے اس مرد با خدا کا موت

کس عزت سے استقبال کرے گی۔ ملک الموت کتنی بشارتیں لے کر اس کے پاس آئے گا۔ خدامِ عزرائیل کس احترام سے اسے ہاتھوں ہاتھ لیں گے۔ اور مرغِ روح کس مسرت سے قفس چھوڑ کر واصل باللہ ہو گا۔

یہ دراز عمر کتنے کام کی نکلی۔ اللہ ہمیں ایسی ہی دراز عمر نصیب کرے۔ ؎

منزل ابھی ہے دور چلو تیز دوستو
پھر کیا کریں گے راہ میں جو رات ہو گئی

اے کاش میں مرجاتا

حضرت ابی امامہ رضؓ بیان کرتے ہیں۔ کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے ہوئے تھے۔ پس نصیحت کی حضورؐ نے ہم کو اور نرم کئے (پند و نصائح سے) دل ہمارے۔ اس پر سعد بن ابی وقاصؓ بہت روئے۔ پھر کہنے لگے۔ اے کاش۔ میں مرجاتا (بچپن میں ہی اور نہ ہوتا گنہگار)۔ فرمایا جناب رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے! اے سعد رضؓ! کیا موت کی تمنا کرتے ہو میرے سامنے؟ تین بار حضورؐ نے یہی فرمایا۔ پھر ارشاد ہوا۔ اے سعد! اگر تم بہشت کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ تو جس قدر تمہاری عمر دراز ہو گی۔ اور اچھا ہو گا عمل تمہارا۔ پس وہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ (رواہ احمد)

کیوں موت کی تمنا کرتے ہو

نبی رحمتؐ کے پند و نصائح، اور احوال آخرت سن کر حضرت سعد بن ابی وقاصؓ بہت روئے۔ اور کہا۔ کہ کاش میں بچپن ہی میں مر

جاتا۔ اور بڑی عمر پا کر گنہگار نہ ہوتا۔ اس پر رحمتِ عالمیاں صلے اللہ علیہ و سلم نے فرمایا۔ کیا میرے پاس، میرے سامنے موت کی تمنا کرتے ہو۔ میرے بعد ایسی تمنا کی وجہ ہو سکتی ہے، میرے ہوتے ہوئے تم کیوں مرنا چاہتے ہو؟

حضورؐ کا چہرہ نقد بہشت ہے

یہ حقیقت ہے۔ کہ رحمتِ عالمؐ کے جمال پاک کو دیکھنا۔ ان کا شرف پانا۔ دنیا و مافیہا کی نعمتوں سے بڑی نعمت ہے۔ اس بدرِ منیر پر ایک نظر ڈالنا دوزخ کو حرام کر دیتا ہے۔ کہ چہرۂ رحمت للعالمینؐ نقد بہشت ہے۔ پھر اس جنت بدوش فضا میں موت کی آرزو کرنا واقعی درست نہیں۔ اسی لئے حضورؐ نے سعد کو فرمایا۔ کہ میری موجودگی میں کیوں مرنا چاہتے ہو؟" مس خام کو کندن بنانے والی صحبت سے کیوں جدا ہونا چاہتے ہو؟ ایسے رسولؐ پاک۔ ؎

قسم خدا کی بہ عنوانِ فیض عام چلا
رسولِ پاک سے انسانیت کا نام چلا
یہ سلسلہ مری جانب سے صبح و شام چلا
صبا چلی کہ مرا ہدیۂ سلام چلا
خدا کی ساری خدائی کا پیشوا ہے تو
نظام ترے زیر اہتمام چلا
ترے ہی رخ نے عطا کی دلوں کو تابانی
تری ہی زلف سے رنگِ سوادِ شام چلا
جہاں کو تو نے دیا درس دین و دانش کا

کسی کی کچھ نہ چلی جب ترا پیام چلا

(وارث القادری)

پھر ارشاد ہوا۔ اے سعدؓ! جس قدر تمہاری عمر دراز ہو گی اور عمل اچھے ہوں گے۔ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔"

گویا حضور پر نورؐ امت کو بھی درس دے رہے ہیں۔ کہ زندگی میں کچھ کر لو۔ ؎

چشم تر ہے اس طرف، اور اس طرف ابر بہار
دیکھنا ہے آج کس سے کتنا رویا جائے ہے

موت لذتوں کو مٹانے والی ہے

حضرت ابی ہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا :۔

اَکْثِرُوْا ذِکْرَ هَاذِمِ اللَّذَّاتِ الْمَوْتِ ؕ (ترمذی)

"بہت یاد کرو لذتوں کو کھو دینے والی موت کو۔"

دنیا میں عیش کرنے کے لئے نہیں آئے ہیں

دنیا کی زندگی اور شیریں گزران میں انسان غافل پڑا ہے، یہ نہیں سوچتا کہ وہ کہاں سے آیا ہے؟ — اور یہاں کیا کرنے آیا ہے؟ اور کہاں جائے گا؟ — وہ سمجھتا ہے کہ شاید اسے دنیا اور دنیا کی لذتوں سے متمتع ہونے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ داد عیش دینے کے لئے یہاں آیا ہے۔ حالانکہ یہ غلط ہے حضرت شیخ سعدیؒ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

؎

خوردن برائے زیستن و ذکر کردن است
تو معتقد کہ زیستن از بہرِ خوردن است

یعنی کھانا زندگی کے لئے ہے۔ اور اللہ کا ذکر کرنے کے لئے ہے۔ (لیکن افسوس کہ) تو یہ اعتقاد کر بیٹھا ہے۔ کہ زندگی کھانے کے لئے ہے۔"

مطلب یہ کہ دنیا کی تمام نعمتیں اور لذتیں عارضی ہیں، اور صرف اس لئے ہیں۔ کہ انسان بقدر حاجت ان سے فائدہ اٹھائے۔ تاکہ اس کی زندگی رواں دواں رہے۔ اور زندگی کی روانی میں عبادت اور ذکر الٰہی بجا لائے۔ کیونکہ زندگی بنی ہی عبادت خداوندی کے لئے ہے' تمام کائنات اور کائنات کی ہر چیز انسان کی خدمت اور فائدے کیلئے ہے۔ اس کی چاکری کے لئے ہے۔ اور یہ اللہ کی عبادت کے لئے ہے۔

لیکن افسوس انسان سمجھ بیٹھا ہے۔ کہ زیستن از بہرِ خوردن است زندگی کھانے کے لئے ہے۔ وہ دنیا میں کھانے کے لئے آیا ہے۔ عیش و عشرت کے لئے تشریف لایا ہے۔ درحقیقت ایسا خیال سراسر دھوکا ہے۔

خوابِ گراں سے جاگو

انسان کو اسی دھوکہ نے اس جہان رنگ و بو کی لذتوں، اور عیشوں میں غرق کر دیا ہے۔ وہ فنا فی الدنیا ہو کر آخرت کو بھول چکا ہے۔ دنیا کی زینت، آرائش اور تفاخر کا دلدادہ ہو کر رہ گیا ہے' اسے مرنا یاد ہی نہیں رہا۔ کہ کسی ہستی کے روبرو جانا ہے، داورِ محشر کے سامنے زندگی کے ایک ایک لمحہ کا حساب چکانا ہے۔ اس کی

غفلت کا یہ حال ہے۔ کہ وہ ہر روز اپنے ہاتھوں حوروشوں، ماہ جبینوں، خورشید خدوں، بیٹے زادیوں، خوبروؤں، جوانوں، امیروں، وزیروں، افسروں، باوشاہوں۔ لکھ پتیوں، ولیوں، بزرگوں، علاموں، کے جنازے پڑھتا، اور مٹی میں دفناتا ہے۔ اور کچھ عبرت نہیں پکڑتا۔ اپنی اصلاح نہیں کرتا۔ تیاری نہیں کرتا۔ اللہ سے لو نہیں لگاتا۔ جس کے پاس جانا ہے۔ اس سے تعلق نہیں جوڑتا۔ ہوا و ہوس کے کانوں ہیں بیٹھ کر سیم و زر و جواہر سے کھیلنا اس کا محبوب مشغلہ ہو چکا ہے۔ افسوس میت کو دفن کر کے قبرستان سے باہر آتے۔ تو کچھ اثر ساتھ نہ لاتے۔ ؎

سحر کاری تری اے عالم فانی دیکھی
گھر تک آتے اثرِ گورِ غریباں نہ رہا

اسی خوابِ خرگوش سے بیدار کرنے کے لئے جنابِ رحمتِ عالمیاں صلے اللہ علیہ وسلم نے اس غافل کے چہرے پر نصیحت کے پانی کا چھینٹا دیا ہے۔ فرمایا۔

لذتوں کو کھو دینے والی موت کو بہت یاد کرو!

کیونکہ جب موت کی طرف دھیان جائے گا۔ تو دنیا کی غفلت دور ہو گی۔ اور اشغالِ عالمِ کون و فساد کو ترک کر کے اللہ کی اطاعت کی طرف مائل ہو گا۔ اسی لئے قبروں کی زیارت کرنے کا ارشاد ہوا ہے کہ ٹوٹی پھوٹی قبر دیکھ کر اپنی بننے والی قبر کا تصور کر کے لرزے، خوف کرے۔ اور اعمالِ خیر میں لگ جائے۔ جو لوگ معصیت بدوش زندگی گزار رہے ہیں۔ ع

ہوش آئے گا انہیں موت کی بیہوشی ہیں!

مسلمان بھائیو! ؎

ہر اک کو موت کا اک دن پیام آئے گا
خدا کا نام لئے جاؤ، کام آئے گا

قریب المرگ آدمی کی تلقین کے احکام

حضرت ابی سعید رضؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ۔ (صحیح مسلم)

"تلقین کرو ان آدمیوں کو جو قریب المرگ ہیں۔ کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ!"

تلقین کے معنے یہاں پڑھنا ہیں۔ یعنی جب آدمی مرنے لگے۔ تو اس کے پاس سب پڑھو۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ۔ اسے بار بار پڑھو۔ تاکہ مرنے والا بھی سن کر پڑھنے لگے۔ اور اس کا خاتمہ اسی کلمہ پر ہو جائے۔ کیونکہ یہ بھی حضورؐ نے فرمایا ہے۔ جس شخص کا آخری کلام لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہوگا۔ وہ جنت میں داخل ہوگا۔ (ابوداؤد)

اس بات کا خیال رہے۔ کہ کلمہ خود ہی پڑھیں۔ مرنے والے کو نہ کہیں۔ کہ پڑھو! چونکہ اس وقت حالت دگرگوں ہوتی ہے۔ بے ہوشی اور سکرات کا عالم ہوتا ہے۔ ایسا نہ ہو۔ کہ وہ کہدے نہیں پڑھتا۔ لہذا یہی بہتر ہے۔ کہ پاس بیٹھے ہوئے آدمی آپ

پڑھیں۔ تاکہ اس کا دھیان بھی ادھر ہو جائے۔

عالمِ نزع کا منظر

جب آدمی مرنے کے قریب ہوتا ہے۔ تو اس وقت عموماً یہ علامات ظاہر ہوتی ہیں۔ کہ پاؤں سست ہو جاتے ہیں۔ اگر کھڑے کریں۔ تو کھڑے نہیں ہو سکتے۔ گر پڑتے ہیں۔ اور ناک کا بانسہ ٹیڑھا ہو جاتا ہے۔ اور کنپٹیاں بیٹھ جاتی ہیں۔ آنکھوں کی حالت بھی عجیب ہو جاتی ہے۔ چہرے پر مردنی چھا جاتی ہے۔ اور ہر دیکھنے والا عموماً پہچان جاتا ہے۔ کہ اب تیاری ہے۔ قرآن مجید نے بھی انسان کی موت کے وقت کو بیان کیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:-

كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ ۝ وَقِيْلَ مَنْ ٚ رَاقٍ ۝ وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ ۝ وَالْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ ۝ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ۣالْمَسَاقُ ۝ (پ ۲۹ ع ۱۷)

"سنو جی! جب جان پہنچے گی ہنسلی تک۔ اور (مرنے والے کے اعزہ) پکار اٹھیں گے۔ کہ (ارے) کوئی جھاڑنے والا ہے؟ (تو آکر اس کو جھاڑے) اور اس (بیمار) کو یقین ہو جائے گا۔ کہ (اب) یہ (دنیا سے) مفارقت (کا وقت) ہے۔ اور (جان کنی کی تکلیف سے) ایک پنڈلی دوسری پنڈلی سے لپٹ (لپٹ) جائے گی۔ (سن! اب تو تجھے) اپنے پروردگار کی طرف چلنا ہوگا"

اللہ تعالیٰ نے انسان کے مرنے کے وقت کا نقشہ کھینچا ہے۔ کہ بیمار علاج کرا کر تھک گیا ہے۔ کوئی ڈاکٹر، کوئی حکیم، کوئی وید

نہیں چھوڑا - کچھ فائدہ نہیں ہوا - خویش و اقارب بھی سب مایوس ہو چکے ہیں - اور گھبرا کر کہتے ہیں - کہ جاؤ دوڑو - اور کسی جھاڑنے والے کو بلاؤ - کہ آ کر دم کرے - میرے لخت جگر کو جھاڑے، تاکہ ذرا آنکھیں کھولے - اور کوئی بات کرے - کئی جھاڑنے والے بھی آئے - اور نا امید ہو کر چلے گئے - مایوسی کی شب تار سے امید کا سپیدہ پھوٹتا نظر نہیں آتا - بالآخر وقت اخیر آ پہنچا -

مرنے والا — حسرت و یاس کے عالم میں ہے - سب علاج فیل ہو گئے - جھاڑ پھونک ناکام - آرزوئیں تمام - تمنائیں برباد - امیدیں ختم - آہیں ناپید — مریض بے کسی اور بے بسی کی تصویر — آنکھیں اندر دھنس گئیں - ناک کا بانسہ ٹیڑھا ہو گیا - نظر پتھرا گئی - غرغرہ شروع ہو گیا — لو دیکھو! جان ہانس تک آ پہنچی - پھر شور اٹھا - کہیں سے بلاؤ راق — جھاڑ پھونک کرنے والا - جھاڑنے والا کیا کرے گا اب تو ہمیشہ کی جدائی کا وقت آ پہنچا - فراق و وداع کی گھڑی ہے اب تیرے رب کی طرف تیرا چلنا ہے -

آہ! — وہ بیوی جس پر فریفتہ تھا — وہ ماں جس نے محبت سے پالا — باپ جس نے جان قربان کی — پیارے فرزند — ایک ساتھ پرورش پائے ہوئے اور ایک ساتھ کھیلے ہوئے — بہن بھائی — خون کے رشتے — اعزہ و اقارب — جانی یار — احباب — ہمسائے — گھربار — زمینیں — بنگلے — کوٹھیاں — کاریں — کارخانے — کاروبار — لاکھوں روپے کا بنک بیلنس — خوبصورت مکان — صوفے سیٹ — گدیلے — فرنیچر — اور دیگر سامان تعیش،

ہر ہر چیز کو حسرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور کہتا ہے اٰنَّہُ الْفِرَاقُ ۔ اب تو کوچ کا نقارہ بج گیا۔

لو مَلَکُ الموت نے رُوح کھینچ لی !——

اور گھر میں قیامت برپا ہو گئی !——

یہ ہے انجام تیرا ! آخرت کو بُھلا کر!——

طرب زارِ دنیا میں دادِ عیش دینے والے۔ ؎

بس اتنی سی حقیقت ہے فریبِ خوابِ ہستی کی!
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

رحمتِ عالمیاںؐ کے سامنے حضرت ابو سلمہؓ کا انتقال

حضرت ابو سلمہؓ کی بیوی حضرت ام سلمہؓ بیان کرتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ابو سلمہؓ کے پاس اس وقت تشریف لائے۔ جبکہ ان کی آنکھیں پھرا گئی تھیں۔ حضورؐ نے ان کی آنکھوں کو بند کیا۔ پھر فرمایا۔ جب روح قبض کی جاتی ہے۔ تو اس کے ساتھ بینائی جاتی رہتی ہے۔ (یہ سمجھ کر کہ ابو سلمہؓ فوت ہو گئے ہیں) ان کے گھر والے چلّا پڑے۔ فرمایا حضورؐ نے اپنی جانوں پر بھلائی کی دعا کرو۔ (یعنی واویلا اور بد دعا نہ کرو) کیونکہ جو کچھ تم کہتے ہو۔ فرشتے اس پر آمین کہتے ہیں۔ (تو پھر تمہیں بھلی دعا کرنی چاہیئے، پھر حضور انورؐ نے فرمایا :-

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِاَبِیْ سَلَمَۃَ وَارْفَعْ دَرَجَتَہٗ فِی الْمَھْدِیِّیْنَ وَاخْلُفْہُ فِیْ عَقِبِہٖ فِی الْغَابِرِیْنَ وَاغْفِرْ لَنَا وَلَہٗ یَا رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ (صحیح مسلم) ”یا الہٰی ابو سلمہؓ کو بخش دے۔ اور بلند کر اس کا درجہ ان لوگوں میں جو سیدھی راہ دکھائے گئے ہیں۔ اور اس کے پس ماندوں میں تو اس کا جانشین (یعنی کارساز) ہو۔ اور بخش ہم کو اور اس کو۔ اے جہانوں کے پروردگار“ (صحیح مسلم)

ملاحظہ:۔ روح جب نکل جاتی ہے۔ تو بینائی بھی چلی جاتی ہے۔ اب آنکھوں کا کھلا رہنا بے سود ہے۔ اور ڈراؤنا بھی۔ اس لئے حضورؐ نے ابو سلمہؓ کی آنکھوں کو بند کر دیا۔ پس روح نکلنے کے بعد میت کی آنکھوں کو بند کر دینا چاہیئے۔

یہ وہی ابو سلمہؓ ہیں۔ جن کا ذکر پیچھے گزر چکا ہے۔ یہ بڑے درجہ کے صحابی ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے رضاعی بھائی ہیں، اور پھوپھی کے بیٹے بھی۔ یہی سب سے پہلے مع عیال ہجرت کرکے مدینہ منورہ حضورؐ کی خدمت میں آئے۔ ان ہی کی بیوی ام سلمہؓ ہیں۔ جن کو ان کی وفات پر از حد صدمہ پہنچا۔ اور انہوں نے حضورؐ کی فرمودہ دعا پڑھی۔ جو یہ ہے:۔

اَللّٰھُمَّ اْجُرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ وَاَخْلِفْ لِیْ خَیْرًا مِّنْھَا۔

”(اے اللہ میری مصیبت میں مجھے اجر دے، اور مجھے نعم البدل عطا کر)“۔ پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں لا مثال نعم البدل عطا کیا۔ کہ رحمت للعالمینؐ کو اُن کا خاوند بنا دیا۔“

یہ دعا ہر مصیبت پر چھوٹی ہو یا بڑی پڑھ سکتے ہیں۔ کیونکہ حضورؐ نے فرمایا ہے۔ مَا مِنْ مُسْلِمٍ یُصِیْبُہٗ مُصِیْبَۃٌ فَیَقُوْلُ ۔ اِلَّآ اَخْلَفَ اللّٰہُ لَہٗ خَیْرًا ۔ جس مسلمان کو کوئی مصیبت پہنچے۔ پھر وہ پڑھے دعا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کو پہلے سے بہتر عوض دیتا ہے (مسلم)

قریب المرگ پر سورہ یٰسٓ پڑھیں

حضرت معقل بن یسارؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

اِقْرَءُوْا سُوْرَۃَ یٰسٓ عَلٰی مَوْتَاکُمْ ۔ قریب المرگوں پر سورۃ یٰسٓ پڑھو" (ابوداؤد)

سورۃ یٰسٓ میں بڑے معرکے کے مضامین ہیں۔ اللہ کا ذکر۔ قیامت کا حال۔ مردوں کے زندہ ہونے کی خبر۔ توحید باری تعالیٰ۔ شرک کی تردید۔ مصائب و حوائج میں صرف اللہ ہی کام آتا ہے۔ کوئی بلا کو ٹالنے والا نہیں۔ وغیرہ!

مرنے والے کو سورۃ یٰسٓ سنانے کی یہی حکمت معلوم ہوتی ہے کہ وہ ان باتوں کو سنے۔ غور کرے۔ ان پر ایمان پختہ کرے، اور دل ہی دل میں پچھتائے۔ توبہ کرے۔ اور رخصت کے وقت اللہ سے لو لگا کر چلتا بنے۔ سہ

لو وصل کی ساعت آپہنچی اور حکم حضوری پر ہم نے
آنکھوں کے دریچے بند کئے اور سینے کا در باز کیا

یٰسٓ سننے کا اہل ہونا چاہیئے

بعض لوگوں کا یہ خیال ہے۔ کہ آدمی خواہ کتنا ہی بدعمل ہو

زندگی بھر اس نے نہ نماز پڑھی۔ نہ روزہ رکھا۔ نہ مسجد دیکھی۔ نہ جمعہ پڑھا۔ نہ علماء کرام سے وعظ سنا۔ نہ اخلاق درست۔ نہ کردار صحیح۔ غرض پورا پورا بد عمل۔ بے دین رہا ہو۔ یہ بھی جب مرنے لگے۔ تو اس کو یٰسٓ سنا دو۔ بس بخشا گیا۔

اللہ تعالیٰ سب کو نیک اعمال کی توفیق دے۔ اور سب کا خاتمہ بالخیر فرمائے۔ دل تو یہی چاہتا ہے۔ کہ کوئی کلمہ گو نجات سے محروم نہ رہے۔ لیکن قرآن و حدیث کی رو سے معاملہ بڑا نازک اور خوفناک دکھائی دیتا ہے۔ اس طرح کہ نجات کا سارا دار و مدار اعمال صالح پر ہے۔ قرآن مجید میں جہاں بھی نجات پانے والوں یا جنتیوں کا ذکر آتا ہے۔ اس سے پہلے اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ضرور مذکور ہوتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ مومن، موحد، سنت کے مطابق نیک اعمال کرنے والے ہی نجات پائیں گے۔ ان ہی کی دنیا اور آخرت کی سب منزلیں آسان ہوں گی۔ اور ان ہی پر اللہ کا فضل ہوگا۔ اور بدعملوں کے لیے آخرت میں سزاؤں کے وعدے ہی دیئے گئے ہیں۔ پھر کس دلیری پر یہ کہا جائے۔ کہ ایک بے دین، بدعمل آدمی کو سورۃ یٰسٓ سنا دو۔ اور رسم قل شاندار سی کردو۔ تو وہ نجات پا جائے گا۔ ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔ تاجدارِ والیِ بطحار فداہ ابی و امی صلے اللہ علیہ و سلم نے اپنی بیٹی اور پھوپھی کو فرمایا:۔

يَا فَاطِمَةُ بِنْتَ مُحَمَّدٍ، وَّ يَا صَفِيَّةُ عَمَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ اعْمَلَا لِمَا عِنْدَ اللّٰهِ فَاِنِّيْ لَا اُغْنِيْ عَنْكُمَا مِنَ اللّٰهِ شَيْئًا ۔ (طبقات ابن سعد)

"اے فاطمہؓ محمدؐ کی بیٹی! اور اے صفیہؓ۔ اللہ کے رسول کی پھوپھی! (سنو!) اللہ کے ہاں کام آنے والے نیک عمل کر لو۔ میں اللہ کے ہاں تمہارے کچھ کام نہ آؤں گا"

بیٹی حضور کے جگر کا ٹکڑا۔ اور پھوپھی بھی آپ کے خون کا رشتہ حضور انورؐ نے دونوں کو صاف سنا دیا۔ کہ نجات کے لئے تمہارے نیک اعمال ہی کام آئیں گے۔ میں قیامت کو تمہارے کام نہیں آؤں گا۔ یعنی اگر خدا نے پکڑ لیا۔ تو میں چھڑا نہ سکوں گا۔ کس قدر خوف کا مقام ہے۔ پھر سب کو اپنی عملی زندگی بنانی چاہیئے۔ اور یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ یٰسین سننے اور قل اور چالیسویں کے ختم سے نجات ہو جائے گی۔ عملوں کی کوئی ضرورت نہیں۔ زندگی شتر بے مہار کی طرح بے شک گزرے۔ اقبالؒ مرحوم نے کیا خوب کہا ہے ؎

بہ بندِ صوفی و ملا اسیری ✻ حیات از حکمتِ قرآن نہ گیری
بآیاتش ترا کارے جز ایں نیست ✻ کہ از یٰسینِ او آساں بمیری

" صوفی و ملا کی بندش کا تو قیدی ہے۔ قرآن کی حکمت سے تو نے زندگی نہ پائی۔ اس بات کے سوا قرآنی آیات سے تیرا کوئی کام نہیں۔ کہ قرآن کی یٰسین کے ساتھ تو بہ آسانی مر جائے"

مطلب یہ کہ غلط کار صوفی و ملا اور دیناری علماء و مشائخ نے اپنی ہوا و ہوس کے جال میں تجھے پھنسا لیا۔ قید کر لیا۔ اس لئے تو نے قرآن کی حکمت سے زندگی حاصل نہ کی۔ کہ قرآن ایک پیام حیات ہے۔ انقلاب آفریں زندگی بخشنے والا ہے۔ تو نے قرآن سے یہ زندگی

نہ ہی ۔ صرف اتنا کام لیا۔ کہ اُس کی یٰسٓ سے تیری جان آسانی سے نکلے ۔

لیکن یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ کہ تمام عمر قرآن کے نزدیک نہ گئے۔ قرآن کی کسی بات پر عمل نہ کیا۔ مرنے لگے تو ۔ پڑھو یٰسٓ ۔ اللہ نیتوں کو جانتا ہے۔ وہ کبھی دھوکے میں نہیں آ سکتا۔

اس سے ہمارا مطلب یہ نہیں ہے۔ کہ مرنے والے کو یٰسٓ نہیں سنانی چاہیئے ۔ سنانی چاہیئے۔ البتہ سننے والے کو اس کا اہل ہونا چاہیئے۔ بسم اللہ واللہ اکبر پڑھنے سے وہی جانور ذبح ہوگا ۔ اور کھانے کے لائق ہوگا۔ جو اس کا اہل ہے۔ ؎

تو خاک کی مٹھی ہے اجزا کی حرارت سے
برہم ہو، پریشاں ہو، وسعت میں بیاباں ہو

عثمان بن مظعونؓ کی وفات پر رسول اللہ کے آنسو۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بوسہ دیا عثمان بن مظعونؓ پر۔ (یعنی پیشانی پر)۔ اس حالت میں کہ وہ میت تھے۔ اور حضورؐ روتے تھے۔ یہاں تک کہ آپ کے آنسو عثمان کے چہرے پر بہے (ابوداود۔ ابن ماجہ مشکٰوۃ)۔ مدینہ منورہ میں مہاجروں میں سب سے پہلے عثمانؓ بن مظعون کی وفات ہوئی۔ اور بقیع میں سب سے پہلے یہی دفن کئے گئے۔ حضور انورؐ نے اپنے دست مبارک سے ایک پتھر اٹھا کر ان کی قبر پر رکھ دیا۔ تاکہ نشان رہے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہُوا۔ کہ میت پر بوسہ دینا، اور

آنسوؤں سے رونا جائز ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضہ روایت کرتی ہیں۔ کہ ابوبکر صدیق رضہ نے بوسہ دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم پر وَھُوَ مَیِّتٌ۔ درحالیکہ وہ میت تھے۔ یعنی ان کی وفات ہو چکی تھی۔ (ترمذی۔ ابن ماجہ)

تجہیز و تکفین میں جلدی کرو

حصین بن وحوح رضہ سے روایت ہے۔ کہ حضرت طلحہ رضہ بن براء بیمار ہو گئے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم ان کی عیادت کے لئے تشریف لائے۔ اور (دیکھ کر) فرمایا۔ نہیں گمان کرتا میں طلحہ رضہ کو مگر کہ پیدا ہوئی ان کو موت، پس خبر کرنا تم مجھ کو ان کے مرنے کی (تاکہ آؤں اور ان پر نماز پڑھوں) اور جلدی کرو۔ (ان کی تجہیز و تکفین میں) اور نہیں لائق مُردے مسلمان کے لئے کہ روک رکھا جائے درمیان اس کے اہل کے"

(ابوداؤد)

مُلاحظہ:۔ میت کو جلدی دفن کرنے کا ارشاد فرمایا۔ کیونکہ ڈر ہے اس کے متعفن ہونے کا۔ اگر میت متعفن ہو جائے۔ سڑ جائے۔ تو لوگ نفرت کریں گے۔ اور میت کی تحقیر، اور بے عزتی ہو گی۔ حالانکہ مومن بڑی عزت والا ہے۔

میت پر آنسو بہانا اور رونا

اسامہ بن زید رضہ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیٹی (حضرت زینب رضہ) نے کسی کو آپ کی طرف کہلا بھیجا۔ کہ میرے بیٹے کی نزع کی حالت ہے۔ لہٰذا آپ تشریف لائیے۔ حضور نے زینب کو سلام کہلا بھیجا۔ اور فرمایا۔ کہ اس کو کہو۔ تحقیق اللہ ہی کے

لئے ہے۔ جو چیز کہ لے لے۔ اور اسی کے لئے ہے جو چیز کہ دیدے۔ (یعنی اولاد کے فوت ہونے پر جزع فزع نہ کرنا چاہیئے۔ کیونکہ وہ اللہ کی امانت ہے۔ جب چاہے واپس لے لے) اور سنو!) ہر چیز اللہ کے پاس ایک مدت معین تک ہے۔ (یعنی زندگی تیرے بچہ کی اتنی ہی مقدر تھی۔ جتنی دیر زندہ رہا)۔ حضرت زینبؓ نے پھر آپؐ کو بلا بھیجا۔ اور قسم دی کہ ضرور تشریف لائیں۔ پھر آپ تشریف لے گئے۔ آپؐ کے ہمراہ سعد بن عبادہ رضؓ اور معاذ بن جبل رضؓ اور ابی بن کعب رضؓ اور زید بن ثابت رضؓ اور لوگ صحابہؓ میں سے تھے۔ بچے کو آپؐ کی گود میں رکھ دیا گیا۔ اور بچے کی روح حرکت میں تھی۔ (یعنی جان کنی کی حالت تھی)۔ حضورؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اس پر سعدؓ نے کہا۔ اے اللہ کے رسولؐ! یہ کیا؟ آپؐ نے فرمایا۔ یہ رحمت ہے۔ جس کے دل میں اللہ چاہے رکھ دے۔ اور اللہ تعالےٰ رحم نہیں کرتا اپنے بندوں میں سے کسی پر۔ مگر رحم کرنے والوں پر۔ (بخاری۔ مسلم)

یہ رونا رحمت ہے

ملاحظہ:۔ حضرت سعد رضؓ نے حضورؐ کو کہا۔ اے اللہ کے رسول! یہ کیا؟ یعنی موت پر آپ روتے ہیں؟ حضورؐ نے جواب دیا۔ کہ یہ رونا رحمت ہے۔ یعنی رحمدلی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ رحم دلوں پر مہربانی فرماتا ہے" تو موت یا دوسرے دردناک حالات پر جن لوگوں کے دل پسیج جاتے ہیں۔ اور آنکھوں میں آنسو آ جاتے ہیں۔ وہ زار و قطار رو پڑتے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں۔ جن پر اللہ رحمت فرماتا

ہے۔ البتہ ۔ چلّا کر رونا ۔ منہ پیٹنا ۔ نوحہ کرنا ۔ گریبان پھاڑنا اور ہائے وائے پکارنا یہ حرام ہے۔

رحمتِ عالم کے سامنے آپ کا بیٹا فوت ہوگیا

حضرت انس رضؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں ۔کہ میں نے دیکھا ۔ اس لڑکے (ابراہیم) کو جب اس کی جان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے نکل رہی تھی حضورؐ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے ۔ اور آپؐ نے فرمایا:۔

تَدْمَعُ الْعَيْنُ وَيَحْزَنُ الْقَلْبُ وَلَا نَقُوْلُ إِلَّا مَا يَرْضَىٰ رَبُّنَا إِنَّا بِفِرَاقِكَ يَا إِبْرَاهِيْمُ لَمَحْزُوْنُوْنَ ۔ (ابوداؤد۔ بخاری)۔

"آنسو بہاتی ہے آنکھ ۔ اور دل غمگین ہے ۔اور نہیں کہتے ہیں ہم، مگر وہی، جو پسند آئے ہمارے رب کو۔ (یعنی إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ)۔ اے ابراہیم! تیری جدائی کے سبب ہم بہت غمگین ہیں"

حضور انورؐ کا یہ بیٹا ۱۷۔ ماہ کا ابراہیم علیہ السلام ۔حضرت ماریہ قبطیہ رضؓ کے بطن پاک سے تھا۔ یہ اپنی دایہ (MILK-NURSE) خولہ کے گھر پر ہی بیمار ہو گیا۔ خولہ کے شوہر ابوسیف لوہار تھے۔ حضورؐ کو بچے کی نازک حالت کی اطلاع ملی۔ تو آپ ابوسیف کے گھر تشریف لے گئے۔ دیکھا تو بچہ دم توڑ رہا ہے۔ یہاں تک کہ خواجۂ دوسرا صلے اللہ علیہ وسلم کے سامنے ابراہیم علیہ السلام کی روح پرواز کر گئی۔ حضورؐ پر نور کی آنکھیں چھم چھم رونے لگیں، داڑھی مبارک تر ہو گئی۔کہ آخر لختِ جگر تھا۔ عبدالرحمٰن بن عوف نے عرض کیا

یا رسولؐ اللہ! آپ روتے ہیں؟ فرمایا! ـــ ابنِ عوف! یہ رحمت کی نشانی ہے!

غور کریں۔ کہ وہ لوگ کتنے خدا سے ڈرنے والے تھے۔ ان کا خیال تھا۔ کہ شاید محض رونا بھی صبر کے منافی ہے۔ اور اس سے بھی خدا ناراض ہو جاتا ہے۔ اس لئے حضورؐ سے پوچھنے لگے۔ پھر حضورؐ نے فرمایا۔ گویا مسئلہ بتایا۔ کہ آنسوؤں کا آنا رحمت ہے۔ یعنی رحم دل ہونے کا نشان ہے۔ اس میں کوئی حرج نہیں۔ سنگ دلی نہ چاہیئے۔ بلکہ آدمی کو رقیق القلب ہونا چاہیئے۔ اور اشکوں کے آنے سے صبر نہیں ٹوٹتا۔ البتہ نوحہ کرنا۔ واویلا کرنا۔ اور بے صبری کے کلمات منہ سے نکالنا۔ صبر کے خلاف ہے۔

پھر حضورؐ نے اللہ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ۔ کے آگے اپنی عاجزی کا اظہار یوں فرمایا۔ وَلَا نَقُوْلُ ـــ اور ہم نہیں کہتے۔ یعنی اللہ نے جو میرے دل کا پھل توڑ لیا ہے۔ میرے ہاتھوں سے میرا بیٹا لے لیا ہے۔ اس پر میں اللہ کے آگے کچھ نہیں کر سکتا۔ کوئی بات نہیں کہہ سکتا۔ سوائے اس ایک بات کے۔ کہ اس کی رضا پر راضی ہوں وہی بات کہتا ہوں۔ جو اس کو پسند ہے۔ کہ ہم سب اللہ کی دولت ہیں۔ اور ہم سب نے اسی کے پاس لوٹ جانا ہے۔ اگرچہ میری آنکھیں برکھا برسا رہی ہیں۔ ابراہیم کی موت سے دل بڑا غمناک ہے۔ با ایں ہمہ ـــ سرِ تسلیم ـــ مرضیٔ ذوالجلال کے حضور خم ہے۔ جو میرا اللہ چاہے۔ میں بھی وہی چاہوں۔ جو اس کو پسند۔ وہ مجھ کو پسند۔ وہ راضی۔ میں بھی راضی۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔

اللہ کتنی شان والا ہے تُو، کہ تیری جناب میں "بعد از خدا بزرگ ہستی"، اکرم الاولین، اور اکرم الآخرین رسولؐ۔ کس عجز سے سجدہ ریز ہیں۔ معبود لازوال سے

لن ترانی کے ترانے نہ سنا حسنِ تمام
ذرہ ذرہ تیرے جلووں کا تمنائی ہے
حادثے گردِ رہ زیست ہوئے جاتے ہیں
یُوں ترے غم سے ارادوں نے جِلا پائی ہے

حضرت عائشہؓ کے بھائی عبدالرحمٰنؓ کی وفات

ابن ابی ملیکہؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں۔ کہ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ کی وفات حبشے میں ہو گئی۔ اور وہ ایک موضع ہے۔ پھر ان کو مکہ میں لایا گیا۔ اور یہاں ہی دفن کئے گئے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ جب حج کرنے مکہ تشریف لائیں تو اپنے پیارے بھائی، عبدالرحمٰنؓ کی قبر پر گئیں۔ اور کہا۔ ؎

وَکُنَّا کَنَدْ مَانَیْ جَذِیْمَۃَ حِقْبَۃً
مِّنَ الدَّھْرِ حَتّٰی قِیْلَ لَنْ یَّتَصَدَّعَا
فَلَمَّا تَفَرَّقْنَا کَاَنِّیْ وَ مَالِکًا
لِطُوْلِ اجْتِمَاعٍ لَمْ نَبِتْ لَیْلَۃً مَعًا

"اور تھے ہم مانند دو ہم نشینوں جذیمہ کے، جدا نہ تھے۔ آپس میں مدت مدید زمانے سے۔ یہاں تک کہ کہا گیا ہرگز نہ جدا ہوں گے۔"

"پس جب جدا ہوئے ہم، گویا میں اور مالک، باوجود

بہت مدت تک ساتھ رہنے کے۔ نہیں گزاری ہم نے
ایک رات اکھٹے "

(یہ شعر پڑھنے کے بعد کہا حضرت عائشہ صدیقہؓ نے)۔ قسم اللہ کی اگر حاضر ہوتی میں تیرے پاس (حبشہ میں) تیرے مرنے کے وقت نہ دفن کیا جاتا تو۔ مگر اسی جگہ کہ مرا تھا تو۔ (یعنی حبشہ میں ہی تجھے دفن کراتی۔ کہ مکانِ موت سے نقل نہ کرنا سنت اور افضل ہے) اور اگر حاضر ہوتی میں تیرے پاس وقت وفات کے، نہ زیارت کرتی میں تیری۔ یعنی تیری قبر کی۔ (ترمذی شریف)

بھائی کی جدائی کا حضرت عائشہؓ کو غم

عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ پردیس میں فوت ہو گئے۔ تو ان کو حبشہ (ایک موضع ہے قریب مکہ کے) سے مکہ لایا گیا۔ اور وہیں دفن کر دیا گیا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ جب حج کرنے مکہ مکرمہ آئیں۔ تو بھائی کی محبت نے جوش مارا۔ ان کی قبر پر چلی گئیں۔ اور اشعار مذکور پڑھے۔

یہ اشعار متمم بن نویرہ کے ہیں۔ اس کا بھائی مالک بن نویرہ فوت ہوا۔ تو متمم نے اپنے بھائی کے مرثیہ میں یہ شعر کہے اور حضرت عائشہ رضؓ نے انہیں اپنے مناسب حال پاکر بھائی کی قبر پر پڑھ دیئے۔ باکمال شعراء کا کلام عموماً لوگوں کے حالات اور نفسیات کے مطابق ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے، کہ لوگ اسے اپنی واردات اور نفسیات کا ترجمان سمجھ کر اس سے حظ اٹھاتے ہیں۔ ایسا شاعر بڑا مقبول ہوتا ہے۔ جیسا کہ اقبالؒ نے اپنی والدہ کو دفن کرکے کہا تھا۔ سہ

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
اور سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

پھر لوگوں نے مناسب حال اپنے عزیزوں کی قبروں پر سینکڑوں بار یہ شعر پڑھا۔ اور پڑھ رہے ہیں۔

اب آپ مذکورہ اشعار کا مطلب سمجھیں۔ پھر آپ جان لیں گے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ نے ان اشعار کو اپنے بھائی کے مناسب حال کیونکر جانا۔

متمم بن نویرہ کے اشعار کا مطلب

متمم کہتا ہے۔ تھے ہم یعنی میں متمم اور میرا بھائی مالک۔ مانند جذیمہ کے دو ہم نشینوں کے مدت مدید زمانے سے۔ یہاں تک کہا گیا۔ کہ یہ ہرگز جدا نہ ہوں گے۔

جذیمہ ایک بادشاہ تھا۔ عراق اور جزیرہ عرب کا۔ اس کے دو ندیم یعنی ہمنشین تھے۔ ایک کا نام مالک اور دوسرے کا عقیل تھا۔ چالیس برس تک یہ دونوں جذیمہ کے ہم صحبت رہے۔ کبھی جدا نہ ہوئے تھے۔ اور لوگ ان کی ہم نشینی دراز کے باعث کہتے تھے کہ یہ کبھی جدا نہ ہوں گے۔

متمم کہتا ہے۔ جذیمہ کے ندیموں یا ہمنشینوں کی طرح ہم دونوں بھائی بھی مدت مدید زمانہ سے اکٹھے رہے ہیں کبھی علیحدہ نہیں ہوئے، پس جب جدا ہوئے ہم گویا کہ میں اور مالک۔ یعنی میرا بھائی مالک جب مرگیا۔ تو ہم جدا ہو گئے۔ پھر ایسا معلوم ہوا۔ کہ باوجود مدت مدید کی ہم نشینی اور یک جائی کے ہم نے ایک رات

بھی اکھٹی نہیں گزاری ۔ سہ

مہینے وصل کے گھڑیوں کی صورت اڑتے جاتے ہیں
مگر گھڑیاں جدائی کی گزرتی ہیں مہینوں میں

(اقبالؒ)

ایک رات بھی اکٹھے نہیں رہے

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے اپنے پیارے بھائی کی قبر پر یہ اشعار انہی معنوں میں پڑھے ۔ کہ ہم دونوں بہن بھائی مدت مدید زمانہ تک اکٹھے رہے ۔ یک جان رہے ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا ۔ کہ کبھی جدا نہ ہوں گے ۔ لیکن جب ہم جدا ہوئے ہیں ۔ عبدالرحمٰن مجھے داغِ مفارقت دے گئے ہیں ۔ تو باوجود زمانہ دراز کی ہم نشینی کے ایسا معلوم ہوتا ہے ۔ لَمْ نَبِتْ لَيْلَةً مَعًا ۔ کہ ایک رات بھی اکٹھے نہیں رہے ۔ سہ

یہ آئی کونسی منزل نہ ساحل ہے نہ دریا ہے
شناور بحرِ غم کا اب کہاں ڈوبے کہاں نکلے

میت کا مکانِ موت پر دفنانا افضل ہے

پھر عائشہ صدیقہؓ نے کہا ۔ وَاللهِ لَوْ حَضَرْتُكَ ۔ اللہ کی قسم ہے ۔ اگر حاضر ہوتی میں تیرے پاس مَادُفِنْتَ اِلَّا حَيْثُ مُتَّ ۔ نہ دفن کیا جاتا تو مگر اسی جگہ کہ مرا تھا تو ۔ یعنی اگر تیرے مرنے کے وقت میں موجود ہوتی تو تجھے وہیں دفن کراتی ۔ کیونکہ جہاں موت ہو ۔ سنت یہی ہے ۔ افضلیت اسی میں ہے ۔ کہ وہیں دفن کیا جائے ۔ آگے فرمایا ۔ اور امت کی عورتوں کو ایک

اہم مسئلہ بتایا ہے۔

وَلَوْ شَهِدْتُكَ مَا زُرْتُكَ "اور اگر حاضر ہوتی میں تیرے پاس۔ نہ زیارت کرتی میں تیری"

یعنی اگر تمہارے مرنے کے وقت میں حاضر ہوتی۔ تو ملاقات ہو جاتی۔ پھر قبر پر نہ آتی۔ چونکہ تمہیں مرتے وقت بھی نہ دیکھا تھا۔ اس لئے قبر کو دیکھا ہے۔ تاکہ ملاقات کے قائم مقام ہو۔ اب دوبارہ قبر پر نہ آؤں گی۔ کیونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت بھیجی ہے۔ ؎

مسلسل آج آنسو آ رہے ہیں
دیئے جل جل کے بجھنے جا رہے ہیں
نہیں برسات تھمتی کیا ستم ہے!
غضب کے آج بادل چھا رہے ہیں

عمرو بن عاصؓ کی عالم نزع میں وصیت

عمرو بن عاصؓ سے روایت ہے۔ کہ کہا انہوں نے اپنے بیٹے (عبداللہ) کو۔ درحالیکہ وہ نزع میں تھے (بیٹا سنو!) جب میں مرجاؤں۔ پس نہ ہو ساتھ میرے کوئی نوحہ کرنے والی۔ اور نہ آگ۔ پھر جب (جنازہ پڑھنے کے بعد) مجھے دفن کرنے کا ارادہ کرو۔ تو ڈالو مجھ پر مٹی سہولت سے۔ (یعنی تھوڑی تھوڑی کرکے) پھر کھڑے رہنا میری قبر کے گرد (ثابت قدمی کی دعا مانگنے کے لئے)۔ اس قدر کہ ذبح کیا جائے اونٹ۔ اور تقسیم کیا جائے اس کا گوشت۔ یہاں تک کہ آرام پکڑوں میں بہ سبب تمہارے۔ (یعنی

بہ سبب تمہاری دعاؤں۔ اذکار۔ اور استغفار کے جو تم میرے لئے کرو گے قبر پر کھڑے کھڑے) اور جانوں میں کہ کیا جواب دیتا ہوں میں اپنے پروردگار کے فرشتوں کو۔ (صحیح مسلم)

زمانۂ جاہلیت میں نوحہ کرنے کی لوگوں میں رسم تھی۔ بڑے اہتمام سے عورتیں ماتم کرتی تھیں۔ سیاہ لباس پہنتیں، سینہ کوبی کرتیں، بال نوچتیں۔ رخسار پیٹتیں۔ چیختی چلاتیں۔ گریبان پھاڑتیں۔ بین کرتیں۔ حتیٰ کہ میت کے ساتھ نوحہ کرنے والیاں ہوتیں۔ عمرو بن عاصؓ نے اپنے بیٹے کو وصیت کی۔ کہ میرے ساتھ کوئی نوحہ کرنے والی نہ ہو، خبردار! کوئی ہائے واتے کا سامان نہ ہو۔

پھر دورِ جاہلیت میں میت کے ساتھ آگ بھی لے جاتے تھے۔ اور اس پر خوشبو جلاتے تھے۔ فخر و ریا اور تکبر کے لئے کہ جنازہ کی شان دو بالا ہو۔ جنازے کے ساتھ اگر بتیاں جلانا۔ مشعلیں روشن کرنا۔ پتاشے اور مٹھائی لے کر جانا۔ باجا بجانا۔ سونگی میوہ بانٹنا۔۔۔ یہ سب کام ہندوؤں اور کافروں کے ہیں۔ بعض مسلمان بھی ایسی بعض باتیں کرتے ہیں۔ انہیں توبہ کرنی چاہیئے۔

عمرو بن عاصؓ نے اپنے بیٹے کو جنازے کے ساتھ آگ وغیرہ لے جانے سے منع کر دیا۔ مسلمانوں کو ان کی وصیت سے سبق سیکھنا چاہیئے اور جاہلیت کی رسموں کو آج ہی ترک کر دینا چاہیئے۔

عمرو بن عاص رضہ نے یہ بھی بیٹے کو فرمایا۔ کہ جتنا وقت اونٹ کے ذبح کرنے، اور اس کا گوشت تقسیم کرنے میں لگتا ہے۔ اتنا وقت میری قبر کے گرد کھڑے رہ کر میرے لئے ثابت قدمی کی دعائیں مانگنا

میرے لئے استغفار کرنا۔ اور اذکار الٰہی پڑھنا۔ تاکہ آرام پاؤں میں بہ سبب تمہارے۔ یعنی بسبب تمہاری دعاؤں، اذکار، اور استغفار کے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم بھی دفن کے بعد قبر پر کھڑے ہو کر میت کی بخشش اور ثابت قدمی کی دعا کرتے تھے۔ جیسا کہ حضرت عثمان بن عفان رضؓ سے روایت ہے۔ کہ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم میت کو دفن کرکے فارغ ہوتے۔ وَقَفَ عَلَيْهِ۔ تو قبر پر توقف کرتے اور فرماتے۔ اِسْتَغْفِرُوْا لِاَخِيْكُمْ وَاسْئَلُوْا لَهٗ بِالتَّثْبِيْتِ فَاِنَّهُ الْاٰنَ يُسْئَلُ ـــ" اپنے بھائی کے لئے بخشش مانگو۔ اور اس کے لئے ثابت قدمی کی دعا کرو۔ کہ وہ اِس وقت پوچھا جاتا ہے۔ (ابوداؤد)

یعنی منکر اور نکیر اس وقت اس سے سوال کریں گے، لہذا تم اس کی ثابت قدمی کی دعا کرو۔ کہ اللہ اسے سوالوں کے جوابوں میں کامیاب کرے۔ اور اسے سکون حاصل ہو جائے۔

کیا گھر والوں کے رونے سے مُردے کو عذاب ہوتا ہے؟

حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ طیبہ رضی اللہ عنہا کے روبرو یہ ذکر کیا گیا۔ کہ عبداللہ بن عمر رضؓ کہتے ہیں۔ کہ میت کو عذاب ہوتا ہے۔ بسبب رونے زندوں کے میت پر۔ یہ سن کر حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ نے فرمایا۔

يَغْفِرُ اللّٰهُ لِاَبِيْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ اَمَا اِنَّهٗ لَمْ يَكْذِبْ وَلٰكِنَّهٗ نَسِيَ اَوْ اَخْطَاَ ـــ" اللہ ابو عبدالرحمن کو (کنیت ہے عبداللہ بن عمر رضؓ کی) بخشے۔ خبردار ہو۔ تحقیق

عبداللہ نے ہرگز جھوٹ نہیں بولا۔ اور لیکن وہ بھول گیا (یعنی جو کچھ حضرت انورؐ سے اس نے سنا۔ وہ صورت خاص سے متعلق تھا) یا خطا کی۔ (کہ مراد عام لے لیا)۔

إِنَّمَا مَرَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى يَهُوْدِيَّةٍ يُبْكٰى عَلَيْهَا فَقَالَ إِنَّهُمْ لَيَبْكُوْنَ عَلَيْهَا وَإِنَّهَا لَتُعَذَّبُ فِيْ قَبْرِهَا۔ (بخاری شریف)

"(سنو!) سوائے اس کے نہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم ایک یہودیہ عورت کی قبر کے پاس سے گزرے۔ کہ رویا جاتا تھا اس پر۔ فرمایا حضورؐ نے۔ اہل اس کے روتے ہیں اس پر۔ اور وہ عذاب کی جاتی ہے اپنی قبر میں۔"

رونے سے کافر میت کو عذاب ہوتا ہے۔

حضرت عائشہؓ یہ سمجھانا چاہتی ہیں۔ کہ حضورؐ نے خاص یہودیہ کے حق میں فرمایا تھا۔ بطور کلیہ کے نہیں فرمایا۔ اور کافر بھی اسی حکم میں شامل ہیں۔ حضرت انورؐ نے یہ نہیں فرمایا۔ کہ وہ عورت بسبب رونے کے عذاب کی جاتی ہے۔ بلکہ یہ فرمایا۔ کہ وہ عذاب میں ہے۔ اور یہ روتے ہیں اس کو۔ یعنی وہ تو اپنے گناہوں کے سبب عذاب بھگت رہی ہے۔ ذلیل و خوار ہے۔ اور یہ اس کی محبت میں رو رہے ہیں۔ اور اس کو مرحوم جانتے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے سمجھا تھا۔ کہ حضورؐ نے بطریق کلیہ کے فرمایا ہے۔ کہ ہر میت کو بسبب روتے زندوں کے قبر میں عذاب کیا جاتا ہے۔ حضرت عائشہؓ یہ فرماتی ہیں۔ کہ یہ حکم خاص یہودیہ

عورت اور دوسرے کافروں کے لئے ہے۔ مطلب یہ کہ میت کافر ہو اور اس پر روئیں اہل اس کے۔ تو اسے قبر میں عذاب ہوتا ہے۔ اس کے گناہوں کا بھی، اور رونے کا زیادہ۔

مدینہ منورہ میں محراب مسجد میں حضرت عمرؓ پر حملہ کیا گیا۔ اور وہ زخمی ہو گئے۔ لوگ ان کو اٹھا کر گھر لے آئے۔ حضرت صہیبؓ ان کی خبر لینے گئے۔ تو دیکھ کر رو پڑے اور کہنے لگے۔ وَا اَخَاہُ وَا صَاحِبَاہُ۔ اے میرے بھائی! اے میرے صاحب! اس پر حضرت عمرؓ نے کہا۔ اے صہیبؓ! کیا تو مجھ پر روتا ہے[1]۔ حالانکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم نے فرمایا ہے:۔

اِنَّ الْمَیِّتَ لَیُعَذَّبُ بِبَعْضِ بُکَاءِ اَھْلِہٖ عَلَیْہِ۔

"البتہ مُردہ عذاب کیا جاتا ہے۔ بسبب بعضے رونے کے اس کے گھر والوں کے اس پر۔ (یعنی جو رونا ساتھ آواز۔ اور نوحہ کے ہو)"

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد حضرت ابن عباسؓ نے یہ بات حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ذکر کی۔ تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا:۔

یَرْحَمُ اللّٰہُ عُمَرَ لَا وَ اللّٰہِ مَا حَدَّثَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّے

---

[1] حضرت عمرؓ نے جو صہیبؓ کو فرمایا۔ کیا تو مجھ پر روتا ہے۔ یہ بطور احتیاط کے کہا۔ کہ اس پر زیادتی ہو کر نوحہ تک نوبت نہ آجائے۔ اور دیکھا دیکھی دوسرے بھی زور زور سے چلا کر رونا شروع نہ کر دیں۔ ورنہ حضرت عمرؓ خوب جانتے تھے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کئی میتوں پر آنسو بہا چکے تھے۔ اور اس طرح کا رونا نرم دلی کی نشانی ہے۔ جو منع نہیں ہے۔

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمَیِّتَ لَیُعَذَّبُ بِبُکَاءِ اَھْلِہٖ عَلَیْہِ ۔" اللہ عمرؓ پر رحمت فرمائے۔ قسم ہے خدا کی۔ نہیں اس طرح۔ نہیں حدیث فرمائی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے، یہ کہ مردہ البتہ عذاب کیا جاتا، بسبب رونے اس کے اہل کے اس پر۔" وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَزِیْدُ الْکَافِرَ عَذَابًا بِبُکَاءِ اَھْلِہٖ عَلَیْہِ ۔" اور لیکن اللہ زیادہ کرتا ہے عذاب کافر کو بسبب رونے اس کے اہل کے اس پر۔" قَالَتْ عَائِشَۃُ حَسْبُکُمُ الْقُرْاٰنُ وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ۔" فرمایا حضرت عائشہ صدیقہؓ نے کافی ہے تم کو قرآن (کی یہ آیت) اور نہیں اٹھاتا کوئی اٹھانے والا بوجھ دوسرے کا۔" (بخاری۔ مسلم)

حضرت عائشہ کا فتوےٰ

حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے۔ کہ کافر میت پر جو اس کے گھر والے روتے، واویلا، نوحہ کرتے ہیں۔ اس سبب اس پر عذاب زیادہ کیا جاتا ہے۔ مسلمان میت پر ایسا نہیں ہو سکتا۔ گویا حدیث رسول پاکؐ کافر میت کے متعلق ہے۔ مسلمان میت کے لئے نہیں۔ پھر حضرت عائشہ صدیقہؓ نے قرآن کی آیت پڑھ کر۔ دو ٹوک فیصلہ کر دیا۔ وَلَا تَزِرُ وَازِرَۃٌ وِّزْرَ اُخْرٰی۔ کہ کوئی کسی کا بوجھ اٹھانے والا نہیں ہے۔ یعنی گناہ زید کرے۔ اور سزا اس کی بکر کو ملے۔ یہ نہیں ہو سکتا۔ روئیں میت پر گھر والے، اور عذاب ہو میت کو۔ یہ کیوں؟

بَین اور نوحہ کافروں کی رسم ہے

حاصل کلام یہ کہ رونا، پیٹنا بین کرنا میت پر۔ بڑا گناہ ہے۔ اور زمانہ جاہلیت کے کافروں کا کام ہے۔ جو حضور نبی صلے اللہ علیہ و سلم نے قطعاً حرام کر دیا۔

دَور جاہلیت میں نوحہ زنی کو بڑی اہمیت دی جاتی تھی۔ اور میت کی خوبیاں بیان کرکر کے روتے، رلاتے۔ اور سینہ کوبی کرتے تھے۔ ہر کوئی اس رسم کو اچھا جانتا تھا۔ بلکہ مرنے والا وصیت کرجاتا تھا۔ کہ اس کی میت کو نوحہ زنی سے سنوارنا۔ حتیٰ کہ قبر تک روتے رلاتے جانا۔ پس ایسی کافر میت پر رونے سے اس کو قبر میں ضرور عذاب زیادہ ہوگا۔ کہ وہ اس نوحے اور بین کو پسند کرتا تھا۔ اور اس پر راضی تھا۔

بین پر رضامند شخص عذاب پائے گا۔

اسی طرح اگر مسلمان کے گھر میں بھی موت کے موقع پر نوحہ اور بَین ہوں۔ اور گھر کا مالک نہ منع کرے۔ ٹس سے مس نہ ہو تو گویا کافروں کی رسم سے راضی ہُوا۔ اس نے اپنے گھر میں اسلامی ماحول پیدا ہی نہ کیا۔ ایسا مسلمان جب مرے گا۔ اور اس کی میت پر بین ہوں گے۔ گھر والے چلائیں گے، پیٹیں گے۔ تو اس کو بھی قبر میں اس پاداش میں دکھ ہوگا۔ کہ اس کے سامنے موت کے موقع پر صبر کی دھجیاں اڑتی تھیں۔ اور نوحے ہوتے تھے۔ اور وہ منع نہ کرتا تھا۔ اور اسی دستور کے مطابق اس کی میت پر بین ہوئے۔ تو جتنا وقت اللہ چاہے گا۔ اس کو تکلیف میں مبتلا رکھے گا۔ بسبب اس کے۔ کہ اس

کی میت پر اس کی مرضی سے نوحے ہوئے۔

"میت پر رونے سے میت کو عذاب ہوتا ہے" اس حدیث کا مطلب بعض علماء نے یہ بیان کیا ہے۔ کہ جتنا وقت گھر والے ناجائز روئیں گے، اتنا وقت میت کو رنج ہوگا۔ بسبب برے رونے کے۔

بری الذمہ آدمی امن میں ہے

یاد رہے۔ کہ جو شخص صوم و صلوٰۃ۔ روزہ و زکوٰۃ کا پابند ہو۔ کتاب و سنت کے نور میں زندگی گزارتا ہو۔ موت فوت کے مواقع پر کوئی غیر شرع کام نہ کرتا ہو۔ نہ گھر میں ہونے دیتا ہو۔ نوحے بین کا کا سخت مخالف ہو۔ نہ موتوں پر اسے برداشت کرتا ہو۔ ایسے شخص کی میت پر اگر کوئی نوحے یا بین کرے گا۔ برا رونا روئے گا۔ تو اس کو کوئی عذاب نہ ہوگا۔ کیونکہ ہر طرح سے بری الذمہ ہو کر مرا ہے، وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ۔ نوحہ زنوں کے گناہ کا بوجھ یہ نہیں اٹھائے گا چونکہ مسئلہ بڑا نازک ہے۔ اور احتیاط کا تقاضا کرتا ہے، اس لئے ہر مسلمان موحد بھائی کو چاہیئے۔ کہ وہ ضرور وصیت کر رکھے کہ اس کی میت پر کوئی برا رونا نہ روئے۔ نوحہ اور بین نہ کرے۔ آنکھوں سے برکھا

---

[1] مغیرہ بن شعبہ کہتے ہیں کہ میں نے حضورؐ کو فرماتے ہوئے سنا۔ مَنْ نِیحَ عَلَیْهِ فَاِنَّهٗ یُعَذَّبُ بِمَا نِیحَ عَلَیْهِ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ (بخاری مسلم) جس پر نوحہ کیا جاتا ہے بیشک وہ عذاب کیا جائیگا بہ سبب نوحہ کئے جانے کے دن قیامت کے" معلوم ہوتا ہے کہ نوحہ کرنے کا مسئلہ بڑا نازک اور لرزہ خیز ہے خبردار! مسلمان کو میت پر ہرگز ہرگز نہ چلا کر رونا چاہیئے۔ نہ بین کرنا چاہیئے، نہ مُردے کی بھلائیاں پکار پکار کر اونچی اونچی رونا چاہیئے، آنکھوں سے آنسو بہاؤ۔ خواہ جگر کٹ کر اشکوں کی راہ بہ جائے۔ لیکن زبان اور آواز قابو میں رکھو۔ اگر آپ اپنی میت کی خیرخواہی چاہتے ہیں اور جو لوگ بقید حیات ہیں، ان کو چاہیئے۔ کہ زندگی بھر نوحہ کے سخت مخالف رہیں تاکہ ان کی میت نوحہ کے خطرہ سے امن میں رہے۔

بے شک برسے، زبان اور آواز پر سخت ضبط رہے۔ اس کی تجہیز و تکفین اور تدفین سنت کے مطابق ہو۔ کوئی بدعت کا کام ہرگز نہ کیا جائے۔ تیجے۔ دسویں۔ چالیسویں۔ برسی۔ روح ملانے کے ختموں سے سخت گریز کیا جائے۔ ہاں بخشش کی دعائیں ضرور ضرور ہوتی رہیں۔ ہمیشہ ہمیشہ۔اور صدقات خیرات اللہ کے نام پر ریا سے بچ کر ایصالِ ثواب کی نیت سے کئے جائیں۔

نوحہ کرنے والی عورت پر لعنت

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّے اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ النَّائِحَۃَ وَالْمُسْتَمِعَۃَ ۝ (ابوداؤد)

"حضرت ابی سعید خدری رضؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے لعنت کی نوحہ کرنے والی عورت کو اور نوحہ سننے والی عورت کو"

مُلاحظہ:۔ نوحہ (LAMENTATION) کہتے ہیں۔ کہ میت کی بھلائی اور خوبی بیان کر کر بلند آواز سے رونا۔ چلّا کر مردے کے اوصاف بیان کرنا۔ یا مطلق بلند آواز سے، یا چلّا کر رونا۔ ایسا کرنا شریعت میں حرام ہے، جو عورت نوحہ کرے گی۔ اس پر خدا کی لعنت اور پھٹکار آئے گی۔

ایسے ہی حضورؐ نے اس عورت کو بھی لعنتی فرمایا۔ جو نوحہ سننے والی ہو۔ یعنی جو ارادتاً رضا و رغبت سے سنے۔

یاد رہے۔ کہ اشکوں کا آنا اور دل کا غم کرنا صبر کے منافی نہیں

ہے۔ بلکہ یہ رحمت اور نرم دلی کا نشان ہے۔ نوحہ گری اور شکوہ، اور واویلا کرنا صبر کو توڑ دیتا ہے۔ اور حرام ہے۔ اگر کوئی خود نوحہ اور بین نہ کرے۔ لیکن کہیں جا کر بَین سنے۔ تو وہ بھی لعنتی ہے۔ تو ایسی مجلسوں میں ہرگز نہیں جانا چاہیئے۔

جو چلّا کر روئے اور کپڑے پھاڑے وہ ہم سے نہیں

یزید بن اوس کہتے ہیں۔ کہ میں ابو موسیٰ کے پاس گیا۔ وہ بیمار تھے۔ ان کی بیوی نے رونے کا قصد کیا یا رونا شروع کیا۔ ابو موسیٰ نے اس سے کہا۔ کیا تو نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم کا فرمان نہیں سنا؟ وہ بولی کیوں نہیں! (یعنی سنا ہے) پھر وہ چپ ہو گئی جب ابو موسیٰ فوت ہو گئے۔ تو میں اس عورت سے ملا۔ اور پوچھا۔ وہ کیا تھا۔ جو ابو موسیٰ نے تجھ سے کہا تھا۔ کیا تو نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان نہیں سنا۔ پھر تم چپ ہو گئی تھی۔ اس (نیک بی بی) نے کہا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم نے فرمایا:۔

لَیْسَ مِنَّا مَنْ حَلَقَ وَ مَنْ صَلَقَ وَ مَنْ خَرَقَ۔ "جو شخص (میت کے غم میں) اپنا سر منڈا ڈالے، یا چلّا کر روئے، کپڑے

لہ رسول خدا ایک عورت کے پاس سے گزرے، جو ایک قبر پر آواز سے رو رہی تھی۔ حضور نے فرمایا۔ اللہ سے ڈرو اور صبر کرو۔ وہ بولی اِلَیْکَ عَنِّیْ۔ ایک طرف ہو مجھ سے۔ کیونکہ تو میری سی مصیبت میں گرفتار نہیں ہوا۔ اور نہ پہچانا اس عورت نے حضرت کو۔ پھر کہا گیا اس عورت کو کہ وہ تو نبیؐ تھے۔ پھر وہ عورت حضورؐ کے دروازے پر آئی اور نہ پایا دروازے پر دربانوں کو۔ (کہ روکیں) پس اندر جا کر اس نے کہا۔ میں نے آپکو پہچانا نہ تھا حضورؐ نے فرمایا، اِنَّمَا الصَّبْرُ عِنْدَ الصَّدْمَۃِ الْاُوْلٰی۔ نہیں اعتبار صبر کا مگر نزدیک پہلے صدمہ کے۔ (بخاری شریف)۔ یعنی صبر باعث اجر وہ ہوتا ہے جو شروع مصیبت کے وقت ہو، ورنہ آخر صبر آ ہی جاتا ہے۔

پھاڑے۔ وہ ہم میں سے نہیں ہے۔" (ابوداؤد)

غور کریں۔کہ وہ لوگ (اللہ ان پر رحمت کی بارش کرے) کتنے خدا خوف، اور رسول رحمتؐ کے فرماں بردار تھے۔ ابو موسیٰ نے جب بیوی کو چلا کر روتے دیکھ کر اتنا کہا۔ کہ تو نے فرمان رسول نہیں سنا؟ وہ سمجھ گئی۔ اور فوراً چپ ہو رہی۔ یعنی فوراً رونا جو قابلِ اعتراض تھا بند کر دیا۔

اور قربان جاؤ صحابہؓ پر۔ کہ ان کو احادیث رسول سننے، اور انہیں اپنانے کا کتنا شوق تھا۔ کہ یزید بن اوس ابوموسیٰ کی وفات کے بعد ان کی بیوی کے پاس گئے۔ اور پوچھا کہ وہ کیا بات تھی۔؟ جس پر اس نیکوکار خاتون نے حدیث رسول بتا دی۔ سچی بات ہے کہ دراصل اسلام کو صحابہ ہی نے سمجھا۔ اور اس پر دل وجان سے عمل بھی کیا۔ کیا مجال کہ کوئی صحابی یا اس کی بیوی فرمان رسول سن کر فی الفور عمل نہ کرے۔ وہ لوگ پیدا ہی جنت کے لئے ہوئے تھے اور کام بھی ان کے جنت کے لائق تھے۔

رسولؐ رحمت نے عورتوں سے عہد لیا

اسید بن اُسید ایک عورت سے روایت کرتے ہیں۔ کہ کہا اس عورت نے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جن باتوں کا ہم سے عہد لیا تھا۔ ان میں یہ بھی تھیں۔

قَالَتْ كَانَ فِيمَا اَخَذَ عَلَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْمَعْرُوْفِ الَّذِي اَخَذَ عَلَيْنَا اَنْ لَّا نَعْصِيَهُ

فِيْهِ اَنْ لَّا نَخْمِشَ وَجْهًا وَّ لَا نَدْعُوَ وَيْلًا وَّ لَا نَشُقَّ جَيْبًا وَّ لَا نَنْشُرَ شَعْرًا ۔ (ابوداؤد)۔

"ہم سب عورتوں نے عہد کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم سے۔ کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی نہ کریں گی۔ اور (موت میں) منہ نہ نوچیں گی اور خرابی اور تباہی کو نہ پکاریں گی۔ اور کپڑے نہ پھاڑیں گی۔ اور بال نہ بکھیریں گی" (ابوداؤد)

قیامت کے روز نوحہ گر عورت کی سزا

ابی مالک اشعری رضؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم نے فرمایا۔ میری امت میں چار چیزیں ہیں جاہلیت (کفر) کے کام۔ نہیں چھوڑیں گے (بدبخت لوگ) ان کو۔

اَلْفَخْرُ فِي الْاَحْسَابِ وَالطَّعْنُ فِي الْاَنْسَابِ وَالْاِسْتِسْقَاءُ بِالنُّجُوْمِ وَالنِّيَاحَةُ ۔ "فخر کرنا حسب میں۔ اور طعن کرنا نسب میں۔ اور بارش طلب کرنا بسبب ستاروں کے۔ اور نوحہ کرنا"

یہ چاروں باتیں دورِ جاہلیت یعنی اسلام سے قبل زمانے کی ہیں۔ جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اسلام میں حرام کر دی ہیں۔ نہ کسی ذاتی جوہر یا نیک خصلت پر فخر کرو۔ نہ کسی کے باپ دادا کی برائیاں گناؤ۔ کہ حسب میں فخر کرنے سے اپنی تعظیم اور نسب میں طعن کرنے سے دوسرے کی تحقیر پائی جاتی ہے۔

اور یہ اعتقاد کرنا کہ فلاں ستارے کے طلوع پر بارش ہو گی۔ یا فلاں ستارہ فلاں برج میں آئے گا۔ تو مینہ برسے گا۔ سراسر جاہلیت ہے۔ ستاروں کی تاثیر سے بارش کا عقیدہ ایمان ضائع کر دیتا ہے۔

اور نوحہ کرنا بھی رسم کفار نا ہنجار ہے۔

یہ باتیں فرما کر سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ و سلم نے نوحہ گر عورت کے متعلق ارشاد فرمایا۔

اَلنَّائِحَةُ اِذَا لَمْ تَتُبْ قَبْلَ مَوْتِهَا تُقَامُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَعَلَيْهَا سِرْبَالٌ مِنْ قَطِرَانٍ وَدِرْعٌ مِّنْ جَرَبٍ۔ (صحیح مسلم)

"نوحہ کرنے والی عورت اگر بلا توبہ مرجائے گی۔ تو قیامت کو کھڑی کی جائے گی موقف میں۔ اور اس پر ہوگا کرتہ قطران کا اور کرتہ خارش کا" (صحیح مسلم)

نوحہ گر عورت

یعنی بلند آواز سے رونے، چلانے، چیخنے، واویلا کرنے ہائے وائے پکارنے، کالا لباس پہننے۔ گریبان پھاڑنے، منہ نوچنے، بال بکھیرنے، سینہ پیٹنے والی عورت اگر دنیا سے بلا توبہ کوچ کر گئی۔ تو قیامت کو اسے قطران اور خارش کا لباس پہنا کر دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

قطران ایک دوا ہے بدبودار، سیاہ رنگ۔ جو درخت ابہل سے نکلتی ہے۔ اور اسے خارشی اونٹوں کو ملتے ہیں۔ آگ اس میں بہت سرایت کرتی، اور بہت جلد بھڑکتی ہے۔ پٹرول ہی سمجھو۔ حاصل

کلام یہ کہ نوحہ کرنے والی عورت کے جسم پر خارش مسلط ہوگی، جو جسم کو جلا کر رکھ دے گی۔ پھر اس پر قطران ملیں گے۔ تا ایذا زیادہ ہو۔ اور آگ خوب بھڑکے۔

یوں سمجھئے۔ کہ کسی کے جسم پر رال کا روغن مل کر پھر اس پر تارپین کا تیل چھڑک کر آگ لگائیں۔ تو کیا ہوگا۔؟

توبہ! خدا بچائے۔ اس سے ہزاروں گنا زیادہ نوحہ گر عورت کا بُرا حال ہوگا۔ کہ اس کے جسم پر آتش گیر مادہ مل کر حوالۂ آتش کریں گے۔

جاہلیت کا فعل بند اور سوُر بنا دینے کے لائق ہے

عمران بن حصینؓ اور ابی برزہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ ہم دونوں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جنازہ کے ہمراہ نکلے۔ تو دیکھا کہ کئی شخصوں نے اپنی چادریں اتار کر پھینک دی تھیں۔ اور (بغیر چادر کے) کرتوں میں چلتے تھے۔ (اس پر) رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم نے فرمایا:۔

اَبِفِعْلِ الْجَاهِلِيَّةِ تَأْخُذُوْنَ اَوْ بِصَنِيْعِ الْجَاهِلِيَّةِ تَشَبَّهُوْنَ ۔ کیا جاہلیت کے فعل پر عمل کرتے ہو۔ یا جاہلیت کے کام کے ساتھ مشابہت کرتے ہو۔ (سنو!) لَقَدْ هَمَمْتُ اَنْ اَدْعُوَ عَلَيْكُمْ دَعْوَةً تَرْجِعُوْنَ فِيْ غَيْرِ صُوَرِكُمْ ۔ بیشک قصد کیا میں نے۔ کہ بد دعا کروں تم پر ایسی بد دعا کہ پھرو تم اپنے گھروں کو غیر صورتوں

اپنی میں (یعنی بندر یا سؤر ہو کر گھروں کو جاؤ)

(یہ سن کر صحابہ کانپ گئے) فَاَخَذُوْا اَرْدِیَتَهُمْ۔ پھر لے
لیں انہوں نے چادریں اپنی۔ وَلَمْ یَعُوْدُوْا۔ اور پھر دوبارہ انہوں
نے ایسا کام نہ کیا۔ (ابن ماجہ)

مُلاحَظہ:۔ اس زمانے میں یہ دستور تھا۔ کہ کُرتے پر چادر بھی
اوڑھتے تھے۔ اور جاہلیت کی رسم یہ تھی۔ کہ جنازہ کے ساتھ جانے
وقت بطور ماتم کے چادر اتار جاتے تھے۔ صحابہ نے بھی ایک جنازہ
میں چادریں اتار دیں۔ تو رسولؐ رحمت اس رسم جاہلیت پر اتنے
ناراض ہوئے۔ فرمایا! میں نے قصد کیا۔ کہ تمہارے لئے (ایسی دعا کروں
کہ تم غیر انسانی صورتوں میں واپس گھروں میں جاؤ۔ یعنی بندر،
سؤر، بن کر لوٹو!

مسلمان بھائیو! بہنو! غور کرو۔ کہ اس معمولی بات پر یعنی
چادر اتار کر چلنے پر حضورؐ نے اتنی شدید وعید سنائی۔ کہ شکلیں
تبدیل ہو جانے کا خوف دلایا۔ تو بیاہ شادی اور موت، اور
ماتم پر ہندوؤں کی بہت سی رسمیں ہم اپنائے ہوئے ہیں۔ یہ
رسمیں ہڈیوں میں رچی ہوئی ہیں۔ پھر کیا حال ہوگا ہمارا۔؟ کتنا
ناراض ہوگا اللہ ہم پر۔؟ کیا ہماری اندر کی صورتیں تو نہیں بدل
چکیں؟ سیرتیں مسخ تو نہیں ہو چکیں؟ ۔ کہ ہم ٹس سے مس
نہیں ہوتے کی طرف نہیں آتے۔

میّت کو غسل دینے کا بیان

رحمتِ عالم کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کا غسل

حضرت ام عطیہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ کہ جب رسولؐ اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی (زینبؓ) فوت ہو گئیں۔ تو حضورؐ ہمارے پاس آئے۔ اور فرمایا۔ غسل دو ان کو تین بار یا پانچ بار یا اگر مناسب سمجھو تو اس سے زیادہ مرتبہ پانی اور بیری کے پتوں سے۔ اور اخیر مرتبہ میں کافور بھی شامل کرو۔ اور جب تم غسل سے فارغ ہو جاؤ۔ تو مجھے اطلاع دینا۔ ام عطیہؓ کہتی ہیں۔ کہ جب ہم غسل سے فارغ ہو گئیں۔ تو آپؐ کو خبر دی۔ آپؐ نے اپنا تہ بند ہمیں دیا۔ اور فرمایا۔ کہ یہ ان کے بدن سے لپیٹ دو۔

(ابوداؤد۔ بخاری شریف۔ مسلم شریف)

یعنی تہ بند کفن کے نیچے رکھ دو۔ کہ بدن سے لگا رہے۔

ام عطیہؓ روایت کر کے کہتی ہیں۔ مَشَطْنَاهَا ثَلٰثَةَ قُرُوْنٍ۔ ہم نے زینبؓ کے سر کے بالوں کی تین لٹیں کر دیں۔ (ابوداؤد مسلم)

زینبؓ کے بالوں کی تین چوٹیاں کیں

حضرت ام عطیہؓ کہتی ہیں، کہ جن عورتوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی کو غسل دیا تھا۔ انہوں نے صاحبزادی کے بالوں کی تین چوٹیاں بنا دی تھیں۔ پہلے بالوں کو کھول کر دھویا تھا۔ پھر

تین چوٹیاں بنا دی تھیں۔ (بخاری شریف)

صاحبزادی کے بالوں کی تین چوٹیاں اس طرح بنائیں، کہ ایک چوٹی پیشانی کے بالوں سے اور دو چوٹیاں سر کے دونوں طرف کے بالوں سے۔ (بخاری شریف)

صاحبزادی کے بالوں کو گوندھ کر تین چوٹیاں بنا کر سب بالوں کو پس پشت ڈال دیا۔ (بخاری شریف)

محمدؒ بن سیرین نے ام عطیہؓ سے غسل میت سیکھا۔

محمدؒ بن سیرینؒ حضرت ام عطیہؓ سے غسل میت سیکھتے تھے انہوں نے کہا۔ پہلے دو بار بیری کے (پتوں کے) پانی سے غسل دیا جائے۔ پھر تیسری بار پانی، اور کافور سے۔ (ابوداؤد)

غسل میت داہنی طرف سے شروع کریں

رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم نے ان عورتوں سے فرمایا جو آپؐ کی صاحبزادی زینبؓ کو غسل میّت دیتی تھیں۔

اِبْدَأْنَ بِمَيَامِنِهَا وَ مَوَاضِعِ الْوُضُوْءِ مِنْهَا ۔ (ابوداؤد)

"کہ اس کی داہنی طرفوں سے اور وضو کے مقاموں سے غسل دینا شروع کرو"

نوٹ:۔ معلوم ہوا کہ میت کے داہنی طرف سے غسل شروع کرنا سنت ہے۔ اور داہنی طرف میں وضو کے مقاموں میں یعنی منہ اور ہاتھ کو مقدم کریں۔

غسل میّت تین سے سات مرتبہ تک ہے

ام عطیہؓ کی حدیث جس

کو مالک نے روایت کیا۔ اور جس کو حفصہ نے ام عطیہ سے روایت کیا اس میں اتنا زیادہ ہے۔ کہ غسل دو اس کو تین بار یا پانچ بار۔ یا سات بار۔ یا اس سے بھی زیادہ جہاں تک مناسب ہو۔
(ابوداؤد)

ملاحظہ:۔ یہ جو فرمایا کہ "غسل دو، سات بار، یا اس سے بھی زیادہ جہاں تک مناسب ہو۔" دراصل یہ میت کی حالت پر منحصر ہے۔ بعض میتوں کو زیادہ لمبی بیماری کے باعث زیادہ مرتبہ غسل دیا جائے۔ پھر کہیں جا کر صاف ہوتی ہیں۔ اسی لیئے حضور م نے۔ "جہاں تک مناسب ہو"۔ یا۔ "اگر مناسب سمجھو" کے الفاظ فرما دیئے۔ یعنی غاسل خود سمجھ لے۔ کہ کتنی مرتبہ غسل دینے سے میت صاف ستھری ہو سکتی ہے۔ اتنی مرتبہ غسل دے لیا جائے۔ تو غسل کم از کم تین بار اور زیادہ سے زیادہ سات بار تک ہے اور اگر مزید صفائی کی ضرورت ہو۔ تو اور زیادہ غسل دے لیں، غرض خوب پاکی حاصل ہونی چاہیئے۔

بیوی خاوند کو اور خاوند بیوی کو غسل دے سکتا ہے

عبداللہ بن ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ اسماء بنت عمیسؓ نے اپنے شوہر حضرت ابوبکر صدیق رض کو غسل دیا جب کہ ان کی وفات ہوئی۔ پھر نکل کر مہاجرین سے پوچھا۔ کہ میں روزے سے ہوں۔ اور آج سردی بہت ہے۔ کیا مجھ پر (غسل میت کے بعد) غسل واجب ہے۔ انہوں نے کہا۔ نہیں۔ (موطا امام مالک)

اس سے معلوم ہوا۔ کہ غسل میت کے بعد غاسل کے لیئے غسل

کرنا لازم یعنی واجب نہیں۔ ہاں مستحب ہے۔ کر ہی لینا چاہیئے۔
ابوداؤد میں ہے۔ کہ حضورؐ نے فرمایا۔

مَنْ غَسَلَ الْمَيِّتَ فَلْيَغْتَسِلْ وَ مَنْ حَمَلَهُ فَلْيَتَوَضَّأْ۔

"جو کوئی میت کو نہلائے۔ اس کو چاہیئے۔ کہ خود بھی نہائے۔
اور جو جنازہ کو اٹھائے۔ تو وہ وضو کرے۔" (ابوداؤد)
یہ غسل اور وضو واجب نہیں۔ بلکہ مستحب ہیں۔

دوسرا مسئلہ یہ بھی معلوم ہُوا۔ کہ عورت اپنے خاوند کو غسل دے سکتی ہے۔ اور ایسے ہی خاوند بھی بیوی کو غسل دے سکتا ہے۔ کیونکہ حضرت علی رضؓ نے اپنی بیوی حضرت فاطمہؓ کو غسل دیا تھا۔ اور رسول اللہ صلے علیہ و سلم نے اپنی بیوی حضرت عائشہ صدیقہؓ کو فرمایا۔ کہ اگر تم میرے سامنے مرجاؤ گی۔ تو میں تجھے غسل دونگا۔ پس مرد اپنی بیوی کو غسل دے سکتا ہے۔ (بلوغ المرام)

میت کو غسل دینے کا مکمل طریقہ

متذکرۃ الصدر احادیث کی روشنی میں میت کو غسل اس طرح دیں۔ کہ پہلے تختے کو خوب اچھی طرح دھوئیں۔ پھر میت کے کپڑے اتار کر اس کو تختے پر لٹائیں۔ اس کا ستر کپڑے سے ڈھانپ لیں پھر اس کو آب دست کرا کر وضو کرائیں۔ کلی اور ناک میں پانی نہ ڈالیں۔ لیکن کپڑے کے ٹکڑے، یا روئی سے اس کے دانت، ہونٹھ اور سوراخ بینی صاف کریں۔ پھر اس کو نہلائیں۔ اس پانی سے جس میں بیری کے پتے جوش دیئے ہوں۔ پھر سر اور اس کی داڑھی خطمی

سے دھوئیں، یا صابن سے صاف کریں۔ پہلے اسے بائیں کروٹ پر لٹائیں۔ اور پانی ڈالیں۔ یہاں تک کہ پانی اس کروٹ تک پہنچے۔ جو تختے سے لگی ہے۔ پھر اسے دائیں کروٹ پر لٹا کر پانی بہائیں، اتنا کر تختے سے لگی ہوئی کروٹ تک پہنچے۔ اور پیٹ اس کا نرم نرم ملیں۔ تاکہ اگر کوئی آلائش ہے۔ تو نکل جائے۔ تین مرتبہ غسل دو پانچ مرتبہ دو۔ سات مرتبہ دو۔ جب اچھی طرح پاکی کی تسلی ہو جائے۔ تو بس کرو۔ آخری مرتبہ کے پانی میں کافور ملا کر۔ وہ پانی اچھی طرح جسم پر بہا دیں۔

غسل دینے والا اور اس کے معاون موحد و بیدار اور پرہیزگار ہونے چاہئیں، بڑے درد دریغ اور محبت سے اپنے دین کے بھائی کو نہلائیں۔ بسم اللہ پڑھ کر غسل شروع کریں۔ اور خاتمے پر کلمہ شہادت پڑھیں۔ پھر بدن اس کا کپڑے سے پونچھیں۔ اور حنوط (ایک قسم کی مرکب خوشبو جو مُردوں کو مل جاتی ہے)۔ یا کافور، سر، داڑھی، اور پیشانی وغیرہ کو لگائیں۔ اور مشک یعنی کستوری کی خوشبو اگر مل جائے۔ تو وہ لگائیں۔ ابوداؤد میں ہے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ سب خوشبوؤں میں بہتر تمہاری مشک (کستوری) ہے۔

غسلِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم

برسا ہے شرق و غرب پہ ابرِ کرم ترا
آدم کی نسل پر ترے احساں ہیں بے شمار

محبوبِ قدسیاں - مخدومِ عرشیاں - رحمت عالمیاں - ختم نبیّاں قائدِ مرسلاں، جوہر کانِ ضیا، نیّرِ وحیِ خدا - رہروِ جادۂ اسریٰ نور الہدیٰ - شمس الضحےٰ - بدر الدجیٰ - خیر الوریٰ - حبیبِ خدا - اشرفِ انبیاء - شافعِ روزِ جزاء - حضرت مُحمّد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی روحِ اطیب (ارواحنا لہُ الفداء) جب جسدِ اطہر کو خیر باد کہہ کر رفیقِ اعلیٰ سے جا ملی - جب آپ نے ختم قرآن سے اِنَّكَ مَيِّتٌ کا آبِ حیات نوشِ جاں فرمایا - كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ کے ارم میں جلوہ بار ہوئے - سید الرسل کی موت پر جب ارض و سما نے خوننابہ ٹپکایا - اور اہلِ مدینہ کی آنکھوں سے جوئے خون بہنے لگی - سب کے حواس اڑ گئے - اور ایک "سکتے" کا عالم طاری ہوگیا غم کی شبِ تار نے دنیا کو لپیٹ میں لے لیا - ؎

یہ کہکشاں ترے قدموں کی دھول ہے شاید
یہ مہر و ماہ ترے ذرّاتِ رہگزر ہوں گے

حضرت ابوبکر صدیق رضؓ اشکبار آنکھوں کے ساتھ تشریف لے آئے حجرۂ عائشہؓ میں داخل ہوئے - جہاں کائنات کے سردار ابدی نیند سو رہے تھے - چہرۂ پر انوار سے چادر ہٹائی - پیشانی پر بوسہ دیا - اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ ـ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ہ

لہ اے خاورِ حجاز کے رخشندہ آفتاب!
صبحِ ازل ہے تیری تجلی سے فیض یاب

سرورِ کائنات اور فخرِ موجودات فوت ﷺ ہو گئے -

لہ صفحہ نمبر ۱۹۱ پر ملاحظہ فرمائیں -

لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا تَدُوْمُ لِأَحَدٍ
لَكَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ فِيهَا مُخَلَّدًا

"اگر دنیا نے کسی کے ساتھ وفا کی ہوتی۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہاں ہمیشہ رہنے والے ہوتے"

سب نے حکم کردگار کے آگے سر تسلیم خم کیا۔ اس کی رضا کے دریا سے اندوہ و غم کے تپتے ہوئے صحرا سیراب ہوئے۔ سب نے دل کڑے کئے۔ صبر کا دامن تھاما۔ اور "بعد از خدا بزرگ" ذات کے غسل کی تیاری کرنے لگے۔

تمہارے عارض و گیسو کے بعد نظروں سے
نہ روشنی کبھی گزری، نہ تیرگی گزری

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کو مع کپڑوں کے غسل دیا گیا

حضرت عائشہ صدیقہ رض بیان کرتی ہیں:-

کہ جب لوگوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو غسل دینا چاہا۔ تو کہا۔ ہم نہیں جانتے۔ کیا ہم آپ کے کپڑے اتاریں۔ جیسے مُردوں کے کپڑے اتارتے ہیں۔ (غسل دینے کے لئے) یا کپڑے پہنے رہنے دیں۔ اور کپڑوں پر حضورؐ کو غسل دیں۔ جب انہوں نے آپس میں اختلاف کیا۔ تو اللہ نے ان پر نیند بھیجی۔ یہاں تک کہ کوئی

(بقیہ صفحہ ۱۹۰) لہ حضرت عائشہ رض کہتی ہیں۔ کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی تو آپؐ کو ایک یمنی کپڑے سے ڈھانک دیا گیا۔ (ابوداؤد) معلوم ہوا۔ جب آدمی مر جائے۔ تو اس کو کوئی کپڑا اوڑھا دینا چاہیئے۔

آدمی ان میں نہ رہا۔ جس کی ٹھوڑی اپنے سینے پر نہ تھی۔ (یعنی سب اونگھ گئے اور سو گئے) پھر گھر کے ایک کونے سے ایک بات کرنے والے کی آواز آئی۔ معلوم نہ ہوا۔ کہ کس نے آواز دی۔ وہ بات یہ تھی۔ اَنِ اغْسِلُوا النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَعَلَیْہِ ثَوْبُہٗ۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو کپڑے پہنے پہنے غسل دو۔ یہ سن کر لوگ اٹھے۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو غسل دیا۔ کرتہ پہنے پہنے۔ پانی ڈالتے جاتے تھے کرتے کے اوپر۔ اور ملتے تھے آپ کا جسم مبارک کرتے سے، نہ اپنے ہاتھوں سے۔ (ابوداؤد)

حضورؐ کو تین مرتبہ غسل دیا گیا

ابن ماجہ میں ایک روایت ہے کہ رحمتِ عالمؐ نے وصیت کی تھی۔ کہ مجھے میرے کنویں بیرِ غرس[1] کے سات مشکوں پانی سے غسل دینا۔ پھر حضورؐ پر نور کو تین مرتبہ غسل دیا گیا۔ پہلے خالص پانی سے۔ پھر بیری کے پتوں والے پانی سے۔ پھر تیسری بار پانی میں کافور ملا کر۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔

خوشبو ہے دو عالم میں تیریؐ

حافظِ ناموسِ آدم صلے اللہ علیہ وسلم کو حضرت علیؓ۔ اور حضرت عباسؓ نے غسل دیا۔ حضرت فضل بن عباسؓ۔ حضور انورؐ کی کروٹ بدلنے میں مدد دیتے تھے۔ قثم ابن عباسؓ۔ اسامہ بن زیدؓ۔ اور شقران مولیٰ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پانی دیتے جاتے تھے۔ کہ مزکیٔ جہاںؐ کا غسل پورا ہو گیا۔ ؎

---

[1] بیر غرس محلہ قبا میں ایک کنواں ہے۔

خوشبو ہے دو عالم میں تری اے گُل چیدہ
کس منہ سے بیاں ہوں ترے اوصافِ حمیدہ
تجھ سا کوئی آیا ہے نہ آئے گا جہاں میں
دیتا ہے گواہی یہی عالم کا جریدہ
اَے ہادیٔ برحق تیری ہر بات ہے سچی
دیدہ سے بھی بڑھ کر ہے ترے لب سے شنیدہ
اَے رحمتِ عالم تیری یادوں کی بدولت
کس درجہ سکوں میں ہے میرا قلبِ تپیدہ
تو روحِ چمن، روحِ سمن، روحِ زمانہ
تو جانِ جہاں، جانِ غزل، جانِ قصیدہ

(حفیظ تائب)

جنابِ رحمۃٌ للعالمینؐ کی نمازِ جنازہ

سیّدِ ولدِ آدم جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم چودہ (۱۴) روز بیمار رہے۔ اس آخری مرض میں بہت سے ارشادات اور مواعظ کے موتیوں اور ہیروں سے امت کا دامن بھرتے رہے۔ حضور پر نورؐ کے سب سے آخری ارشاد کی شمع یوں جگمگائی۔

اَلصَّلٰوۃَ وَمَا مَلَکَتْ اَیْمَانُکُمْ۔ نماز کی حفاظت کرنا۔ اور اپنے ماتحتوں (عورتوں۔ غلاموں۔ نوکروں) کا خیال رکھنا۔

یہاں تک کہ ایک روز ارشاد ہُوا۔

دَنَا الْفِرَاقُ:۔ جدائی کا وقت قریب آگیا ہے!

وَالْمُنْقَلَبُ اِلَى اللّٰہِ :- اور لوٹنا ہے اللہ کی طرف!

وَاِلٰی جَنَّۃِ الْمَاْوٰی :- اور جنت الماوٰی کی طرف!

جوں جوں حیاتِ مستعار سرورِ کائنات اپنے مرکز کی طرف جانے کے لئے رختِ سفر باندھتی - توں توں صحابہ پر اندوہ و غم کی تاریک رات طاری ہوتی جاتی - اور اشکوں کا سیلاب بڑھتا جاتا - تجہیز و تکفین اور جنازہ وغیرہ کے مسائل چونکہ دین سے تعلق رکھتے ہیں، اور دین صرف حضرت انورؐ ہی سے مل سکتا ہے - اس لئے صحابہؓ نے بادیدۂ تر آپ سے پوچھا - حضورؐ!-

آپ کو غسل کون دے؟ فرمایا - رِجَالٌ مِّنْ اَھْلِ بَیْتِیْ - میرے گھر والے - اَلْاَدْنٰی فَالْاَدْنٰی - پھر قریبی، پھر قریبی -

صحابہؓ نے پوچھا - حضورؐ کو کفن کیا دیں؟ فرمایا! فِیْ ثِیَابِیْ ھٰذَا - میرے ان ہی کپڑوں میں مجھے کفنا دینا - (کروڑوں درود و سلام بروحِ خیر الانام) وَاِنْ شِئْتُمْ فِیْ ثِیَابِ مِصْرَاَوْ حُلَّۃٍ یَمَنِیَّۃٍ - اور اگر تم چاہو - تو مصر یا یمن کے حلّہ میں کفنا دو - (چنانچہ حضورؐ کو تین کپڑوں میں کفنایا گیا) -

"صحابہؓ نے عرض کیا - حضورؐ! کون آپ پر نماز پڑھائے؟ فرمایا - (سنو! میری نماز جنازہ اس طرح ہو - کہ):-

اِذَا اَنْتُمْ غَسَّلْتُمُوْنِیْ وَکَفَّنْتُمُوْنِیْ فَضَعُوْنِیْ عَلٰی سَرِیْرِیْ ھٰذَا عَلٰی شَفِیْرِ قَبْرِیْ ثُمَّ اخْرُجُوْا مِنِّیْ سَاعَۃً ط

"جب تم مجھے غسل دے کر کفن پہنا لو - پھر مجھے میری اسی چارپائی پر لٹا کر، چارپائی کو میری قبر کے کنارے پر رکھ کر

تھوڑے وقت کے لئے مجھ سے ہٹ جانا۔ (یعنی کمرے سے باہر نکل جانا)"

فَاِنَّ اَوَّلَ مَنْ یُّصَلِّیْ عَلَیَّ جِبْرِیْلُ ثُمَّ مِیْکَائِیْلُ ثُمَّ اِسْرَافِیْلُ ثُمَّ مَلَکُ الْمَوْتِ وَ مَعَہٗ جُنُوْدٌ مِنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ "پھر سب سے پہلے مجھ پر جبرئیلؑ نماز پڑھیں گے۔ (درود و سلام کے ساتھ)۔ پھر میکائیلؑ۔ پھر اسرافیلؑ پھر ملک الموتؑ اور ان کے ساتھ فرشتوں کے لشکر نماز پڑھیں گے"

ثُمَّ ادْخُلُوْا عَلَیَّ اَفْوَاجًا اَفْوَاجًا ط "پھر تم گروہ در گروہ مجھ پر داخل ہونا۔ فَصَلُّوْا عَلَیَّ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ط ۔ اور درود و سلام پڑھنا۔ وَلْیَبْدَأْ عَلَیَّ رِجَالٌ مِّنْ اَھْلِ بَیْتِیْ ثُمَّ نِسَآئُھُمْ ثُمَّ اَنْتُمْ ط "شروع میں میرے گھر والے مرد آئیں۔ پھر ان کی عورتیں۔ پھر میرے پیارے صحابہؓ) تم داخل ہونا" (سیرت نبویہ۔ طبقات ابن سعد)

اس طرح جناب سرورِ کائنات صلے اللہ علیہ وسلم کا جنازہ پڑھا گیا۔ کہ حجرۂ عائشہؓ میں پہلے فرشتوں نے داخل ہو کر حضور پُر نورؐ پر صلوٰۃ و سلام پڑھا۔ پھر مرد داخل ہوئے۔ پھر عورتیں، پھر بچے۔ ہر ایک اشکوں کی بارش میں حضرت شافعِ روزِ جزا صلے اللہ علیہ وسلم پر درود اور سلام پڑھتا تھا۔ حضورؐ کے جنازے میں کوئی امام نہ تھا چنانچہ ابن ماجہ میں حضرت ابنِ عباس سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا جنازہ پاک، گھر میں ایک تخت پر رکھا گیا۔ پھر جماعتیں یکے بعد دیگرے اندر داخل ہوتیں، اور نماز پڑھتیں،

(یعنی درود و سلام پڑھتیں) پہلے مردوں نے نماز پڑھی ۔ پھر عورتیں آئیں پھر بچے آئے ۔ اور اس نماز میں کوئی امام نہ تھا۔

صحابہ نے حضورؐ سے یہ بھی پوچھا۔ آپ کو قبر میں کون داخل کرے۔ ارشاد فرمایا :۔

اَهْلِيْ مَعَ مَلٰٓئِكَةٍ كَثِيْرِيْنَ يَرَوْنَكُمْ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ

"میرے گھر والے مجھے قبر میں اتاریں۔ اور ان کے ساتھ کثرت سے ملائکہ رحمت ہوں گے۔ جو تمہیں دیکھیں گے۔ تم ان کو نہیں دیکھو گے"۔

چنانچہ سیّدِ ولدِ آدم حضور پُر نور صلے اللہ علیہ و سلم کو ان چار آدمیوں نے قبر میں اتارا ۔ حضرت علیؓ ۔حضرت فضل بن عباسؓ ۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ ۔ حضرت اسامہ بن زیدؓ ۔

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

◎

سیلابِ رنگ و نورِ طلوعِ سحر میں ہے
تابندہ کہکشاں تری گردِ سفر میں ہے
یہ کہنہ کائنات یہ معمورۂ حیات
اِک ذرّۂ حقیر تری رہگزر میں ہے

کفنِ میّت

میّت کو اچھا کفن دو

حضرت جابرؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"جب تم اپنے بھائی کو کفن دو۔ تو اچھا کفن[1] دو"۔ (صحیح مسلم)

مُلاحَظہ:۔ اچھے کفن سے مراد ہے۔ کہ پورا کفن دو، اور سفید ہو۔ خواہ نیا کپڑا ہو۔ خواہ دھویا ہُوا ہو۔ اور یہ مطلب نہیں ہے کہ کفن میں اسراف کرو۔ بعض لوگ از راہ تکبر، اور ناموری کے بڑا قیمتی کفن دیتے ہیں۔ جو حرام ہے۔

کفن میں مہنگا کپڑا نہ لگاؤ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَا تُغَالُوْا فِی الْکَفَنِ فَاِنَّہٗ یُسْلَبُ سَلْبًا سَرِیْعًا۔ کفن میں بہت مہنگا کپڑا نہ لگاؤ۔ کیونکہ وہ جلد چھینا جاتا ہے۔ (ابوداؤد)

مطلب یہ کہ کفن قبر کے اندر جلد ہی خراب ہو جاتا ہے، پھر کیا ضرورت ہے بھاری قیمت کا نفیس کفن لگانے کی۔ الحاصل

---

[1] کفن پر کلمہ لکھنا:۔ بعض لوگ کفن پر گیرو سے کلمہ لکھتے ہیں۔ ان کو غور کرنا چاہئے کہ میت کے سب سے بڑے خیر خواہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم ہیں جن پر وحی آتی تھی۔ انہوں نے کسی کفن پر کلمہ نہ لکھا۔ نہ لکھنے کو کہا، ایک لاکھ چوالیس ہزار حضورؐ کے صحابہؓ میں سے کسی نے الفی نہ لکھی۔ اب الفی لکھنا کیونکر روا ہو گیا۔ کیا حضورؐ یہ بات بتانا امت کو بھول گئے تھے۔ جو لوگوں نے بعد میں جاری کرلی ہے، ڈرنا چاہیئے۔ دین میں اپنی طرف سے مسئلہ نکالنا بدعت ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے۔ اور گمراہی موجب دوزخ ہے۔

اچھا کفن درمیانہ درجے کا مستحب ہے۔ اور بڑا قیمتی کفن اسراف میں داخل ہے۔ جو حرام ہے۔

میرے ہی کپڑے دھو کر کفن دے دینا

حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے اپنی بیماری کی حالت میں حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے پوچھا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کتنے کپڑوں میں کفن دیئے گئے تھے۔ حضرت عائشہ نے کہا فِیْ ثَلٰثَةِ اَثْوَابٍ سَحُوْلِیَّةٍ ”تین سحولی[1] سفید کپڑوں میں“ تب حضرت ابو بکر رضؓ نے کہا۔ یہ کپڑا جو میں پہنے ہوئے ہوں۔ اس میں گیرو یا زعفران لگا ہوا تھا۔ اس کو دھو لینا۔ اور دوؔ اور کپڑے لے کر مجھے کفن دینا۔ حضرت عائشہ رضؓ بولیں۔ یہ کیا بات ہے؟ (کیا آپ کے لئے اور کپڑے نہیں ہیں) حضرت ابو بکر صدیق رضؓ نے کہا۔ اَلْحَیُّ اَحْوَجُ اِلَی الْجَدِیْدِ مِنْ الْمَیِّتِ۔ مردے سے زیادہ زندے کو نئے کپڑے کی ضرورت ہے۔ وَ اِنَّمَا ھٰذَا لِلْمُھْلَةِ۔ ”اور کفن تو پیپ اور خون کے لئے ہے۔ (موطا امام مالکؒ)

کفن لہو اور پیپ کے لئے ہے

اَللّٰہُ اَکْبَرُ! ۔ کتنی بڑی ہستی ہیں جناب ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل البشر بعد النبیؐ کہتے ہیں۔ کہ یہ کپڑا جو اس وقت میں پہنے ہوئے ہوں۔ اسے دھو لینا۔ اور اس کے علاوہ دوؔ اور کپڑے لے کر۔ تین ہو جائیں گے۔ مجھے ان میں کفنا دینا۔ کیا ضرورت ہے کہ

---

[1] سحول ایک گاؤں ہے یمن میں۔ یہ کپڑا وہاں سے آتا تھا۔ اس لئے اسے سحولی کہتے تھے۔

تینوں کپڑے نئے ہی ہوں۔ کیونکہ کفن دھویا ہوا ہو۔ یا نیا ہو۔ کم قیمت کا ہو۔ یا زیادہ کا ہو۔ یہ تو پیپ اور لہو کے لئے ہے۔ کہ قبر میں جلد خراب ہو جائے گا۔

تجہیز و تکفین میں اسراف

لیکن آج کل تجہیز، تکفین، اور تدفین میں بھی امارت کی شان دکھائی جاتی ہے۔ بڑا قیمتی کپڑا کفن کے لئے لایا جاتا ہے۔ پھر مردے کے لئے لکڑی کا صندوق بنایا جاتا ہے۔ اس میں روئی بھری جاتی ہے۔ جو عطر میں بسائی ہوئی ہوتی ہے۔ چار پانچ صد روپیہ ــــ اس اسراف کی نذر ہو جاتا ہے۔ پھر قبر کو پختہ، شاندار بنایا جاتا ہے۔ سارا خرچ سات آٹھ سو روپیہ تک پہنچ جاتا ہے۔ بتاؤ! ۔کیا فائدہ اس سے مردے کو؟ ــــ پیرانِ طریقت اور مشائخ کے کفن دفن پر ہزارہا روپیہ برباد کیا جاتا ہے۔ اور لاکھ روپیہ قبر کی تعمیر پر صرف کر دیا جاتا ہے۔ بڑی عالی شان سنگِ مرمر کی عمارت بنائی جاتی ہے۔ اس پر رنگ و روغن ہوتا ہے۔ چمک دمک اور آرائش کا وہ عالم ہوتا ہے۔ کہ مریدوں کو میلوں سے روضہ دکھائی دیتا ہے۔ گویا کہ ایک دکان کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ اب یہ قبر صدیوں تک پوجی جائے گی۔ ع

کیا ظلم ہے اے گردشِ ایام ٹھہر بھی

کیا اچھا ہو۔ کہ یہ سب روپیہ غرباء اور مساکین میں تقسیم کر دیا جائے۔ میت کے ایصالِ ثواب کے لئے۔

قیمتی کفن اور چوبی صندوق

یاد رکھیں۔ کہ شاندار قیمتی کفن ــــ چوبی یا آہنی صندوق، پختہ قبر۔

اور اس پر خوب صورت عمارت۔ کچھ کام نہیں آئیں گے، بلکہ اسراف کے جرم میں اور گنہگار بنائیں گے۔ ہاں قبر میں عمل نے کام آنا ہے کتاب و سنت کی روشنی نے اجالا کرنا ہے۔

افسوس! ہم عملوں کے لحاظ سے تو ہو گئے ہیں رائی۔ اور نمود و ریا کے بن گئے ہیں پہاڑ۔ اے اللہ! ہماری اصلاح فرما۔ اور موت سے قبل نفس امارہ کو موت دے!

رحمت للعالمینؐ تین کپڑوں میں کفن دیئے گئے

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں:
اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کُفِّنَ فِیْ ثَلٰثَۃِ اَثْوَابٍ بِیْضٍ سَحُوْلِیَّۃٍ لَیْسَ فِیْھَا قَمِیْصٌ وَّلَا عِمَامَۃٌ ۔" رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کفن دیئے گئے تین سفید کپڑوں میں۔ جو سحول (ایک گاؤں ہے) کے بنے ہوئے تھے۔ نہ ان میں قمیص تھا۔ نہ عمامہ"!

کفن سفید بہتر ہے

اس حدیث شریف سے معلوم ہوا۔ کہ سفید کپڑا کفن[1] کے لئے بہتر ہے، چنانچہ

---

[1] بعض لوگ مردے کے کفن کے اندر جواب نامہ یا عہد نامہ وغیرہ لکھ کر رکھ دیتے ہیں۔ کہ بھائی مردے۔ جب منکر نکیر تجھے سوال کریں گے۔ تو یہ لکھے ہوئے جواب دینا۔ غور کریں۔ کہ یہ کتنی لا یعنی بات ہے۔ اول تو یہ کہ نبیؐ رحمت۔ اور صحابہ رضہ سے ثابت نہیں۔ کسی فقہ کی کتاب میں بھی نہیں۔ قبر میں تو ایمان و عمل کی قوت فرشتوں کو جواب دے سکے گی۔ یہ کوئی میٹرک کا امتحان نہیں ہے۔ کہ نقل مارنے سے کام چل جائے گا۔

حضورؐ نے ارشاد بھی فرمایا ہے :-

اِلْبَسُوْا مِنْ ثِیَابِکُمُ الْبَیَاضَ فَاِنَّھَا مِنْ خَیْرِ ثِیَابِکُمْ وَکَفِّنُوْا فِیْھَا مَوْتَاکُمْ۔ (مشکوٰۃ شریف) "پہنو تم سفید کپڑے۔ کیونکہ وہ بہتر ہیں تمہارے کپڑوں میں ۔۔۔ اور کفناؤ سفید کپڑوں میں مُردوں اپنے کو۔"

مذکورہ حدیث سے یہ بھی ثابت ہوا۔ کہ حضورؐ تین کپڑوں میں دفنائے گئے۔ اس لئے مرد کے لیے کفن میں تین کپڑوں سے زیادہ کسی چیز کا اضافہ کرنا منع ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ کہ بزرگوں کے لئے عمامہ بھی کفن میں ہے۔ ہرگز نہیں ہے۔ بلکہ بدعت ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے کون بڑا ہے۔ کہ حضورؐ کے لیے کفن میں عمامہ نہ ہو۔ اور کسی اور کے لئے ہو۔ امتیوں کو ایسی جسارتیں نہیں کرنا چاہئیں۔

مَسنُون کفن

تین کپڑے جن میں سیّد العالمین صلے اللہ علیہ وسلم کفنائے گئے۔ وہ تھے۔ ازار یعنی تہ بند۔ قمیص یعنی کفنی۔ لفافہ یعنی پوٹ کی چادر۔ پس ساری امت کے لئے۔ بادشاہ سے لے کر گدا تک۔ علامہ سے لے کر بے علم آدمی تک۔ ولی اللہ سے لے کر ادنیٰ مسلمان تک۔ تہ بند۔ کفنی اور پوٹ کی چادر۔ یہی تین کپڑے مسنون کفن ہے۔ پورا اور مکمل کفن ہے۔

ایک کپڑے کا کفن

حضرت عمروؓ بن عاص سے روایت ہے کہ مردہ قمیص (یعنی کفنی) پہنایا جائے۔ اور تہ بند پہنایا جائے۔ پھر تیسرے کپڑے (چادر) میں لپیٹ دیا جائے۔

فَإِنْ لَمْ يَكُنْ إِلَّا ثَوْبٌ وَّاحِدٌ كُفِّنَ فِيْهِ ۔" اور اگر ایک ہی کپڑا ہو۔ تو اسی میں کفن دے دیا جائے۔"

(موطا امام مالک)

معلوم ہوا۔ کہ اگر کپڑا کفن کے لئے میسر نہ ہو۔ تو صرف ایک چادر میں ہی لپیٹ کر میت کو دفن کر دینا چاہیئے۔

حضرت مصعبؓ اور حضرت حمزہؓ کا کفن

شمع اسلام کے پروانہ، رحمت عالمؐ کے فدائی حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ (کروڑوں رحمتیں ان کی روحِ پاک پر) کہ قبول اسلام کے وقت سے لے کر تا دمِ واپسین ساری زندگی اعلائے کلمۃ الاسلام کے لئے ہی سینہ سپر رہے۔ اسلام کی خاطر بڑے دکھ اٹھائے اور مصیبتیں جھیلیں۔ اور بالآخر جنگ اُحد میں شہید ہو گئے۔ سرورِ نبیاںؐ ان کی نعش پر آئے۔ تو اوپر ایک چادر ہی تھی۔ یہ تھی ساری کائنات اُن کی۔ کفن کے لئے یہی چادر کام آئی۔ جب اس چادر کو سر کی طرف کرتے۔ تو پاؤں ننگے ہو جاتے۔ اور پاؤں کی طرف کرتے۔ تو سر ننگا ہو جاتا۔ آخر حضور پر نورؐ نے سر ڈھانپ دیا۔ اور پاؤں پر قبر کے اندر اذخر گھاس رکھ دی۔ اور اللہ کے حوالے کر دیا۔

قربان تجھ پر دنیا کی سلطنتیں! نچھاور تجھ پر سیم و زر و جواہر کے خزانے۔ اے مصعب بن عمیرؓ! مادی دنیا سے تجھے سوائے ایک چادر کے جو تیرے کفن میں ہی کام آئی ۔ ایک پائی نہ ملی۔ پر حشر کے میدان میں تیری عزت و آبرو کا آفتاب اہل محشر کی نظروں کو خیرہ کر دے گا۔ جنت میں تیرے مقام کی عظمت دیکھ کر عرشی عش عش

کریں گے۔ ہاں تو کفن کا مسئلہ بیان ہو رہا تھا۔ کہ جناب مصعبؓ ایک ہی چادر میں کفنائے گئے۔ ؎

شامِ غریباں بھیگی بھیگی شمعِ محبت روشن روشن
خاورِ ہستی نور بداماں دشتِ وفا ہے مسکن مسکن (ثمرؔ)

اور اسی طرح حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جن کا جنگِ اُحد میں کافروں نے مُثلہ کر دیا تھا۔۔۔ ایک ہی چادر میں دفنائے گئے، پاؤں کی طرف یہ چادر بھی چھوٹی تھی۔ یہاں بھی سرورِ کائنات نے اذخر گھاس رکھ دی۔ ؎

چٹک رہے ہیں شگوفے مہک رہی ہے بہار
یہ عہد گل ہے یہاں ذکرِ آشیاں نہ کرو (ثمرؔ)

عورت کا کفن

لیلےٰ بنت قائف سے روایت ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ میں ان عورتوں میں تھی۔ جنہوں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی بیٹی ام کلثومؓ کو غسل دیا تھا۔ حضورؐ نے ہم کو کفن میں پہلے ازار (تہ بند) دیا۔ پھر کرتہ (یعنی کفنی) پھر سر بندھن دیا۔ پھر چادر دی۔ پھر ایک اور کپڑا جو اوپر سے لپیٹ دیا گیا، لیلیٰ نے کہا۔ کہ حضورؐ دروازے پر بیٹھے تھے۔ آپ کے پاس کفن کے کپڑے تھے۔ ہم کو ایک ایک کپڑا ان میں سے دیتے جاتے تھے۔ (ابوداؤد)

معلوم ہوا۔ کہ عورت کا کفن یہ ہے۔ کفنی اور اوڑھنی، اور ازار اور لفافہ اور سینہ بند

اوڑھنی دو ہاتھ لمبی اور ایک بالشت چوڑی۔ سینہ بند تین ہاتھ لمبا اور چوڑا۔ بغلوں سے گھٹنوں تک۔ اور باقی تین کپڑے، جو مردوں

کے لئے ہیں۔ وہی عورت کے لئے ہیں۔ یعنی کفنی مونڈھوں سے قدم تک۔ اور دو چادریں سر سے لے کر پاؤں تک۔

میّت کو مشک لگانا

حضرت ابو سعید رضؓ سے روایت ہے۔کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم نے فرمایا۔ سب خوشبوؤں سے بہتر تمہارے لئے مشک (کستوری) ہے (ابوداؤد)

نوٹ:۔ میت کے کفن کو خوشبوئے مشک لگائیں، اگر نہ ملے تو پھر کافور ہی سہی۔

میّت کو دوسری جگہ لے جانے کی ممانعت

حضرت جابر بن عبداللہ رضؓ سے روایت ہے۔ کہ جنگ اُحد کے روز ہم نے چاہا۔ بلکہ اٹھایا شہیدوں کو دفن کرنے کے واسطے۔ (دوسری جگہ) اتنے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم کا منادی آیا۔ اور اس نے پکارا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ اَنْ تَدْفِنُوا الْقَتْلٰى فِیْ مَضَاجِعِھِمْ۔ مقتولوں کو ان ہی جگہوں پر جہاں وہ مارے گئے ہیں دفن کرو۔ فَرَدَدْنَاھُمْ۔ پھر ہم نے ان کی نعشوں کو وہیں رکھ دیا۔ (ابوداؤد)

نوٹ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ نعش کو ایک شہر سے دوسرے شہر لے جانا درست نہیں۔

میّت کو رات میں دفن کرنا جائز ہے

جابر بن عبداللہ رضؓ سے روایت ہے۔ کہ لوگوں نے

قبرستان میں روشنی دیکھی۔ تو وہاں گئے۔ دیکھا تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قبر کے اندر کھڑے ہیں۔ اور فرماتے ہیں۔ نَاوِلُوْنِیْ صَاحِبَکُمْ دو مجھے اپنے ساتھی کو (یعنی نعش کو)۔ (ہم نے دیکھا تو) معلوم ہوا۔ کہ وہ شخص تھا۔ جو بلند آواز سے ذکر الٰہی کرتا تھا۔ (ابوداؤد)

مُلاحظہ:۔ اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ میت کو رات کو دفن کرنا جائز ہے۔

جنازہ جلدی لے کر چلنا چاہیئے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جنازے کو جلدی لے جایا کرو۔ کیونکہ اگر مردہ نیک ہے۔ تو اس کو بھلائی کی طرف جلدی پہنچاتے ہو۔ (یعنی جلد قبر میں پہنچ کر ثواب اور آرام پائے) اور اگر نیک نہیں۔ تو تم نے اپنی گردن سے شر کو اتار دیا۔

(ابوداؤد)

مُلاحظہ:۔ جنازہ کو لے کر جلد جلد چلنا چاہیئے۔ لیکن اتنی جلدی نہ ہو۔ کہ دوڑنے لگیں۔ یعنی نہ دوڑیں۔ نہ بہت آہستہ چلیں۔ بلکہ ذرا تیزی سے چلیں۔

ایک جنازے میں لوگ بہت آہستہ چل رہے تھے۔ اتنے میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ آ گئے۔ انہوں نے لوگوں کو مارنے کے لئے کوڑا اٹھایا۔ فرمایا۔ تم نے دیکھا ہے۔ کہ ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جنازہ لئے ہوتے تھے۔ تو جلدی جلدی چلتے تھے۔ (ابوداؤد)

چونکہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم نے یہ فرمایا ہے کہ جنازے کو لے کر جلدی کرو۔ حضرت ابوبکرؓ نے دیکھا۔ کہ لوگ بہت آہستہ آہستہ چل رہے تھے۔ اس لئے انہوں نے کوڑا اٹھا لیا۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم کے حکم کے مطابق جلدی کیوں نہیں چل رہے ہو۔

جب جنازہ پاس سے گزرے تو کیا کھڑے ہوں؟

عامر بن ربیعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم کی حدیث بیان کرتے ہیں۔ کہ جب تم جنازہ کو (آتا) دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ۔ یہاں تک کہ وہ تم سے آگے بڑھ جائے۔ یا رکھ دیا جائے۔ (ابوداؤد)۔ امام احمدؒ۔ امام اوزاعیؒ اور اسحٰقؒ کا عمل اسی حدیث پر ہے۔ کہ جنازہ آتا دیکھ کر کھڑے ہو جانا چاہیئے۔ یہاں تک کہ گزر جائے۔ لیکن حضرت امام شافعیؒ۔ امام مالکؒ ۔اور امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں۔ کہ قیام کی حدیثیں حدیث ذیل سے منسوخ ہیں۔ حضورؐ شروع میں جنازہ دیکھ کر اٹھا کرتے تھے۔ بعد میں اٹھنا چھوڑ دیا۔ چنانچہ حضرت علیؓ سے روایت ہے۔ کہ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَامَ فِی الْجَنَازَۃِ ثُمَّ قَعَدَ بَعْدُ۔ (ابوداؤد) ”حضورؐ جنازوں میں پہلے کھڑے ہوا کرتے تھے۔ پھر بیٹھنے لگے۔ اور کھڑا ہونا چھوڑ دیا۔“ پس اب جنازہ دیکھ کر اٹھنا سنت نہیں۔

جنازہ کے ساتھ کیسے چلیں

جب جنازہ گھر سے نکلے۔ تو فوراً کھڑے ہو جائیں۔ اور جنازہ کو کندھا دیں۔

حضورؐ فرماتے ہیں۔ جو شخص جنازے کے ساتھ جائے۔ اور تین مرتبہ جنازے کو اٹھائے۔ اس نے جنازہ کا حق ادا کر دیا۔ (ترمذی)

جنازے کے ساتھ سواری پر نہ چلیں۔ کیونکہ حضورؐ نے فرمایا ہے۔ کہ فرشتے پیادہ چلتے ہیں۔ اس لئے تم بھی جنازے کے ساتھ پیادہ چلو (ابوداؤد)

میت کو دفن کرکے جب واپس آئیں۔ تو سواری پر آسکتے ہیں کیونکہ اب فرشتے ساتھ نہیں آتے۔ (صحیح مسلم)

اگر کوئی معذور ہے۔ تو وہ جنازے کے ساتھ سواری پر جا سکتا ہے۔ لیکن سواری جنازے کے بہت پیچھے رکھے۔ (ابوداؤد)

اور پیادہ چلنے والے خواہ آگے چلیں۔ خواہ پیچھے چلیں۔ خواہ دائیں خواہ بائیں۔ خواہ جنازے کے پاس پاس چلیں۔ ان کو اختیار ہے۔ (ابوداؤد)

عورتیں جنازے کے ساتھ نہ جائیں

عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ قَالَتْ نُهِيْنَا اَنْ نَتَّبِعَ الْجَنَائِزَ۔ (ابوداؤد)

"حضرت ام عطیہؓ روایت کرتی ہوئی کہتی ہیں۔ کہ منع کی گئیں ہم جنازوں کے پیچھے چلنے سے۔ (ابوداؤد)

یعنی عورتیں جنازے کے ساتھ قبرستان نہ جائیں۔

کچے بچے کا جنازہ

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ وَالسِّقْطُ يُصَلّٰى عَلَيْهِ وَ

يُدْعىٰ لِوَالِدَيْهِ بِالْمَغْفِرَةِ وَالرَّحْمَةِ " اور کچا بچہ، پڑھی جائے اس پر نماز۔ اور دعا کی جائے اس کے ماں باپ کے لیے بخشش اور مغفرت کی۔ (ابوداؤد)

(نوٹ) کچا بچہ وہ ہوتا ہے۔ جس کی مدت حمل (نو ماہ) پوری نہ ہوئی ہو۔ لیکن جان پڑ گئی ہو۔ اور زندہ پیدا ہوا ہو۔ اگر مر جائے تو اس پر نماز پڑھیں۔ اور اگر جان نہ پڑی ہو۔ یا مردہ پیدا ہوا ہو تو نماز نہ پڑھیں۔ بلکہ یوں ہی دفن کر دیں۔

خودکشی کرنے والے پر، امام نماز جنازہ نہ پڑھے

جابر بن سمرہ رضؓ نے اپنے ہمسایہ کے متعلق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی۔ کہ اس نے خودکشی کر لی ہے۔ حضورؐ نے پوچھا۔ تجھے کیسے معلوم ہوا ہے؟ وہ بولا میں خود اس کو دیکھ کر آیا ہوں۔ کہ اس نے اپنا گلا کاٹ لیا ہے۔ پھر حضورؐ نے فرمایا:— إِذًا لَا أُصَلِّيْ عَلَيْهِ " پھر تو میں اس پر نماز نہ پڑھونگا۔ (ابوداؤد)

نوٹ:۔ زندگی اور صحت اللہ کی دین ہے۔ اور بہت بڑی نعمت ہے اس زندگی میں انسان جنت خرید سکتا ہے۔ زندگی کا ایک ایک لمحہ ہر سانس انمول (PRICELESS) ہے۔ پھر جو شخص خودکشی کرتا ہے۔ گویا وہ اللہ کی دی ہوئی زندگی کو واپس اس کو لوٹاتا ہے۔ کہ مجھے تیری دی ہوئی زندگی کی ضرورت نہیں۔ اس لئے وہ بڑا گنہگار ہے حضورِ انورؐ نے ایسے ناشکر گزار۔ بے ادب کردگار کا جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ کہ وہ دوزخ میں جائے گا۔

خودکشی کرنے والا دوزخ میں جائیگا

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:
اَلَّذِیْ یَخْنُقُ نَفْسَهٗ یَخْنُقُهَا فِی النَّارِ وَ الَّذِیْ یَطْعَنُهَا۔ یَطْعَنُهَا فِی النَّارِ ہ (بخاری شریف)

"جو شخص اپنا گلا گھونٹ کر مار ڈالے اپنے آپ کو (خودکشی کرلے) وہ گلا گھونٹے گا اپنا دوزخ میں۔ اور جو شخص نیزہ مارے اپنے آپ کو۔ نیزہ مارے گا آگ میں خود کو"

خودکشی کرنے والا نہایت بزدلی کی حرام موت مرتا ہے، پریشانیوں اور تکلیفوں کا مقابلہ کرنے کے بجائے اپنی زندگی ہی ختم کرلیتا ہے۔ یہ شخص انسانیت کی بھی از حد توہین کرتا ہے۔ کیونکہ انسان نے تو کائنات کو مسخر کرنا۔ اور ہر چیز کو اپنا مطیع بنانا ہے۔ چہ جائے کہ خود ہی غم اور مصیبت کی تاب نہ لا کر جان ختم کرلے۔ پڑھے لکھے لوگ، ادیب اور شاعر بھی خودکشی کرلیتے ہیں۔ ع

غریب آید ایں معنی از ہوشمند

مسجد کے اندر نماز جنازہ پڑھنا

حضرت عائشہ صدیقہؓ روایت کرتی ہوئی کہتی ہیں۔ خدا کی قسم ہے، بیشک نماز پڑھی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے بیضا کے دونوں بیٹوں سہیل اور اس کے بھائی (سہل) پر مسجد میں۔ (ابو داؤد)

(نوٹ):۔ اس حدیث سے مسجد میں نماز جنازہ جائز ثابت ہے۔

تین وقتوں میں نہ نماز پڑھیں نہ دفن کریں

عقبہ بن عامرؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم منع فرماتے تھے اِن وقتوں میں نماز پڑھنے سے، اور مُردوں کے دفن کرنے سے۔

ایک تو جب سورج نکلے چمکتا ہُوا۔ یہاں تک کہ بلند ہو جائے۔

دوسرے جب سیدھا کھڑا ہو دوپہر کا کھڑا ہونا۔ یہاں تک کہ ڈھلے آفتاب۔

تیسرے جب آفتاب ڈوبنے کو جھکے۔ (ابوداؤد)

(نوٹ):۔ یہاں دفن کرنے سے مراد نماز جنازہ پڑھنا ہے۔ اور بعض نے دفنِ میت مراد لی ہے۔

قرضدار میّت پر نماز جنازہ نہ پڑھنا

حضرت سلمہ بن اکوع رضؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک جنازہ لایا گیا۔ لوگوں نے عرض کیا۔ حضورؐ! اس پر نماز پڑھیئے۔ آپ نے فرمایا۔ هَلْ تَرَكَ عَلَيْهِ مِنْ دَيْنٍ۔ کیا اس پر کچھ قرض ہے؟ لوگوں نے کہا۔ ہاں! آپ نے فرمایا۔ کچھ جائیداد چھوڑ گیا ہے۔ (جس سے قرض ادا ہو سکے)۔ لوگوں نے کہا۔ نہیں!۔ آپؐ نے فرمایا! صَلُّوْا عَلٰى صَاحِبِكُمْ "تم نماز پڑھ لو اپنے صاحب پر" (میں نہیں پڑھوں گا)۔ ابو قتادہؓ نے کہا۔ حضورؐ! آپ نماز پڑھیئے۔ وہ قرض میرے ذمہ ہے (یعنی میں ادا کروں گا)۔ فَصَلّٰى عَلَيْهِ۔ پھر آپؐ نے نماز جنازہ پڑھ دی (نسائی)

(نوٹ) قرض سے بچو۔ قرض سے بچو۔ قرض سے بچو۔ اور اگر یہ تپ دق چمٹ گئی ہے۔ تو اس سے شفا یابی کی جان توڑ کوشش کرو۔ مبادا مدقوق مرجاؤ!۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے نو جنازوں پر ایک ساتھ نماز پڑھی

حضرت نافع کہتے ہیں۔ عبداللہ بن عمرؓ نے نو جنازوں پر ایک ساتھ نماز پڑھی۔ تو مردوں کو امام کے نزدیک کیا۔ اور عورتوں کو قبلے سے نزدیک کیا۔ اور ان سب کی ایک صف کی۔ ام کلثوم حضرت علیؓ کی صاحبزادی اور حضرت عمرؓ کی بی بی کا جنازہ، اور ان کے ایک بیٹے کا جن کو زید کہتے تھے۔ ایک ساتھ رکھا گیا۔ اور ان دنوں حاکم سعید بن عاص تھے۔ اور لوگوں میں (اس وقت) عبداللہ بن عمرؓ اور ابو ہریرہؓ اور ابو سعید اور ابو قتادہ موجود تھے۔ اور لڑکا امام کے پاس رکھا گیا۔ (اور سب کا جنازہ پڑھا گیا) ایک شخص نے کہا۔ کہ میں نے اس کو (یعنی اس طرح سب کے جنازہ پڑھنے کو) برا خیال کیا۔ تو میں نے ابن عباس اور ابو سعید، اور ابو قتادہ کی طرف دیکھا۔ اور کہا۔ کہ یہ کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا۔ ھِیَ سُنَّۃٌ۔ یہی سنت ہے۔ (نسائی شریف)

مالِ غنیمت میں چوری کرنے والے پر نمازِ جنازہ نہ پڑھنا

حضرت زید بن خالد سے روایت ہے۔ کہ ایک شخص خیبر میں مرگیا

تو حضورؐ نے فرمایا۔ تم اپنے صاحب پر نماز پڑھ لو۔ (میں نہیں پڑھتا)۔ کیونکہ اس نے اللہ کی راہ میں چوری کی۔ جب ہم نے اس کا اسباب دیکھا۔ تو ایک نگینہ پایا یہود کے نگینوں میں سے۔ جس کی قیمت دو درہم کی بھی نہ تھی۔ (نسائی شریف)

مُردوں کو بُرا نہ کہو

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَا تَسُبُّوا الْاَمْوَاتَ فَاِنَّھُمْ قَدْ اَفْضَوْا اِلٰی مَا قَدَّمُوْا ۔ "مُردوں کو بُرا نہ کہو۔ کیونکہ وہ اپنے عملوں کو پہنچ گئے۔ (نسائی شریف)

مُردے کے ساتھ ایک ہی چیز جاتی ہے

حضرت انس بن مالک رضؓ سے روایت ہے۔ کہ حضور انورؐ نے فرمایا۔ تین چیزیں میت کے ساتھ (گھر سے) جاتی ہیں۔ ایک اس کے عزیز و اقارب۔ دوسرا اس کا مال۔ تیسرے اس کے اعمال۔ پھر دو چیزیں تو (قبر سے) لوٹ آتی ہیں۔ (یعنی عزیز و اقربار اور مال)۔ اور ایک چیز اس کے ساتھ رہتی ہے۔ یعنے اس کا عمل۔ (نسائی شریف)

کئی آدمیوں کو ایک قبر میں دفن کرنا

حضرت ہشام بن عامر سے روایت ہے۔ کہ احد کے روز لوگوں کو بڑی تکلیف پہنچی۔ حضور انورؐ نے فرمایا۔ کھودو اور کشادہ کرو اور دو دو، اور تین تین، آدمیوں کو دفن کرو ایک قبر میں۔ صحابہؓ نے پوچھا۔ ہم کس کو آگے کریں؟ — فرمایا! جو قرآن زیادہ

جانتا ہو۔ (نسائی شریف)

شہدائے اُحد کو بغیر غسل اور بغیر جنازہ پڑھے دفن کر دیا

حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں۔ کہ حضور انورؐ شہدائے جنگِ اُحد میں سے دو دو کو ایک ایک کپڑے میں جمع کر کے فرماتے تھے۔ ان میں زیادہ قرآن پڑھنے والا کون تھا۔ جس کے متعلق لوگ اشارہ کرتے تھے۔ حضورؐ اس کو قبر میں پہلے اتارتے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ قیامت کے دن میں ان کا گواہ ہوں گا۔ اس کے بعد آپؐ نے ان کو خون سمیت دفن کرنے کا حکم دیا۔ نہ ان کو غسل دلوایا۔ اور نہ نماز پڑھی۔ (بخاری شریف)

اللہ کروڑوں رحمتیں کرے شہدائے اُحد پر کہ انہوں نے اسلام کی بنیاد اپنے لہو اور ہڈیوں کے گارے اور اینٹ سے چنی۔ وہ اس شیریں، حسین، اور طرب زا دنیا کو چھوڑ کر اسلام کی سربلندی کی خاطر خون کے دریاؤں میں کود پڑے۔

حضرت جابر بن عبداللہ رضؓ کہتے ہیں۔ جب جنگِ اُحد کا موقعہ آیا۔ تو رات سے میرے باپ نے مجھے بلا کر کہا۔ کہ میرا خیال ہے تمام صحابہؓ سے پہلے میں ہی شہید ہوں گا۔ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے علاوہ تجھ سے زیادہ کسی کو عزیز نہیں چھوڑتا ہوں۔ لہذا جو قرض میرے ذمہ ہے۔ اس کو ادا کرنا۔ اور اپنے بھائیوں سے اچھا سلوک کرنا جابرؓ کہتے ہیں۔ صبح ہوئی تو سب سے پہلے میرے والد شہید ہوئے۔ (بخاری شریف)

یہ بھی ایک چادر میں ایک اور شخص کے ساتھ ایک ہی قبر میں بغیر غسل دیئے اور بغیر جنازہ پڑھے دفن کئے گئے۔ شہدار کا خون اتنا پاک اور اتنا معتبر ہوتا ہے۔ کہ اس کو پانی سے نہیں دھوتے، غسل نہیں دیتے۔ تاکہ حضورِ رب العالمین اس خون سے چراغاں ہو اور روشنی سے مشکی اور عنبری فوّارے چھوٹیں۔ ع

نسیمِ گل سے معطر مشامِ جاں کرلے

جنازہ پڑھنے کا ثواب

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جو شخص (صرف) نماز جنازہ پڑھے گا۔ اس کو ایک قیراط (کا ثواب) ملے گا۔ اور جو دفن کے وقت بھی موجود ہوگا۔ اس کو دو قیراط ملیں گے۔ ہر قیراط کوہ اُحد کے برابر ہوگا۔ (صحیح مسلم)

(نوٹ) یہاں قیراط سے مراد ثوابِ عظیم ہے۔ یعنی پہاڑ جتنا ثواب ملے گا۔

حالتِ احرام میں مرنے والا

حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے۔ کہ ایک شخص کو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس لائے۔ جس کی گردن اونٹ نے توڑ دی تھی۔ اور وہ مرگیا تھا۔ اور وہ حالت احرام میں تھا، آپؐ نے فرمایا۔ کفن دو اس کو دو کپڑوں میں (یعنی تہ بند اور چادر جو حالتِ احرام میں تھی) اور غسل دو اس کو پانی اور بیری کے پتوں

ہے۔ اور اس کا سر نہ ڈھانپو۔ کیونکہ قیامت کے دن اللہ اس کو لبّیک کہتے ہوئے اٹھائے گا۔ (ابوداؤد)

جنازہ میں صفوں کی تعداد

مالک بن ہبیرہ رضؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم نے فرمایا۔ جو مسلمان کہ مرجاتے۔ اور اس پر مسلمانوں کی تین صفیں نماز پڑھیں۔ تو اللہ اس پر جنت واجب کردیتا ہے۔ (ابوداؤد)

(نوٹ): اگر آدمی زیادہ ہو جائیں۔ تو تین صفوں سے زیادہ بنا لینی چاہئیں۔

جس میت پر تین صفیں مسلمانوں کی نماز پڑھیں۔ اس کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ اللہ یہ بشارت مرنے والوں کو مبارک کرے، لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہیئے۔ کہ جنازہ پڑھنے والے کتاب و سنت کی نظر میں مسلمان ہوں۔ نام کے یا مردم شماری کے، یا لیبل کے مسلمان نہ ہوں۔ پکے موحد، شرک اور بدعت سے گریز کرنے والے۔ صوم و صلوٰۃ کے پابند، حلال کھانے والے۔ اچھے اخلاق اور نیک کردار رکھنے والے، اور اپنے بھائی کی نماز جنازہ میں مسنون دعائیں پڑھنے والے ہوں اور میت بھی عقیدۃً موحد اور صوم و صلوٰۃ کی پابند رہی ہو۔

جس میّت پر چالیس آدمی نماز پڑھیں

حضرت عبداللہ ابن عباس رضؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم کو فرماتے ہوئے سنا۔

مَا مِنْ رَجُلٍ مُّسْلِمٍ يَمُوْتُ فَيَقُوْمُ عَلٰى جَنَازَتِهٖ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا لَا يُشْرِكُوْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا اِلَّا شَفَّعَهُمُ اللّٰهُ فِيْهِ ۔

"جو شخص مسلمان مرجائے۔ اور چالیس آدمی اس کی نماز جنازہ پڑھیں۔ جو شرک نہ کرتے ہوں ساتھ اللہ کے کسی کو۔ تو اللہ میت کے حق میں ان کی دعا قبول کرلیتا ہے۔" (صحیح مسلم)۔

ملاحظہ:۔ وہ چالیس آدمی جن کی دعا سے میّت کو بخش دیا جاتا ہے۔ کیسے ہوں؟ ـــ حضورؐ فرماتے ہیں۔ جو شرک نہ کرتے ہوں ساتھ اللہ کے کسی کو۔" یعنی اللہ کی ذات میں۔ صفات میں۔ عبادات میں۔ شرک کرنے والے نہ ہوں۔ پکّے موحد، مومن، مسلمان کتاب و سنت کے عامل ہوں۔ اور مرنے والا بھی بے نماز، شرک کا عقیدہ رکھنے والا نہ ہو۔

جس کے جنازے پر سو آدمی ہوں

حضرت عائشہ صدیقہ رضؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو میّت کی نماز پڑھے اس پر ایک جماعت مسلمانوں کی۔ کہ سو تک ہوں۔ سب دعا کریں میّت کے لئے (یعنی نماز جنازہ پڑھیں)۔ تو میت کے حق میں ان کی دعا قبول کی جاتی ہے (صحیح مسلم)

(نوٹ):۔ اس حدیث میں سو آدمیوں کا ذکر ہے۔ اور اوپر کی حدیث میں چالیس موحدوں کا۔ تو کم از کم چالیس اور زیادہ سے زیادہ سو آدمی میت کے لئے بخشش مانگنے کو ہونے چاہئیں۔ پر ہوں سب کردار کے مسلمان۔ تقویٰ شعار۔ دیندار۔

آج کل بعض اونچے طبقے کی میتوں پر پانچ پانچ سو۔ بلکہ ہزار ہزار آدمیوں کی بھیڑ ہوتی ہے۔ اللہ کرے لوگ اس سے بھی زیادہ ہوں۔ لیکن ہوں سب عمل کے مسلمان۔ عقیدہ توحید کا رکھنے والے۔ نماز ترک نہ کرنے والے۔ جنہیں جنازے کی سب دعائیں یاد ہوں۔ اور خلوص سے پڑھیں۔

تمام احباب کو چاہیئے۔ کہ وہ سب پانچوں نمازیں پڑھیں۔ کوئی نماز نہ چھوڑیں۔ موحد بن کر رہیں۔ شرک اور بدعت سے کوسوں دور۔ روزی حلال کی کھائیں۔ اور اللہ کی نافرمانیوں۔ گناہوں سے بال بال بچیں۔ تاکہ ان کا جنازہ۔ نماز جنازہ پڑھنے والوں کی دعاؤں کا حقدار ہو جائے۔

امام جنازہ پڑھاتے وقت کہاں کھڑا ہو

حضرت انس بن مالک رضہ نے حضرت عبداللہ بن عمرؓ پر نماز جنازہ پڑھائی۔ اور میت کے سر کے مقابل کھڑے ہوئے۔ پھر لوگ ایک قریشی عورت کا جنازہ لائے۔ اور کہا حضرت انسؓ کو۔ اس جنازے پر بھی نماز پڑھئے۔ آپ اس کے درمیان کھڑے ہوئے۔ پھر حضرت انس سے پوچھا گیا۔ کہ کیا تم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا۔ کہ حضورؐ کھڑے ہوئے تھے جس طرح تم کھڑے ہوئے ہو" یعنی کیا حضورؐ مرد کے جنازے پر سر کے مقابل، اور عورت کے جنازے پر درمیان کے مقابل کھڑے ہوتے تھے؟ حضرت انسؓ نے کہا۔ ہاں! (ترمذی - ابن ماجہ)

حضرت سمرہ بن جندب رضہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے حضورؐ کے پیچھے ایک عورت کا جنازہ پڑھا۔ جو نفاس کی حالت میں فوت ہو گئی تھی۔ حضورؐ اس کے وسط میں کھڑے ہوئے۔ (بلوغ المرام)

(نوٹ) پس امام نماز جنازہ پڑھاتے وقت مرد میّت کے سر کے مقابل، اور عورت میت کے درمیان یعنی وسط کے مقابل کھڑا ہوا کرے۔

رحمتِ عالمؐ نے قبر پر نماز جنازہ پڑھی

حضرت ابوہریرہ رضہ سے روایت ہے۔ کہ ایک عورت مسجد میں جھاڑو دیا کرتی تھی۔ نبی صلے اللہ علیہ و سلم نے اس کے متعلق پوچھا (کہ نظر نہیں آئی۔ کہاں ہے؟) لوگوں نے کہا۔ وہ مرگئی ہے۔ آپؐ نے فرمایا۔ تم نے مجھے کیوں اطلاع نہ دی۔ گویا کہ لوگوں نے اس کی موت کو معمولی جانا۔ (اس لئے حضورؐ کو اطلاع نہ دی)۔ پھر حضورؐ نے فرمایا۔ دُلُّوْنِیْ عَلٰے قَبْرِھَا۔ مجھے اس کی قبر بتاؤ، جب لوگوں نے اس کی قبر بتائی۔ فَصَلّٰے عَلَیْھَا۔ تو حضورؐ نے اس پر نماز پڑھی۔

(بلوغ المرام)

حضرت ابن عباس رضہ فرماتے ہیں۔ کہ (ایک بار) ایک اکیلی قبر کی طرف حضورؐ کا گذر ہوا۔ چنانچہ آپ ہمارے امام بنے۔ ہم نے آپ کے پیچھے صف بنائی۔ اور نماز پڑھ لی۔ (بخاری شریف)

(نوٹ):۔ اس سے قبر پر نماز جنازہ پڑھنا ثابت ہوا۔ یعنی اگر کوئی میت پر نماز نہ پڑھ سکا ہو۔ اور میت کو دفن کر دیا گیا ہو۔ تو

قبر پر نماز جنازہ ادا کر لیں۔ اکیلے ہی۔ اور اگر زیادہ ہوں۔ تو صف بنا کر ایک کو امام بنا کر بدستور نماز پڑھ لیں ؛

نماز جنازہ

نماز جنازہ ادا کرنے کے لئے میت کی چارپائی اس طرح رکھیں کہ میّت کا سر شمال کی طرف ہو۔ اور پاؤں جنوب کی طرف۔
سب لوگ با وضو ہو کر قبلہ کی طرف منہ کر کے تین صفیں بنائیں زیادہ لوگ ہوں۔ تو پانچ، یا سات، یا نو، یا گیارہ۔ غرض طاق صفیں بنائیں۔
اگر میت مرد ہے۔ تو امام سر کے مقابل کھڑا ہو۔ اور اگر عورت ہے۔ تو اس کے وسط میں کھڑا ہو۔ پھر سب دل میں نیت کریں۔ (کہ یہ نماز جنازہ ہے)۔

نماز جنازہ میں نیّت سنانا

یاد رہے۔ کہ نماز جنازہ میں نہ اذان ہے۔ نہ اقامت (یعنی تکبیر) ہے۔
آج کل رواج ہے۔ کہ جب نماز جنازہ میں کھڑے ہوتے ہیں۔ تو کہتے ہیں۔ کہ تکبیر سناؤ۔ یہ پرلے درجے کی جہالت ہے۔ تکبیر تو نماز جنازہ کے لئے ہے ہی نہیں۔ تو تکبیر کیا سناتے ہو؟ نہ امام کو کچھ سمجھ ہے۔ نہ مقتدیوں کو شعور۔ سرے سے بسم اللہ ہی غلط۔ افسوس جنازہ پڑھنے کے لئے آئے ہیں!۔ اپنے بھائی کے لئے بخشش مانگنے کو آئے ہیں۔ اور تکبیر سنانے لگے ہیں۔ آہ!

ع مُسلم از سرِّ نبیؐ بے گانہ شد

جب کہا جاتا ہے ۔ کہ نماز جنازہ میں کوئی تکبیر، یعنی اقامت نہیں ہے۔ تو پھر کہہ دیتے ہیں۔ کہ یہ نیّت سنائی جاتی ہے ۔ چار تکبیر نماز جنازہ ..... فرض کفایہ .....

لیکن اتنا پھر بھی پتہ نہیں ۔ کہ نیت دل کے ارادہ کو کہتے ہیں۔ اور نیت سنائی نہیں جاتی ۔ کیونکہ اس کا تعلق صرف دِل سے ہوتا ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں۔ کہ نیتوں کو صرف اللہ ہی جانتا ہے۔ تو نیت اسی وقت تک نیت ہے۔ جب تک دل میں ہے۔ جب اسے ظاہر کر دیا۔ سنا دیا۔ تو پھر وہ بیان ہو گیا۔

جب آپ گھر سے جنازہ کے لئے چلتے ہیں۔ تو نیت اُسی وقت ہو جاتی ہے۔ کہ جنازہ پڑھنے چلے ہیں۔ وضو کے وقت بھی آپ یہی نیت کرتے ہیں۔ کہ جنازہ کے لئے وضو کرنے لگے ہیں۔ جب آپ امام کے ساتھ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہیں گے ۔ اس وقت نہ تو آپ کو فجر، ظہر عصر، مغرب، عشاء کی نماز کا خیال آئے گا۔ نہ یہ خیال آئے گا۔ کہ آپ تہجد یا اشراق پڑھنے لگے ہیں۔ بلکہ یقیناً نماز جنازہ پڑھنے کا ہی خیال آئے گا۔ بس یہی نیت ہے۔ امام بھی دل میں ہی جنازہ کی نیت، یا ارادہ کرکے اللہ اکبر کہے ۔ اور سب مقتدی بھی دل میں جنازہ پڑھنے کا خیال کرکے اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہیں۔

حضور پر نورؐ نے ہزاروں جنازے پڑھائے ۔کسی جنازے میں اس طرح پکار کر نیت نہیں سنائی گئی ۔ صحابہؓ نے بے شمار جنازے پڑھائے کسی جنازہ کے شروع میں کبھی نیت نہ سنائی۔ نیت کا سنانا نہ قرآن

میں ہے۔ نہ حدیث میں ہے۔ نہ فقہ کی کسی کتاب میں ہے۔ اس لئے اس جہالت کے دستور کو فوراً ختم کر دینا چاہیئے۔ اور اگر اس نیت کے پکارنے، سنانے کو آپ مسئلہ سمجھیں گے۔ یا دین کی چیز تصور کریں گے تو پھر یقیناً بدعت ہے۔ اور بدعت سے آدمی سخت گناہ گار ہو جاتا ہے۔

نماز جنازہ کی کیفیت ہاں تو دل میں نیت کرکے آپ امام کے ساتھ اللہ اکبر کہہ کر دونوں ہاتھ کندھوں یا کانوں تک اٹھا کر سینہ پر باندھ لیں۔ یہ پہلی تکبیر ہو گئی۔ اب آپ بھی، اور امام بھی سب ثناء اور سورۃ فاتحہ پڑھیں۔ امام بلند آواز سے، اور مقتدی آہستہ :۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○
شروع اللہ کے نام سے جو بخشش کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ○
سب تعریف واسطے اللہ پروردگار جہانوں کے ہے۔

الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مَالِكِ يَوْمِ
بخشش کرنے والا مہربان مالک ہے روز

الدِّيْنِ ○ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ
جزا کا تیری ہی عبادت کرتے ہیں۔ اور تجھ ہی سے

نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ
ہم مدد چاہتے ہیں دکھا ہم کو راستہ

الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ
سیدھا۔ راستہ ان لوگوں کا

اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۵ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ
جن پر تو نے انعام کیا نہ جن پر غضب

عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○ پھر کہیں
ہُوا۔ اور نہ راستہ گمراہوں کا۔

اٰمِيْنَ ○ (بخاری شریف)
قبول کر۔

پھر سورۃ فاتحہ پڑھ کر قرآن کی کوئی سورت[1] پڑھیں:۔

---

[1] طلحہ بن عبداللہ بن عوف رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ میں نے ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز جنازہ پڑھی۔ نَقْرَأَ بِالْفَاتِحَةِ وَسُوْرَةٍ وَجَهَرَ حَتّٰى سَمِعْنَا پس پڑھی انہوں نے سورۃ فاتحہ اور سورۃ پکار کر یہاں تک ہم نے سنا۔ پھر فرمایا سُنَّةٌ وَحَقٌّ۔ کہ سنت ہے اور حق ہے۔ (نسائی شریف)

اس روایت میں سورۃ فاتحہ کے علاوہ ایک اور سورۃ کا پڑھنا بھی ثابت ہوا یعنی الحمد شریف کے ساتھ کوئی سورت ملاؤ!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے (جو) بخشش کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ○ حَتّٰى زُرْتُمُ

غافل کردیا تم کو (دنیا کی) کثرت کی خواہش نے۔ یہاں تک کہ زیارت کرو

الْمَقَابِرَ ○ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ○

تم قبروں کی۔ ہرگز نہیں یوں (کہ سدا رہو گے) جلد جان لو گے (انجام)

ثُمَّ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ○ كَلَّا

پھر ہرگز نہیں یوں (کہ دنیا نہ چھوڑو گے) جلد جان لو گے (مرنے کے بعد)

لَوْ تَعْلَمُوْنَ عِلْمَ الْيَقِيْنِ ○

ہرگز نہیں یوں۔ کاش جانتے تم یقینی طور پر (ہاں)

لَتَرَوُنَّ الْجَحِيْمَ ○ ثُمَّ لَتَرَوُنَّهَا

ضرور دیکھو گے تم دوزخ کو پھر ضرور دیکھو گے تم اس کو

عَيْنَ الْيَقِيْنِ ○ ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ

یقیناً آنکھوں سے پھر ضرور پوچھے جاؤ گے

يَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِيْمِ ○

اس دن نعمتوں کے بارے میں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

شروع اللہ کے نام سے (جو) بخشش کرنے والا نہایت مہربان ہے

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ اَللّٰهُ

کہہ (اے محمدؐ) وہ اللہ ایک ہے۔ اللہ

الصَّمَدُ ○ لَمْ يَلِدْ وَ لَمْ يُوْلَدْ ○

بے احتیاج ہے۔ نہیں جنا اس نے اور نہ جنا گیا

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ○

اور نہیں ہے کوئی اس کا ہمسر۔

ملاحظہ :۔ امام بلند آواز سے سورۃ فاتحہ پڑھے۔ اور قرأت کرے۔ مقتدی آہستہ امام کے پیچھے سورۃ فاتحہ پڑھتے جائیں۔ جس طرح دوسری نمازوں میں پڑھتے ہیں۔ مقتدی سورۃ فاتحہ پڑھ کر آمین پکار کر امام سے اگلی قرأت سنیں۔ یعنی سورت خود نہ پڑھیں۔

نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا لازمی ہے

سورۃ فاتحہ کے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی

یاد رہے کہ سورۃ فاتحہ ہر نماز کی جان اور روح ہے۔ اس کے بغیر کوئی نماز ہوتی ہی نہیں۔ وہ نماز فرض ہو۔ سنت ہو۔ نفل ہو۔ تراویح ہو۔ تہجد ہو۔ اشراق ہو۔ جنازہ ہو۔ ہر نماز میں اس کا پڑھنا فرض ہے۔ اس کے ترک سے نماز باطل ہو جاتی ہے۔ یہی وجہ

ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

لَاصَلٰوةَ لِمَنْ لَّمْ يَقْرَأْ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ ۔ (متفق علیہ)

"یعنی بغیر سورۃ فاتحہ کے کوئی نماز نہیں ہوتی"

حضورؐ کے فرمان سے ثابت ہوا۔ کہ سورۃ فاتحہ پڑھے بغیر کوئی نماز نہیں ہوتی۔ خواہ نمازی امام ہو۔ مقتدی ہو۔ اکیلا ہو۔ اور نماز کوئی ہو۔

اگر کوئی کہے۔ کہ بیشک بغیر سورۃ فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی۔ یہ ٹھیک ہے۔ لیکن یہ حکم امام کے لئے ہے۔ اور منفرد کے لئے ہے مقتدی کے لئے نہیں۔ اس کے جواب میں احادیث ذیل ملاحظہ فرمائیں:۔

حضرت ابوہریرہ رضؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص نے نماز پڑھی اور اس میں نہ پڑھی ام القرآن یعنی الحمد شریف۔ فَهِيَ خِدَاجٌ [1]۔ پس وہ نماز ناقص ہے۔ یہ تین بار فرمایا۔ پھر فرمایا غَيْرُ تَمَامٍ۔ نہیں پوری ہوتی (نماز بغیر فاتحہ کے) حضرت ابوہریرہؓ سے پوچھا گیا۔ ہم ہوتے ہیں پیچھے امام کے؟ (یعنی جب بھی پڑھیں)۔ تو ابوہریرۃ رضؓ نے کہا۔ اِقْرَأْ بِهَا فِيْ نَفْسِكَ۔ پڑھ تو سورۃ فاتحہ کو (امام کے پیچھے بھی) آہستہ۔ (صحیح مسلم)

حضرت عبادہ بن صامت سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

---

[1] خداج کے معنے ہیں وقت سے پہلے اونٹنی کا بچہ کو جن دینا۔" اب آپ غور کریں کہ ایسا بچہ جو بجائے نو ماہ کے پانچویں یا چھٹے مہینے اونٹنی جن دے۔ کتنا ناقص ہوگا۔ ایسے ہی ناقص ہے وہ نماز۔ جس میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھی جائے۔ (محمد صادق)

مَنْ صَلّٰی خَلْفَ الْاِمَامِ فَلْیَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ (رواہ الطبرانی فی الکبیر)۔ "جو شخص امام کے پیچھے نماز پڑھے۔ پس چاہیئے کہ وہ سورت فاتحہ پڑھے"۔

مُلَاحَظَہ:۔ ثابت ہوا۔ کہ مقتدی بھی ضرور سورۃ فاتحہ پڑھے۔ کہ اس نے ترک سے نہ امام کی نماز ہوتی ہے۔ نہ مقتدی کی ہوتی ہے۔ سورۃ فاتحہ پڑھنے کی اس تاکید شدید کے بعد اب ہم یہ ثابت کرتے ہیں۔ کہ نماز جنازہ میں بھی سورۃ فاتحہ کا پڑھنا رحمتِ عالمؐ سے ثابت ہے۔ ملاحظہ ہوں احادیث :۔

جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کی احادیث

حصن حصین میں ہے۔ وَاِذَا صَلّٰی عَلَیْہِ کَبَّرَ ثُمَّ قَرَأَ الْفَاتِحَۃَ ۔ "جب نماز پڑھیں میت پر۔ تکبیر کہیں۔ پھر سورۃ فاتحہ پڑھیں"۔

وَعَنْ طَلْحَۃَ بْنِ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَوْفٍ قَالَ صَلَّیْتُ خَلْفَ ابْنِ عَبَّاسٍ عَلٰی جَنَازَۃٍ فَقَرَأَ فَاتِحَۃَ الْکِتَابِ فَقَالَ لِتَعْلَمُوْا اَنَّھَا سُنَّۃٌ ۔ (بخاری شریف)

"حضرت طلحہ بن عبداللہ بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے ابن عباسؓ کے پیچھے جنازے کی نماز پڑھی۔ تو انہوں نے الحمد شریف بھی پڑھی۔ اور فرمایا۔ (کہ میں نے آواز سے سورۃ فاتحہ اس لئے پڑھی ہے) کہ تم جان لو۔ کہ وہ سنت ہے۔ یعنی حضورؐ پڑھتے تھے۔ (بخاری شریف)۔

حضرت ابن عباسؓ نے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ بلند آواز

سے پڑھ کر لوگوں میں اعلان کیا۔ کہ یہ سنت ہے۔ یعنی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جنازہ میں اسے پڑھا ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكَبِّرُ عَلٰى جَنَائِزِنَا اَرْبَعًا وَّ يَقْرَأُ بِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ فِي التَّكْبِيْرَةِ الْاُوْلٰى ۔ (بلوغ المرام)

"حضرت جابرؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے جنازوں میں چار تکبیریں کہا کرتے تھے۔ اور پہلی تکبیر میں سورۃ فاتحہ پڑھا کرتے تھے۔"

نوٹ:۔ کَانَ یَقْرَأُ استمرار پر دال ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ حضورؐ جنازوں میں ہمیشہ سورۃ فاتحہ پڑھا کرتے تھے۔

وعن ام شریک الانصاریہ قالت امرنا رسول اللہ صلّے اللہ علیہ وسلّم ان نقرأ علے الجنازۃ بفاتحۃ الکتاب ۔ (ابن ماجہ)

"حضرت ام شریک انصاریہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ہم کو نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا حکم دیا۔" (ابن ماجہ)

وعن ابن عباس ان النّبی صلے اللہ علیہ وسلّم قرأ علے الجنازۃ بفاتحۃ الکتاب۔ (ابن ماجہ)

"حضرت ابن عباس رضؓ کہتے ہیں۔ کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھی۔"

حضرت ابی امامہ رضؓ سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا:۔

اَلسُّنَّةُ فِي الصَّلٰوةِ عَلَى الْجَنَازَةِ اَنْ يَّقْرَأَ فِي التَّكْبِيْرَةِ الْاُوْلٰى بِاُمِّ الْقُرْاٰنِ مُخَافَتَةً ۔ (نسائی) "نماز جنازہ میں سنت ہے کہ پڑھے پہلی تکبیر میں سورۃ فاتحہ آہستہ[1]"

رسولؐ اللہ کی حدیثیں سر آنکھوں پر

نماز جنازہ سورۃ فاتحہ پڑھنے کے بارے میں احادیث آپ نے پڑھ لی ہیں۔ کہ حضور انورؐ نے میت پر سورۃ فاتحہ پڑھی ہے۔ اور یہ بھی فرمان رسولؐ ہے۔ کہ بغیر سورۃ فاتحہ کے نماز نہیں ہوتی۔ یعنی کوئی نماز نہیں ہوتی۔ تو نماز جنازہ بغیر سورۃ فاتحہ کے کیونکر ہوگی؟ اس لئے بڑے درد۔ خلوص۔ اور خیر خواہی سے گزارش ہے کہ برادران احناف بھی اپنے جنازوں پر ضرور ضرور سورۃ فاتحہ پڑھا کریں۔ اگر وہ کہیں۔ کہ ہمارے حضرت امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہے۔ کہ نہ پڑھو تو عرض ہے کہ امام عالی مقام (اللہ کی ان پر رحمتیں ہوں) نے یہ بھی فرمایا ہے۔ اُتْرُكُوْا قَوْلِيْ بِخَبَرِ الرَّسُوْلِ۔ "اگر میرا قول حدیث کے

---

[1] اس روایت میں سورۃ فاتحہ آہستہ پڑھنا آیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضؓ نے سورۃ فاتحہ جنازہ میں اونچی پڑھی تھی۔ تاکہ لوگوں کو سورت فاتحہ کا سنت ہونا معلوم ہوجائے، پس اختیار ہے کہ سورۃ فاتحہ آواز سے پڑھیں یا آہستہ۔ دونوں طرح درست ہے۔ چونکہ آج کل لوگوں نے سورۃ فاتحہ پڑھنا ترک کر رکھا ہے اور نہیں جانتے کہ سورۃ فاتحہ جنازہ میں ضرور پڑھنی چاہیئے۔ اس لئے اماموں کو جنازوں میں سورۃ فاتحہ پکار کر پڑھنی چاہیئے۔ تاکہ حضرت ابن عباسؓ کے فرمان کے مطابق لوگ جان لیں۔ کہ حضورؐ سورۃ فاتحہ پڑھا کرتے تھے۔

خلاف ہو۔ تو اسے چھوڑ دو۔" (عقد الجید)

بلکہ فرمایا۔ اُتْرُکُوْا قَوْلِیْ اِلَی الْحَائِطِ۔ "حدیث کے خلاف میرا قول دیوار پر دے مارو۔"

برادرانِ احناف کو چاہیئے۔ کہ حضرت امام ابوحنیفہؒ کے ارشاد کے مطابق ان کے قول کو حدیث کے مقابلہ میں ترک کرکے عامل بالحدیث ہو جائیں۔ اس طرح امام صاحبؒ کے ارشاد پر عمل ہو جائے گا۔ اور حضورؐ پر نورم کی اطاعت بھی ہو جائے گی۔ دیکھئے! حضرت امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں:۔

مَاجَآءَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ فَبِالرَّأْسِ وَ الْعَیْنِ۔ (ظفر الامانی)۔ "جو چیز حدیث سے ثابت ہے۔ وہ سر آنکھوں پر ہے۔"

اب جب کہ جنازہ میں سورۃ فاتحہ کا پڑھنا حدیثوں سے ثابت ہو گیا۔ تو برادران احناف اسے حضرت امام صاحب کی ہدایت کے مطابق سر آنکھوں پر رکھ لیں۔

جنازہ میں امام سورۃ فاتحہ کیوں نہیں پڑھتا

پھر برادران احناف کو اگر اختلاف ہے۔ تو یہ ہے۔ کہ سورۃ فاتحہ مقتدی نہ پڑھے۔ امام ضرور پڑھے۔ اگر امام نہ پڑھے گا۔ تو نماز نہیں ہوگی۔ لیکن افسوس ہے۔ کہ جنازہ کی نماز میں تو امام بھی فاتحہ نہیں پڑھتا۔ فرمایئے کہ پھر نماز جنازہ کیسے ہوگی؟ یہ معاملہ بڑا نازک ہے اور حد درجہ قابلِ غور ہے۔ کہ سب لوگ میت کی بخشش، اور خیر خواہی

کے لئے جنازہ پڑھتے ہیں۔ اگر جنازہ کی نفی ہوگئی۔ تو میت کی ہم نے کیا خیر خواہی کی؟ یہ بات ہم نے بڑے درد و سوز سے عرض کی ہے۔ سب بھائی آج سے عہد کریں۔ کہ وہ جنازوں میں ضرور سورۃ فاتحہ پڑھا کریں گے۔ اور وصیت کر دیں۔ کہ ان کے جنازہ میں ضرور سورۃ فاتحہ پڑھی جائے۔ اور رسم قل، اور دسویں، چالیسویں وغیرہ۔ غیر اسلامی رسمیں بھی نہ کی جائیں۔ نیز میت پر آواز سے رویا بھی نہ جائے۔ یعنی نوحہ اور بین نہ ہو۔ اگر آپ نے ایسا کر دیا۔ تو آپ بری الذمہ ہو جائیں گے۔ آپ پر پس مردن کوئی بار نہ ہوگا۔

قاضی ثناء اللہ صاحب رح پانی پتی کی وصیت

دیکھئے! حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے حنفی عالم ہوئے ہیں۔ ان کی عظمت علم کی سب دنیا قائل ہے۔ آپ نے ایک وصیت نامہ لکھا ہے۔ اس میں آپ نے آب زر سے لکھنے کے لائق سنت کے مطابق وصیت فرمائی ہے۔ ان باتوں میں یہ بھی ہے:۔

"در تجہیز و تکفین و دفن رعایت سنت کنند۔"

یعنی تجہیز اور تکفین اور تدفین میں سنت کی رعایت کریں۔ "عمامہ خلاف سنت است ضرور نیست" عمامہ سنت کے خلاف ہے۔ اس لئے کفن میں اس کی ضرورت نہیں۔" و نماز جنازہ بجماعت کثیر و امام صالح مثل حافظ محمد علی، و یا حکیم سکھوا، یا حافظ پیر محمد بجا آرند۔"

اور نماز جنازہ کثیر جماعت کے ساتھ ہو۔ اور امام صالح جنازہ پڑھائے۔ مثل حافظ محمدؒ علی۔ یا حکیم سکھوا - یا حافظ پیر محمدؒ۔

"و بعد تکبیر اولیٰ سورۃ فاتحہ خوانند"۔ اور تکبیر اولی کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھیں۔ " و بعد مردن من رسوم دنیوی مثل دہم و بستم و چہلم و ششماہی، و برسینی ہیچ نکنند" اور میرے مرنے کے بعد دنیاوی رسمیں مانند دسواں، بیسواں، چالیسواں، ششماہی اور برسی وغیرہ ہرگز نہ کریں۔

برادرانِ احناف غور فرمائیں۔ کہ حضرت مولانا قاضی ثناء اللہ صاحبؒ بڑے پایہ کے حنفی عالم تھے۔ انہوں نے حدیث کے مقابلہ میں حنفی مذہب کے اس خیال کو کہ جنازہ میں سورۃ فاتحہ نہ پڑھو ترک کر دیا۔ اور حضور پُر نورﷺ کی سنّت کو۔ کہ جنازہ میں فاتحہ پڑھنی چاہیئے۔ قبول کر لیا۔ سر آنکھوں پر رکھ لیا۔ سینے سے لگا لیا۔ بلکہ اپنے کفن میں رکھ لیا۔ یعنی وصیت کر دی۔ کہ میرے جنازہ پر سورۃ فاتحہ پڑھنا ۔ پھر آپ نے وصیّت نامہ میں یہ بھی لکھا۔ کہ جو کوئی میری وصیت کی رعایت نہ کرے گا۔ یعنی اس پر عمل نہ کرے گا۔ " در عاقبت دامن گیر خواہم شد" میں قیامت کو اس کا دامن گیر ہوں گا۔ یعنی سورۃ فاتحہ اگر میرے جنازہ میں نہ پڑھی گئی۔ تو میں قیامت کو اس امام کا گریبان پکڑوں گا۔

اللہ لاکھوں رحمتیں فرمائے قاضی صاحب کی روح پر کہ انہوں نے جرأت ایمانی سے سنت کا بول بالا کیا۔ تمام برادران احناف

کو بھی قاضی صاحبؒ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنا — اپنا لینا چاہیئے۔ ۵

ڈھلا نہیں ہے گل و لالہ کا غبار ابھی
برس کچھ اور ابھی اے ابرِ نو بہار ابھی

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا نعرۂ حق

نماز جنازہ میں سورۃ فاتحہ

فَیُکَبِّرُ اَرْبَعَ تَکْبِیْرَاتٍ یَقْرَءُ فِی الْاُوْلٰی الْفَاتِحَةَ۔ لِمَا رُوِیَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهٗ قَالَ اَمَرَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ۔ اَنْ یُّقْرَءَ بِفَاتِحَةِ الْکِتَابِ عَلَی الْجَنَازَةِ ۔ (غنیۃ الطالبین) ” پس چار تکبیریں کہیں۔ نماز جنازہ میں۔ پڑھیں پہلی تکبیر میں سورۃ فاتحہ، کیونکہ ابنِ عباس رضؓ سے مروی ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم نے جنازہ پر سورۃ فاتحہ پڑھنے کا ہم کو حکم دیا “ (غنیۃ الطالبین)

لِمَا رُوِیَ مُجَاهِدٌ قَالَ سَاَلْتُ ثَمَانِیَةَ عَشَرَ رَجُلًا مِّنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوةِ عَلَی الْجَنَازَةِ فَکُلُّهُمْ یَقُوْلُ کَبِّرْ ثُمَّ اقْرَءْ فَاتِحَةَ الْکِتَابِ ۔ (غنیۃ الطالبین) — ” (جنازہ میں سورۃ فاتحہ اس لئے پڑھنی چاہیئے) کہ مجاہد سے روایت

ہے۔ اُس نے کہا۔ کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم
کے اٹھارہ صحابہؓ سے نماز جنازہ کے بارے میں سوال کیا
سب نے کہا۔ کہ تکبیر کہہ (پہلی) پھر پڑھ سورۃ فاتحہ۔
(غنیۃ الطالبین)

نوٹ:۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے بھی جنازہ میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ اور ساتھ ہی حدیثوں سے دلیل بھی لائے ہیں۔ امید ہے۔ شیخ علیہ الرحمت کے علم و فضل۔ ان کی بزرگی اور ولایت کے قائل ۔۔ ان کے مدلل فتوے کو بھی ضرور تسلیم کریں گے۔

نماز جنازہ کے سلسلے میں سورۃ فاتحہ پڑھنے کا مسئلہ درمیان میں آگیا۔ جو اوپر بیان ہو چکا ہے۔ اب آپ آگے چلیں۔ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہہ کر سینہ پر ہاتھ باندھ کر سورۃ فاتحہ اور کوئی سورت آپ پڑھ چکے ہیں۔ اب آپ دوسری تکبیر کہیں۔ اور رفع الیدین کریں۔ پھر ہاتھ باندھ کر درود شریف ذیل پڑھیں:۔

درود شریف

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ
یا الٰہی رحمت بھیج محمدؐ پر اور آل

مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ
محمدؐ پر جیسے تو نے رحمت بھیجی ابراہیمؑ پر

وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ
اور آل ابراہیم پر بے شک تو تعریف کیا گیا

مَّجِيْدٌ ۝ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰی مُحَمَّدٍ
بزرگ ہے۔ یا الہٰی برکت بھیج محمدؐ پر

وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰی
اور آل محمدؐ پر جیسے تو نے برکت بھیجی

اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ
ابراہیم پر اور آل ابراہیم پر

اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ۝
بے شک تو تعریف کیا گیا بزرگ ہے۔

اب تیسری تکبیر کہیں۔ اور رفع الیدین کر کے ہاتھ باندھ کر یہ دعائیں پڑھیں:۔

نمازِ جنازہ کی دعائیں

حضور انورؐ نے فرمایا ہے۔ اِذَا صَلَّيْتُمْ عَلَى الْمَيِّتِ فَاَخْلِصُوْا لَهُ الدُّعَاءَ (ابوداؤد)۔ "جب تم میت پر نماز پڑھو۔ تو اس کے لئے اخلاص سے دعا کرو۔ (ابوداؤد)

مطلب یہ ہے۔ کہ مرنے والا محتاج پڑا ہے۔ اب اس کو

بخشش کی بے حد ضرورت ہے۔ اس لئے جنازہ پڑھنے والوں کو حضورؐ نے ارشاد فرمایا ہے۔ کہ نماز جنازہ میں میت کے لئے بڑے خلوص اور حضور سے گڑگڑا کر دعا کرو۔ تاکہ اس کی مغفرت کا سامان ہو جائے۔

جنازے کی پہلی دُعا

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَ مَیِّتِنَا وَ
یا الٰہی بخش ہمارے زندوں کو اور ہمارے مُردوں کو اور

شَاھِدِنَا وَ غَائِبِنَا وَ صَغِیْرِنَا وَ
ہمارے حاضروں کو اور ہمارے غائبوں کو اور ہمارے چھوٹوں کو اور

کَبِیْرِنَا وَ ذَکَرِنَا وَ اُنْثَانَا ط اَللّٰھُمَّ
ہمارے بڑوں کو اور ہمارے مردوں کو اور ہماری عورتوں کو۔ یا الٰہی

مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ
جس کو تو ہم میں سے زندہ رکھے، زندہ رکھ اس کو اسلام پر

وَمَنْ تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ ط
اور جس کو تو ہم سے مارے پس مار اس کو ایمان پر۔

اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَہٗ وَلَا تَفْتِنَّا
یا الٰہی اس کے اجر سے ہم کو محروم نہ رکھ۔ اور اس کے بعد ہم کو

بَعْدَہٗ ۔ (صحیح مسلم)

فتنہ[1] میں نہ ڈال ۔

جنازے کی دوسری دُعا

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَہٗ وَارْحَمْہُ وَعَافِہٖ

یا الٰہی بخش گناہ اس کے اور رحمت کر اس پر اور عافیت دے

وَاعْفُ عَنْہُ وَاَکْرِمْ نُزُلَہٗ وَ

اس کو اور معاف کر اس سے اور بہتر کر مہمانی اس کی ۔ اور

وَسِّعْ مَدْخَلَہٗ وَاغْسِلْہُ بِالْمَآءِ

فراخ کر قبر اس کی ۔ اور پاک کر اس کو (گناہوں سے) ساتھ بخشش

وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّہٖ مِنَ الْخَطَایَا

کے (پانی اور برف اور اولوں کے ۔ اور پاک کر دے اس کو گناہوں سے

کَمَا نَقَّیْتَ الثَّوْبَ الْاَبْیَضَ مِنَ

جیسے پاک کرتا ہے تو سفید کپڑے کو میل

الدَّنَسِ وَاَبْدِلْہُ دَارًا خَیْرًا مِّنْ

سے ۔ اور اسے اس کے دنیا کے گھر سے بہتر گھر

---

[1] یہی فتنہ ہے کہ میت کی محبت اور خیرخواہی میں غیر اسلامی رسموں اور بدعتوں پر عمل کریں اس کی روح سے حاجت روائیاں اور مشکل کشائیاں چاہیں ۔

دَارِهٖ وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهٖ وَ
دے۔ اور اس کے یہاں کے لوگوں سے بہتر لوگ اور یہاں کے

زَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهٖ وَاَدْخِلْهُ
جوڑے سے بہتر جوڑا۔ (آخرت میں) عطا کر اور داخل

الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ
کر اس کو بہشت میں اور پناہ دے اس کو عذاب قبر سے۔

وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ (صحیح مسلم)
اور عذاب جہنم سے۔

ملاحظہ:۔ دعائے مذکور کے راوی حضرت عوف بن مالک رضؓ ہیں۔ کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازے پر یہ دعا پڑھی۔ پس یاد رکھی میں نے دعا پڑھنی رسولؐ خدا کی۔ قَالَ حَتّٰى تَمَنَّيْتُ اَنْ اَكُوْنَ ذٰلِكَ الْمَيِّتَ۔ کہا حضرت عوفؓ نے۔ کہ جب میں نے یہ دعا رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم سے اس میت کے لئے سنی۔ تو رشک لے گیا میں۔ یہاں تک کہ آرزو کی میں نے۔ کہ ہوتا میں یہ میت۔ یعنی رسول خدا میرے لئے دعا کرتے۔

حضرت عوفؓ نے یہ دعا حضورؐ سے سنی۔ معلوم ہوا کہ آپؐ نے بلند آواز سے پڑھی۔ تب ہی انہوں نے سنی۔ تو بہتر ہے۔

کہ نماز جنازہ میں دعائیں پکار کر پڑھیں۔ اور پکار کر پڑھنے کا ایک فائدہ یہ بھی ہے۔ کہ جن کو دعائیں نہیں آتیں۔ وہ پیچھے آمین کہتے جائیں گے۔

جنازے کی تیسری دعا

اَللّٰھُمَّ عَبْدُكَ وَابْنُ اَمَتِكَ كَانَ

یا الٰہی (یہ میت) بندہ تیرا اور بیٹا لونڈی تیری کا ہے۔ یہ

يَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ وَحْدَكَ

(زندگی میں) گواہی دیتا تھا کہ نہیں کوئی معبود سوا تیرے تنہا ہے

لَا شَرِيْكَ لَكَ وَيَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا

تو۔ تیرا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا تھا کہ محمد

عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ اَصْبَحَ فَقِيْرًا اِلٰى

بندہ تیرا ہے اور رسول تیرا (آج) ہوا (یہ) محتاج تیری

رَحْمَتِكَ وَاَصْبَحْتَ غَنِيًّا عَنْ عَذَابِهٖ

رحمت کی طرف اور بے پروا ہے تو اس کے عذاب سے۔

تَخَلّٰى مِنَ الدُّنْيَا وَاَهْلِهَا اِنْ كَانَ

الگ ہو گیا (آج یہ) دنیا سے اور دنیا والوں سے۔ اگر ہو

زَاكِيًا فَزَكِّهٖ وَاِنْ كَانَ مُخْطِئًا
یہ پاک پس زیادہ کر پاکی اس کی اور اگر ہو یہ گنہگار پس

فَاغْفِرْ لَهٗ - اَللّٰهُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ
بخش اس کو - اے اللہ ہمارے! نہ محروم کر ہم کو اس کے

وَلَا تُضِلَّنَا بَعْدَهٗ - (حصن حصین)
ثواب سے۔ اور نہ گمراہ[1] کر ہم کو بعد اس کے۔

جنازے کی چوتھی دعا

واثلہ بن اسقع رض سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ نماز پڑھی ہم نے ساتھ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم کے مسلمانوں میں سے ایک شخص پر۔ تو میں نے سنا۔ آپؐ فرماتے تھے (یہ دعا)۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّ فُلَانَ بْنَ فُلَانٍ فِيْ
اے اللہ تحقیق فلاں بیٹا فلاں کا تیرے

ذِمَّتِكَ وَحَبْلِ جِوَارِكَ فَقِهٖ مِنْ
ذمہ میں اور تیری امان میں ہے پس بچالے اس کو

---

[1] میت کے بعد گمراہی کی یہ صورت ہے۔ کہ میت کے متعلق غیر اسلامی رسموں اور بدعتوں کو کرنے لگیں۔ اس کی روح کو حاضر جانیں۔ اور اس کو خوش کرنے کے لئے اس کے نام کی نذریں نیازیں دینے لگیں۔ اور اس کو حاجت روائی اور مشکل کشائی کے لئے پکاریں۔

فِتْنَةِ الْقَبْرِ وَعَذَابِ النَّارِ اَنْتَ
قبر کے فتنے سے اور دوزخ کے عذاب سے۔ تو

اَهْلُ الْوَفَآءِ وَالْحَقِّ ۔ اَللّٰهُمَّ
صاحب[1] وفا کا ہے اور صاحب[2] حق کا ہے۔ الٰہی

اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ اِنَّكَ اَنْتَ
بخشش کر اس کے لئے اور رحم کر اس پر۔ بیشک تو

الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ (ابوداؤد)
بخشنے والا مہربان ہے۔

اللہ کے ذمہ میں آجاؤ

ملاحظہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم پر قربان جائیں۔ کہ کیسی اچھی دعائیں میت پر مانگتے تھے۔ جنازے پر کھڑے ہو کر فرماتے ہیں: "اے اللہ! یہ بندہ (میت) تیرے ذمہ، تیرے عہد و پیمان میں ہے" کیونکہ اپنی زندگی میں یہ تیری توحید پر ایمان رکھتا تھا۔ شرک نہیں کرتا تھا۔ تیرے سوا کسی کو نہیں پوجتا تھا۔ تیرے حکموں پر چلتا تھا۔ لہذا تیرے عہد و امان میں ہے اس لئے اسے معاف کر دے تو مومن موحد اللہ کے قانون پر

---

[1] اللہ تعالیٰ اپنے وعدوں کو پورا کرنے والا ہے۔ کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتا اس لئے وہ بڑا اہل وفا ہے

[2] اللہ تعالیٰ کی ہر بات سچ اور حق ہے۔ اس لئے اہل حق ہے۔

چلنے والے ۔ اس لئے اطاعت گزار بندے ہی اللہ کے ذمہ میں ہوتے ہیں۔ ان ہی سے اللہ کا عہد و پیمان ہوتا ہے۔ کہ ان کو نجات دے گا۔ اور نعمتوں سے نوازے گا۔ یہی بات حضورؐ جنازے پر کہہ رہے ہیں۔ کہ اللہ! یہ شخص تیرے ذمہ اور عہد میں ہے۔ اس لئے اسے قبر کے فتنے سے بچا لینا۔ اپنے ذمی کو دوزخ سے امن ہی میں رکھنا۔

بھائیو! غور کرو۔ اگر میت مشرک ہو۔ قبر پرست ہو۔ مصائب و حوائج میں غیر اللہ کو پکارنے والی ہو۔ بے نماز، بے روزہ ہو۔ خدا کی سرکش، سنت سے نا آشنا ہو۔ کیا یہ میت بھی اللہ کے ذمہ و امان میں ہو سکتی ہے؟ لرزنے اور کانپنے کا مقام ہے۔ آج ہی اپنی اصلاح کر لو۔ اور توحید کے عقیدے سے اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرتے ہوئے اللہ کے ذمہ آجاؤ۔ اللہ کے قانون کو اپنا کر اس کی امان میں داخل ہو جاؤ۔ تاکہ جنازے پر پڑھی جانے والی دعا ـــ مناسب حال ہو اور قبول ہو۔

پھر یاد رکھیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ان ہی لوگوں کا ذمہ لے رکھا ہے۔ جو اُس کے قانون کے وفادار ہیں۔ اور مرنے پر اپنے امان دیتے گیوں اور ذمیوں کے لئے اہل وفا ہوگا۔ جیسا کہ دعائے مذکور میں حضورؐ نے اللہ کو "اہل الوفا" کہا ہے۔ کہ اے اللہ! تو وفا کرنے والا ہے۔ تو اہل الحق ہے۔ تیری ہر بات سچ ہے اس لئے اپنی ذمی میت کے ساتھ وفا کر۔ اے اہل حق!

تیری ہر بات سچ ہے۔

آؤ ۔ ہم سب رو سیاہ ، تاریک عمل، مل کر پھر گریبان میں منہ ڈالیں۔ اور ضمیر سے پوچھیں۔ کہ کیا ہم اللہ کے قانون سے وفاداری کرکے اس کے عہد و امان میں آئے ہوتے ہیں؟ حضرتِ اقبالؒ نے درست فرمایا ہے ۔ ؎

کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں

کیا ہم نے حضرت محمدؐ (صلی اللہ علیہ و سلم) سے وفا کی ہے یعنی آپ کے نقش قدم پر چل کر اللہ کے قانون کو مانا ہے ؟ سنت کے نور میں قرآنی راہیں طے کی ہیں۔ اُسوۂ پاک کے اجالے میں بغی و عصیان کی تاریکیاں چھٹ گئی ہیں ؟ طغیانی و اِبا کی وادی سے ہجرت کی ہے ؟ کیا اسلام کے دیس میں وفادار شہری بن کر بس رہے ہیں ؟ اگر جواب نفی میں ہے تو پھر ہم بدبخت نہ اللہ کے ذمہ میں ہیں۔ اور نہ اس کی امان میں ۔ تو جو لوگ اللہ کے ذمہ اور امان میں نہ ہوں۔ جنازے پر یہ کہنا ۔ اے اللہ ! یہ بندہ جو تیرے ذمہ اور امان میں ہے اس کو معاف کردے ۔ کتنی غلط بات ہے۔ پھر اللہ ایسے سفارشی یعنی دعا گو کو کیا کہے گا ؟

تو بھائیو ! اپنے جنازوں کو ۔ جنازوں میں پڑھی جانے والی دعاؤں کے لائق بناؤ ۔ ہاں اعمال میں جو خامیاں ،کمیاں،نقائص عیب اورکھوٹ ہیں۔ ان کے لئے زندگی میں استغفار کرتے رہنا

چاہیئے۔ ہر وقت بخشش مانگتے رہنا چاہیئے۔ اور مرنے پر زندہ بھائی جنازے میں بھی دعائیں کر کر مغفرت مانگیں گے۔

جنازے کی پانچویں دعا

حضرت ابی ہریرہ رض سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم جنازہ میں پڑھتے تھے یہ دعا :-

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ رَبُّهَا وَاَنْتَ خَلَقْتَهَا

یا الٰہی تو پروردگار اس کا ہے۔ اور تو نے پیدا کیا اس کو

وَاَنْتَ هَدَيْتَهَا اِلَى الْاِسْلَامِ

اور تو نے راہ دکھائی اس کو طرف اسلام کے

وَاَنْتَ قَبَضْتَ رُوْحَهَا وَاَنْتَ

اور تو نے قبض کی روح اس کی اور تو خوب

اَعْلَمُ بِسِرِّهَا وَعَلَانِيَتِهَا جِئْنَا

جانتا ہے اس کے باطن کو اور ظاہر کو آئے ہیں ہم

شُفَعَآءَ فَاغْفِرْ لَهٗ ۝ (ابوداؤد)

شفاعت کرنے والے (یعنی دعا کرنے والے) پس بخش دے اس کو۔

ملاحظہ:- نماز جنازہ کی یہ پانچ دعائیں ہیں۔ درود شریف پڑھ کر تیسری تکبیر کہہ کر یہ دعائیں بڑے درد وخلوص سے پڑھیں

ایک دعا یاد ہے۔ تو ایک ہی پڑھیں، دو پڑھیں، تین یا چار پڑھیں۔ اور اگر پانچوں پڑھیں۔ تو کیا ہی کہنے ہیں۔ اماموں کو چاہیئے۔ کہ یہ پانچویں دعائیں یاد کریں۔ پھر یہ دعائیں پڑھ کر چوتھی تکبیر پکار کر دائیں بائیں سلام پھیر دیں۔ اور میت کو اٹھا کر دفن کر دیں۔

چار سے زائد تکبیریں تکبیریں جنازے میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم عموماً چار ہی کہتے تھے۔ لیکن کبھی کبھار حضورؐ پانچ اور چھ تک بھی کہہ دیتے تھے۔ (بلوغ المرام)

بچے کے جنازے کی دُعا

حضرت امام بخاریؒ سے تعلیقاً مروی ہے۔ کہ حسن بصریؒ لڑکے کے جنازے پر (تکبیر اولی کے بعد) سورۃ فاتحہ پڑھتے اور (تیسری تکبیر کے بعد) یہ دعا پڑھتے:۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا سَلَفًا وَّفَرَطًا

یاالٰہی بنا اس بچے کو ہمارے لئے آگے چلنے والا اور

وَّذُخْرًا وَّ اَجْرًا ۝ (مشکوٰۃ)

میر منزل اور ذخیرہ اور ثواب۔

(نوٹ):۔ سلف اس مال کو کہتے ہیں۔ جو منفعت کے لئے آدمی آگے بھیجتا ہے۔ گویا بچہ بھی نفع کا مال ہے۔ جو آگے بھیجا ہے۔

اور فرط اس شخص کو کہتے ہیں۔ جو لشکر سے آگے جا کر لشکر کے کھانے پینے کا انتظام کرتا ہے۔ تو بچہ بھی ایک طرح کا فرط ہے۔ جو والدین کی راحت و نجات کا سامان پہلے جاکر کرتا ہے۔

اور ذخیرہ وہ مال ہوتا ہے۔ جو آدمی ضرورت کے وقت کے لئے شاک کرتا ہے۔ تو فوت شدہ بچہ ذخیرہ بھی ہوا۔ جو بوقت ضرورت قیامت کو کام آئے گا۔

اور بچہ فوت شدہ اجر اس طرح ہوا۔ کہ اس کے مرنے پر والدین صبر کرکے قیامت کو بڑا ثواب اور مرتبہ پائیں گے۔ جیسا کہ آپ اس کتاب میں پیچھے پڑھ آئے ہیں۔

عبداللہ بن اُبیّ کے جنازے کا حشر

عبد اللہ بن ابی بن سلول مسلمان تھا۔ نمازیں پڑھتا تھا روزے رکھتا تھا۔ حضورؐ کا خطبۂ جمعہ سنتا تھا۔ رحمتِ عالمؐ کے ساتھ جہاد میں بھی جاتا تھا۔ باقی سب کام مسلمانوں کی طرح کرتا تھا۔ لیکن منافق قسم کا مسلمان تھا۔ موت کا وقت آیا۔ اور مر گیا۔ اس کے جنازے کا حال سنیں۔ اور عبرت پکڑیں۔

حضرت عمرؓ سے روایت ہے۔ کہ جب عبد اللہ بن ابی بن سلول مر گیا۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم بلائے گئے۔ کہ اس پر نماز پڑھیں۔ جب آپ نماز کے لئے کھڑے ہوئے۔ تو میں (عمرؓ) نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسولؐ! آپ ابن ابی پر نماز پڑھتے

ہیں۔ حالانکہ اس نے فلاں دن ایسی ایسی باتیں کہی تھیں۔ اور فلاں دن ایسی ایسی۔ میں اس کی باتیں (نفاق کی) شمار کرنے لگا۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم نے تبسم فرمایا۔ اور کہا۔ اے عمرؓ ذرا مجھ سے ہٹو تو! ۔ پھر جب میں نے بہت کہا۔ تو آپؐ نے فرمایا مجھے اختیار دیا گیا ہے۔ (کہ نماز پڑھوں یا نہ پڑھوں) پھر میں نے نماز پڑھنا اختیار کر لیا ہے۔

(اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ط اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ ط ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ۝) ۔

اور اگر میں جانوں کہ ستر بار سے زیادہ استغفار کروں۔ تو اس کی بخشش ہو جائے گی۔ تو ستر بار سے زیادہ استغفار کروں۔ پھر حضورؐ نے عبداللہ بن ابی پر نماز پڑھ دی۔ (اور جنازے کے ساتھ گئے اور اس کی قبر پر کھڑے ہوئے۔ یہاں تک کہ اس کے دفن سے فراغت پائی اور واپس ہوئے) ۔ ابھی تھوڑی دیر ہی گزری تھی کہ یہ آیتیں نازل ہوئیں۔

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا
وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ط (پ۱۰ ع ۱۷)

"اور جو شخص منافقوں میں سے مر جائے۔ تو تم اس پر نہ نماز پڑھو۔ اور نہ (بخشش کی دعا کرنے کے لئے) اس کی قبر پر کھڑے ہو"

(بخاری شریف۔ نسائی شریف)

اس آیت کے نازل ہونے کے بعد حضورؐ نے نہ کسی منافق کی نماز جنازہ پڑھی۔ نہ اس کے لئے استغفار کیا۔ اور نہ قبر پر کھڑے ہوئے یہاں تک کہ حضورؐ کی وفات ہو گئی۔

صحیح بخاری میں بھی موجود ہے۔ فَوَضَعَهٗ عَلٰی رُکْبَتَیْهِ فَنَفَثَ فِیْهِ مِنْ رِّیْقِهٖ وَاَلْبَسَهٗ قَمِیْصَهٗ۔ " حضورؐ نے عبداللہ بن ابی کو اپنے گھٹنوں پر رکھا۔ پھر اس کے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈالا۔ اور اُس کو اپنا قمیص پہنایا "

با ایں ہمہ پھر ابن ابی دوزخ میں

با ایں ہمہ کہ رحمت نبیاںؐ نے اپنا کرتہ بھی ابن ابی کو پہنا دیا۔ اپنا لعاب دہن (جو دونوں جہانوں کی پاکیزگیوں سے بڑھ کر پاک ہے) اس کے منہ میں ڈالا۔ اور جسم پر بھی ملا۔ اس کا جنازہ بھی پڑھ دیا۔ سوچئے! جناب سید المرسلین صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کے ساتھ کتنی خیر خواہی اور ہمدردی کی۔ اس کی بخشش کے لئے کتنی آرزو کی اور جنازہ میں اس کی مغفرت کے لئے کیا کچھ نہ کیا۔ حضورؐ نے بڑی ہی عاجزی سے اس کے لئے دعائیں مانگیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضورؐ چاہتے تھے۔ کہ یہ ضرور ہی بخشا جائے۔ لیکن مختارِ کل ذات نے اپنی مرضی کی۔ اور اسے دوزخ میں ڈال دیا۔ [۱]

نہ ہو طبیعت ہی جن کی قابل وہ تربیت سے نہیں سنورتے
ہوا نہ سرسبز رہ کے پانی میں عکس سروِ کنارِ جو کا

---

[۱] اللہ اکبر! جسے اللہ پکڑے اسے کون چھڑائے۔ حضور پر نورؐ نے ابن ابی کو چھڑانے کے لئے بڑی کوشش کی۔ لیکن اللہ نے نہ چھوڑا۔

مشرک کیلئے دُعائے بخشش کی ممانعت

شرک سب سے بڑا گناہ ہے۔ مشرک پر اللہ اتنا غضبناک ہوتا ہے۔ کہ اس نے فیصلہ کر دیا۔ کہ وہ شرک کرنے والے کو ہرگز نہیں بخشے گا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ اس نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم اور سب مسلمانوں کو مشرک مرنے والے کے لئے دعائے بخشش کرنے سے منع کر دیا ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:۔

مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا أَن يَسْتَغْفِرُوا لِلْمُشْرِكِينَ وَلَوْ كَانُوا أُولِي قُرْبَىٰ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُمْ أَصْحَابُ الْجَحِيمِ ○ (پ ۱۱ ع ۳)

" نہیں لائق واسطے نبی کے اور ان لوگوں کے کہ ایمان لائے ہیں یہ کہ بخشش مانگیں واسطے مشرکوں کے اور اگرچہ ہوں (مشرک) صاحب قرابت، پیچھے اس کے کہ ظاہر ہوا ان کے لئے کہ وہ دوزخی ہیں "

جنازہ میں بھی میت کے لئے بخشش کی دعائیں مانگی جاتی ہیں۔ اس لئے مطلق بخشش کی دعا کے علاوہ مشرک کا جنازہ پڑھنے سے بھی اللہ نے اپنے رسول کو، اور سب مسلمانوں کو منع کر دیا۔ پس منافق اور مشرک دونوں کے جنازوں سے ان کیلئے استغفار کرنے سے روک دیا۔

مسلمان بھائیو! اللہ سے ڈر جاؤ۔ اور نفاق اور شرک کے ہر ہر کام سے بچتے رہو۔ اگر شرک اور نفاق پر موت ہوگئی۔ تو

پھر خواہ لوگوں نے جنازہ پڑھ بھی دیا۔ اللہ نہ بخشے گا۔

دیکھئے اللہ کے قانون کی ضرب کتنی شدید ہے۔ ارشاد ہوتا ہے
اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ۔ (اے میرے پیارے رسول!) استغفار کر (یا جنازے
میں بخشش مانگ) ان منافقوں کے لئے اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ۔ یا نہ
استغفار کر ان کے لئے (برابر ہے) اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً
اگر استغفار کرے تو ان کے لئے ستّر بار۔ (ان کے ستر بار جنازے
پڑھے) فَلَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَهُمْ۔ اللہ ان کو کبھی نہ بخشے گا۔"

اللہ! ایک لاکھ کئی ہزار پیغمبروں کے سردار جناب رحمت للعالمین
صلے اللہ علیہ وسلم منافق کا جنازہ ستر بار پڑھیں۔ پھر بھی تو اسے
نہ بخشے۔ اللہ! ہماری ہزار بار توبہ نفاق سے۔ ہزار بار توبہ شرک
سے۔ اے مقلب القلوب! ہمارے دلوں میں توحید اور خلوص
راسخ کر دے۔ اپنی مرضی کا مسلمان بنا لے۔ اور اپنی پسند کے
اعمال کی توفیق دے۔ آمین!

مسلمان بھائیوں کیلئے تازیانۂ عبرت

عبداللہ بن ابیّ کے المیہ کے آئینہ میں اپنی زندگی کی تصویر
دیکھیں۔ کہ دیوارِ عمل میں کہیں پانی تو نہیں مر رہا ہے؟ "خون"
میں نفاق کے جراثیم تو اپنا کام نہیں کر رہے ہیں؟ یعنی قول اور فعل
میں تضاد تو نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ جن باتوں کا عہد و پیمان
کر رکھا ہے۔ ان میں بے وفائی تو نہیں ہو رہی۔ بجائے خلوص کے
عملوں میں نمود و ریا تو بار نہیں پا رہا۔ فرائض کی بجا آوری میں

کسل و کاہلی تو نہیں ہو رہی۔ جہاد سے جی تو نہیں چرا رہا۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول پاکؐ نے جو عالمِ برزخ اور عالمِ عقبیٰ کے بارے میں خبریں دی ہیں۔ ان کے ماننے میں کسی طرح کا شک و شبہ تو نہیں۔ جھوٹ بولنے، وعدہ خلافی کرنے، امانت میں خیانت کرنے کی عادت تو نہیں۔ بحث و تکرار کے وقت گالی گلوچ پر تو نہیں اتر پڑتے۔ عام طور پر عصر کی نماز غروبِ شمس کے قریب تو نہیں پڑھا کرتے، فجر اور عشا کی نماز کے لئے ہمیشہ مسجد میں آنے سے رکے ہوئے تو نہیں۔ نمازیں ٹوٹے دل۔ کاہلی اور سستی سے تو نہیں پڑھتے۔ قرآن مجید میں آتا ہے۔ وَاِذَا قَامُوْٓا اِلَى الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ "اور جب منافق کھڑے ہوتے ہیں نماز کو کھڑے ہوتے ہیں کاہلی سے۔ دکھاتے ہیں لوگوں کو"۔

معلوم ہوا۔ نماز میں کسل و کاہلی اور اعمال میں ریاکاری منافقوں کی نشانی ہے۔ عبداللہ بن ابی بھی ضرور نمازی تھا۔ روزہ رکھتا تھا۔ جمعہ حضورؐ کے پیچھے پڑھتا تھا۔ آپؐ کا وعظ، اور درس سنتا تھا۔ جہاد میں حضورؐ کے ساتھ جاتا تھا۔ لیکن سب کچھ ریاکارانہ کرتا تھا۔ خلوص و یقین کا نام نہ تھا۔ ؎

جگمگائے گا نہ جب تک زیست کے دل کا دیا
مہر و ماہ و مشتری سے تیرگی ہوگی نہ دور

متذکرۃ الصدر باتیں اگر آپ میں ہیں۔ تو یہ نشانیاں نفاق کی ہیں

لہ معلوم ہوا کہ منافق نماز پڑھتے تھے۔ لیکن جو شخص بالکل تارک الصلوٰۃ ہے۔ اس کا اسلام کے ساتھ کیا تعلق واسطہ رہا۔ اور اس کے جنازے کا کیا حشر ہوگا۔

ان کو جلد از جلد دور کریں۔ اور مخلص مومن پابند کتاب وسنت ہوں۔

حضرت حنظلہ کو نفاق کا شبہ

ایک دفعہ صحابی رسول حضرت حنظلہؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے کہا۔ نَافَقَ حَنْظَلَۃُ۔ حنظلہؓ منافق ہوگیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا۔ بھائی کیسے؟ انہوں نے جواب دیا۔ جب ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھے ہوتے ہیں اور حضورؐ جنت اور اس کی نعمتوں کا ذکر کرتے ہیں۔ تو ہمارے ایمان کی یہ حالت ہوتی ہے۔ کہ بہشت کی نعمتیں ہمیں نظر آجاتی ہیں۔ اور جب حضورؐ دوزخ اور اس کے عذابوں کو بیان کرتے ہیں۔ تو دوزخ کے شعلے ہم دیکھنے لگ جاتے ہیں پھر جب ہم حضورؐ کی مجلس سے اٹھ کر چلے آتے ہیں۔ اور بیوی بچوں اور کاروبار میں مشغول ہوجاتے ہیں۔ تو وہ کیفیت نہیں رہتی۔ اس سے میں یہ سمجھا ہوں۔ کہ میں منافق ہوگیا ہوں۔ کیونکہ ایمان کی کیفیت بدل جاتی ہے۔ ایمان کا وہ اونچا درجہ حاصل نہیں رہتا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا۔ کہ حال تو میرا بھی یہی ہے۔ پھر دونوں حضرتِ انورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ماجرا عرض کر کے کہا۔ کہ ہم منافق ہوگئے ہیں۔ رحمتِ عالمؐ نے فرمایا (غم نہ کرو) یہ نفاق نہیں ہے۔ میرے پاس بیٹھنے کی بھی ایک گھڑی ہے۔ اور بیوی بچوں اور کاروبار میں مصروف ہونے کی بھی ایک گھڑی ہے۔ یعنی اگر ہر وقت تمہارے ایمان کی وہی کیفیت رہتی۔ جو میری مجلس میں حاصل ہوتی ہے۔ تو پھر دنیا کے کاروبار کیسے کر سکتے۔ (مشکوٰۃ)

مسلمان بھائیو! غور کرو۔ صحابہ تو اتنی بات پر نفاق کا شبہ کرتے

لگ جاتے تھے۔ اور لرز جاتے تھے۔ کہ وعظ سننے کے وقت جو دل کی کیفیت ہوتی ہے۔ وہ کاروبار دنیا میں لگ جانے کے وقت کیوں برقرار نہیں رہتی۔ اتنی بات پر وہ ڈرتے، اور خوف کھاتے ہیں لیکن ہم ہیں۔ کہ ایمان کی صف ہی لپیٹ کر رکھ دی ہے۔ فرائض ترک ہوتے جاتے ہیں۔ اور ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ آخر مرنا ہے۔ اور جنازہ اٹھنا ہے۔ پھر سوچئے کیا بنے گا۔ ؎

لئے ہے اپنے دامن میں لہو ارمان وحسرت کا!
یہ رنگینی جو زیبِ داستاں معلوم ہوتی ہے

میّت کو دفن کرنا

جب نماز جنازہ سلام پھیرنے پر ختم ہو جائے، تو پھر اس کو اٹھا کر دفن کرنا چاہیئے۔ آج کل یہ رواج ہے۔ کہ سلام پھیرنے کے بعد سب لوگ بیٹھ جاتے ہیں۔ اور امام کہتا ہے۔ پڑھو الحمد شریف اور قل شریف اتنی اتنی بار۔ پھر وہ میت کو بخشتے اور دعا مانگتے ہیں۔ اور حیرت ہے۔ کہ بعض جنازوں میں جنازہ پڑھ کر سونگی، میوہ، پتاشے، چنے، بانٹتے ہیں۔ یہ رسمیں تو ہندوؤں کی ہیں۔ مسلمانوں کو یہ کام کرتے ہوئے ذرا حجاب نہیں آتا۔ شرم تک محسوس نہیں کرتے۔ کہ اللہ نے تو مسلمانوں کے لئے اپنے پیارے رسول کو اُسوۂ حسنہ بنایا تھا۔ پھر یہ حضورؐ کے طور طریقے کیوں نہیں اپناتے۔ جنازے پر سونگی میوہ! — شرم ہم کو مگر نہیں آتی۔

یاد رکھو! ۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم دین مکمل کر گئے ہیں ۔ دین کی کوئی بات بتانا نہ بھولے ہیں ۔ نہ چھوڑ گئے ہیں ۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جناب نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے جنازے کا سلام پھیر کر کیوں نہ سب کو بٹھا کر الحمد اور اخلاص پڑھا کر دعا مانگی ؟ حضورؐ کا ایسا کرنا نہ حدیث سے ثابت ہے ۔ نہ فقہ سے پھر افسوس آتا ہے ۔ مسلمانوں کی حالت پر کہ وہ کیوں ایسے کام کرتے ہیں ۔ جو نہ حضورؐ نے کئے نہ کرنے کو کہا ۔ اور آج بھی سوائے پاک و ہند کے ، دنیا کے کسی ملک میں جنازہ پڑھنے کے بعد اس طرح نہ کوئی بیٹھتا ہے ۔ نہ الحمد اور قل پڑھتا ہے ۔ اللہ تعالٰے ۔ مسلمانوں سے ہر دین کا کام رسول رحمت کی سنت کے مطابق چاہتا ہے ۔ نہ اس میں کمی کی جائے ۔ نہ زیادتی ۔

لوگوں سے دینی شعور اس قدر کم ہو گیا ہے ۔ کہ وہ سنت اور بدعات کو یک جا کئے ہوئے ہیں ۔ میت کے لئے سب سے بڑھ کر اس کی خیر خواہی کا کام یہ ہے ۔ کہ خلوص سے جنازے کی دعائیں خوب خوب پڑھیں ۔ افسوس کہ جنازے کا سلام تو دو منٹ میں پھر جاتا ہے ۔ دعائیں پڑھنے کی طرف کوئی توجہ نہیں دی جاتی ۔ جو سنت ہے ۔ ہاں سلام پھیر کر بیٹھ کر کچھ پڑھ کر دعا مانگنے کو بڑی اہمیت دی ہے ۔ اس کے مقابل اگر کوئی شخص سب دعائیں خلوص سے پڑھتا ہے پندرہ بیس منٹ جنازے میں لگا دیتا ہے ۔ پھر اگر وہ جنازے کے بعد بیٹھتا نہیں ۔ کہتا ہے کہ چلو اٹھاؤ جنازہ ، اور دفن کرو ۔ تو لوگ کہتے ہیں ۔ دیکھو جی دعا نہیں مانگی ۔ اتنی چہ میگوئیاں ہوتی ہیں کہ گویا ان

کے نزدیک جنازہ برائے نام ہوتا ہے۔جب تک ان کی مروج رسم نہ پوری کی جائے۔جنازہ نامکمل ہے۔

بھائیو! یاد رکھو۔ بے دلیل بحث اور جھگڑا فضول ہے۔رحمتِ عالم جنازے کا سلام پھیر کر میت کو اٹھا کر دفن کر دیتے تھے۔الحمد اور اخلاص نہیں پڑھواتے تھے۔البتہ دفن کرکے پھر قبر پر کھڑے ہو کر ضرور میت کے لئے دعا فرماتے تھے۔آپ کو بھی سنت کے مطابق ایسا ہی کرنا چاہیئے۔اور رسول پاک سے آگے نہیں بڑھنا چاہیئے۔یہ اللہ نے قرآن میں فرمایا ہے۔ لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللهِ وَرَسُولِهٖ ۔"نہ آگے بڑھو اللہ کے اور اس کے رسول کے"۔ (پ ۲۶ ع ۱۳)

بدعت اسقاط

دفن کے بعد پھر امام اور چند آدمی بیٹھ کر اسقاط کرتے ہیں۔یعنی میت کے گناہ جھاڑتے ہیں۔ اس طرح کہ ایک قرآن اور ایک روپیہ میت کے وارث امام کی ملک کر دیتے ہیں۔امام دس آدمیوں کا حلقہ بنا لیتا ہے۔اور وہ قرآن اور روپیہ دوسرے آدمی کی ملک کر دیتا ہے۔وہ تیسرے کی حتیٰ کہ وہ قرآن اور روپیہ پھر امام کے پاس پہنچ جاتا ہے۔گویا امام کے پاس دس آدمیوں کی ملک در ملک کی وساطت سے دس قرآنوں اور دس روپیوں کا ثواب پہنچ گیا ہے۔اب امام دس فرضی قرآنوں اور دس روپیوں کو بدستور گردش دیتا ہے۔پھر جب قرآن اور روپیہ امام کے پاس پہنچ جاتا ہے۔تو امام کہتا ہے۔کہ اب میری ملک میں ۱۰×۱۰ پورے سو قرآن اور سو روپیہ کا ثواب پہنچ گیا ہے۔ اب

سو قرآنوں اور سو روپیوں کو پھر دس میں ضرب دینے کے لئے ایک چکر اور لگایا جاتا ہے۔ اس تیسرے چکر پر امام کی ملک میں ۱۰ × ۱۰۰ = ایک ہزار قرآن۔ اور ایک ہزار روپیہ کا ذخیرہ آگیا ہے جب پانچ چکر پورے ہو جاتے ہیں۔ تو امام یوں دعا کرتا ہے۔ یا اللہ ایک لاکھ قرآن اور ایک لاکھ روپیہ کا ثواب میں نے میت کی روح کو بخشا۔ اور میت کے وارث، اور دوسرے سادہ لوح آمین کہتے ہیں۔ پھر امام ایک روپیہ جیب میں ڈال لیتا ہے۔ اور قرآن بازار جاکر بیچ آتا ہے۔

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا — " دھوکا دیتے ہیں اللہ کو اور ایمان والوں کو "

افسوس! دین میں ہم نے کیسی کیسی بدعتیں جاری کر رکھی ہیں اور کیسے حیلے نکال رکھے ہیں۔ ؎

زنہار ازاں قوم نباشی کہ فریبند
حق را بسجودے و نبیؐ را بہ درودے (اقبالؒ)

قبر پر اذان دینا بدعت ہے

بعض جاہل میت کو دفن کر کے پھر قبر پر اذان دیتے ہیں۔ یہ لوگ اللہ سے نہیں ڈرتے۔ کہ دین میں خود مسئلے گھڑتے ہیں۔ اور شریعت سازی کرتے ہیں۔ یاد رکھو! قبر پر اذان دینا بدعت ہے۔ اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

میّت کو دفن کرتے وقت یہ دُعا پڑھیں

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ جب

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم میت کو قبر میں داخل کرتے تو یہ کہتے تھے:-

بِسْمِ اللّٰهِ وَبِاللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ (ترمذی)

"میں رکھتا ہوں اس میت کو اللہ کے نام سے اور اللہ کی مدد اور بخشش کے ساتھ۔ اللہ کے رسول ؐ کے طریقے پر"

قبر پر پانی چھڑکیں

پھر قبر پر آہستہ آہستہ مٹی ڈال کر پُر کریں اور لوگ تین تین لپیں مٹی ڈالیں۔ قبر کو بالشت برابر اونچی کریں۔ اور اونٹ کے کوہان کی طرح بنائیں، اور میت کو پاؤں کی طرف سے قبر میں داخل کریں۔ اور آخر میں قبر پر پانی چھڑکیں۔ چنانچہ حضرت جابر رض کہتے ہیں۔ رُشَّ قَبْرُ النَّبِیِّ۔ نبیؐ صلے اللہ علیہ وسلم کی قبر پر پانی چھڑکا گیا۔"

وَكَانَ الَّذِیْ رَشَّ الْمَاءَ عَلٰى قَبْرِهٖ بِلَالُ بْنُ رَبَاحٍ بِقِرْبَةٍ بَدَأَ مِنْ قِبَلِ رَأْسِهٖ حَتّٰى انْتَهٰى اِلٰى رِجْلَيْهِ ___ (مشکوٰۃ شریف)

"اور جس شخص نے حضور پر نور ؐ کی قبر پر پانی چھڑکا۔ بلال بن رباح رض تھا۔ مشک کے ساتھ شروع کیا چھڑکنا سر مبارک کی طرف سے۔ یہاں تک کہ پہنچا دیا پاؤں تک۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر پاک کا نقشہ

قاسم بن محمدؒ رض روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ میں حضرت عائشہ صدیقہ رض کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کیا:

یَا اُمَّاهُ اكْشِفِیْ لِیْ عَنْ قَبْرِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ

سَلَّمَ وَصَاحِبَيْهِ فَكَشَفَتْ لِيْ عَنْ ثَلاَثَةِ قُبُوْرٍ لَّا مُشْرِفَةٍ وَّ لَا لَاطِيَةٍ مَبْطُوْحَةٍ بِبَطْحَاءِ الْعَرْصَةِ الْحَمْرَاءِ (ابوداؤد)

"اے ماں میری کھول دو میرے لئے قبر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اور ان کے دونوں یاروں (حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ) کی۔ پس کھول دیں انہوں نے تینوں قبریں۔ نہ تھیں بہت بلند اور نہ متصل ساتھ زمین کے۔ (بلکہ بالشت بالشت بھر اونچی تھیں) بچھی ہوئی تھیں (ان پر) کنکریاں سرخ میدان کی۔ (ابوداؤد)

ملاحظہ:۔ یہ ہے نقشہ رحمتِ عالمؐ اور صاحبینؓ کی قبروں کا۔ کہ کچی ہیں قبریں۔ اور آج تک اسی طرح ہیں۔ کہ کوہان نما ہیں۔ اور ان پر چھوٹی کنکریاں پڑی ہیں۔ چنانچہ سفیان تمارؒ نے بھی حضورؐ کی قبر دیکھی۔ مُسَنَّمًا۔ بطور کوہان اونٹ کے تھی۔ (بخاری)

(نوٹ):۔ حضورؐ کی قبر میں لحد بنائی گئی تھی۔

قبر کے سر اور پاؤں کی طرف یہ پڑھیں

حضرت عبد اللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے۔ جب کوئی تم میں سے مر جائے۔ تو نہ بند رکھو اس کو۔ (یعنی تاخیر نہ کرو تدفین میں)۔ اور جلدی پہنچاؤ اس کو قبر کی طرف۔ اور پڑھی جائے (اس کی قبر پر) سر کی طرف سورۃ بقرہ ابتدار سے مُفْلِحُوْنَ تک اور پاؤں کی طرف سورۃ بقرہ کا اخیر یعنی اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے آخر تک۔ (مشکوٰۃ شریف)

میت کو دفن کر کے ایک شخص قبر کے سر کی طرف کھڑا ہو جائے اور ایک شخص پاؤں کی طرف۔ سرہانے والا سورۃ بقرہ الٓمٓ سے مُفْلِحُوْنَ تک پڑھے۔ اور پائینتی والا اسی سورۃ کا اخیر اٰمَنَ الرَّسُوْلُ سے فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ تک پڑھے۔ ہم دونوں جگہ کی آیتیں یہاں لکھ دیتے ہیں۔ تاکہ آپ کے لئے زبانی یاد کرنے میں آسانی ہو۔

قبر کے سرہانے کھڑے ہو کر پڑھیں

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

الٓمّٓ ۝ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ
یہ کتاب اس میں شک نہیں

هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ
ہدایت ہے پرہیزگاروں کے لئے وہ جو غیب پر ایمان

بِالْغَيْبِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا
لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ

رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ
ہم نے ان کو دیا ہے۔ اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اور وہ لوگ

يُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَا اُنْزِلَ
جو ایمان لاتے ہیں اس چیز پر جو اتاری گئی ہے تیری طرف اور جو

مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ○
اتاری گئی ہے تجھ سے پہلے۔ اور وہ آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔

اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۗ وَ
یہ لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں۔ اور

اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○
یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

قبر کی پائینتی کھڑے ہو کر پڑھیں

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ
ایمان لایا رسول اس چیز پر جو اتاری گئی ہے اس پر اس کے

رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۭ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ
رب کی طرف سے اور مسلمان ہر ایک ایمان لایا اللہ پر

وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۣ
اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۣ
نہیں جدائی ڈالتے ہیں اس کے رسولوں میں سے کسی کے درمیان۔

وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ
اور کہا انہوں نے سنا ہم نے اور مانا ہم نے، ہم تیری بخشش مانگتے ہیں

رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ○ لَا يُكَلِّفُ

اے رب ہمارے اور تیری طرف ہے لوٹنا   اللہ کسی جان کو

اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَاط لَهَا مَا

تکلیف نہیں دیتا مگر اس کی طاقت پر۔ اس (جان) کیلئے

كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ط

ہے جو کمایا اس نے اور اس (جان) پر ہے جو کمایا اس نے۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَا اَوْ

اے ہمارے رب نہ پکڑ ہم کو اگر بھول گئے ہم یا

اَخْطَاْنَا ج رَبَّنَا وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَا

خطا کی ہم نے۔ اے ہمارے رب اور نہ رکھ ہم پر

اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ

بوجھ جیسے رکھا تو نے ان لوگوں پر جو ہم سے

مِنْ قَبْلِنَا ج رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا

پہلے تھے۔ اے ہمارے رب اور نہ اٹھوا ہم سے وہ

طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ج وَاعْفُ عَنَّا وقفہ

چیز کہ نہیں طاقت رکھتے ہم اسکی۔ اور معاف کر ہم کو۔

وَاغْفِرْلَنَا وقفہ وَارْحَمْنَا وقفہ اَنْتَ مَوْلٰنَا
اور بخش ہم کو اور رحم کر ہم پر تو دوستدار ہے ہمارا
فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○
پس مدد دے ہم کو کافروں کی قوم پر۔

قبر پر کھڑے ہو کر دُعا مانگیں

پھر قبر پر کھڑے ہو کر خلوص سے میّت کی تثبیت کے لئے دعا مانگیں۔ یعنی منکر نکیر کے سوالوں میں ثابت رہنے کے لیے دعا کریں چنانچہ حضرت عثمان روایت کرتے ہیں۔ کہ

اِذَا فَرَغَ مِنْ دَفْنِ الْمَيِّتِ وَقَفَ عَلَيْهِ فَقَالَ اسْتَغْفِرُوْا لِاَخِيْكُمْ ثُمَّ سَلُوْا لَهُ التَّثْبِيْتَ فَاِنَّهُ الْاٰنَ يُسْاَلُ ۔

"جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میت کے دفن کرنے سے فارغ ہوتے۔ تو ٹھیرتے قبر پر۔ پھر فرماتے، استغفار کرو اپنے بھائی کے واسطے۔ پھر مانگو واسطے اسکے تثبیت یعنی ثابت رہنا رسوالوں کے جواب میں، کیونکہ وہ اس وقت سوال کیا جاتا ہے۔" (ابوداؤد)

(نوٹ) :- دفن کے بعد حضورؐ کے ارشاد کے مطابق میت کے لئے استغفار کریں۔ اور ثابت قدمی کی دعا مانگیں :-

رَبَّنَا اغْفِرْلَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا
اے رب ہمارے بخش ہم کو اور ہمارے بھائیوں کو جو آگے لائے

بِالْإِيْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِىْ قُلُوْبِنَا
ہم سے ایمان اور نہ کر ہمارے دلوں میں

غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ
برائی واسطے ان لوگوں کے کہ ایمان لائے رب ہمارے

رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ (پ۲۸ ع ۴)
بے شک تو شفقت کرنے والا مہربان ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهٗ وَارْحَمْهُ وَعَافِهٖ وَ
اے اللہ بخش دے اس میت کو اور رحم کر اس پر اور عافیت دے اس کو

اعْفُ عَنْهُ وَاَكْرِمْ نُزُلَهٗ وَ وَسِّعْ
اور معاف کر اس سے اور عزت سے کر مہمانی اس کی اور کشادہ کر

مُدْخَلَهٗ وَاغْسِلْهُ بِالْمَآءِ وَالثَّلْجِ
قبر اس کی اور نہلا اس کو (اپنی بخشش کے) پانی اور برف

وَالْبَرَدِ ط اَللّٰهُمَّ ثَبِّتْهُ عَلَى الْقَوْلِ
اور اولوں سے۔ اور ثابت رکھ اس کو قول ثابت (کلمہ طیبہ) پر

الثَّابِتِ ط جِئْنَاكَ شُفَعَآءَ فَاغْفِرْ لَهٗ ط
آئے ہیں ہم تیرے پاس سفارشی یعنی دعا کرنیوالے (اس کیلئے) پس بخش دے اسکو۔

حضرت ملک الموت مع خادم ملائکہ روح قبض کرنے آتے ہیں! جنّت کی خوشبو اور کفن لے کر!

براء ابن عازبؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

اِنَّ الْعَبْدَ الْمُؤْمِنَ اِذَا کَانَ فِیْ اِنْقِطَاعٍ مِّنَ الدُّنْیَا وَ اِقْبَالٍ مِّنَ الْاٰخِرَۃِ نَزَلَ اِلَیْہِ مَلٰئِکَۃٌ مِّنَ السَّمَآءِ بِیْضُ الْوُجُوْہِ کَاَنَّ وُجُوْھَھُمُ الشَّمْسُ مَعَھُمْ کَفَنٌ مِّنْ اَکْفَانِ الْجَنَّۃِ وَحَنُوْطٌ مِّنْ حَنُوْطِ الْجَنَّۃِ حَتّٰی یَجْلِسُوْا مِنْہُ مَدَّ الْبَصَرِ ثُمَّ یَجِیْءُ مَلَکُ الْمَوْتِ عَلَیْہِ السَّلَامُ حَتّٰی یَجْلِسَ عِنْدَ رَأْسِہٖ فَیَقُوْلُ اَیَّتُھَا النَّفْسُ الطَّیِّبَۃُ اُخْرُجِیْ اِلٰی مَغْفِرَۃٍ مِّنَ اللّٰہِ وَ رِضْوَانٍ قَالَ فَتَخْرُجُ تَسِیْلُ کَمَا تَسِیْلُ الْقَطْرَۃُ مِنَ السِّقَآءِ فَیَاْخُذُھَا فَاِذَا اَخَذَھَا لَمْ یَدَعُوْھَا فِیْ یَدِہٖ طَرْفَۃَ عَیْنٍ حَتّٰی یَاْخُذُوْھَا فَیَجْعَلُوْھَا فِیْ ذٰلِکَ الْکَفَنِ وَ فِیْ ذٰلِکَ الْحَنُوْطِ وَتَخْرُجُ مِنْھَا کَاَطْیَبِ نَفْحَۃِ مِسْکٍ وُّجِدَتْ عَلٰی وَجْہِ الْاَرْضِ قَالَ فَیَصْعَدُوْنَ بِھَا فَلَا یَمُرُّوْنَ یَعْنِیْ بِھَا عَلٰی مَلَاٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِکَۃِ اِلَّا قَالُوْا مَا ھٰذَا الرُّوْحُ الطَّیِّبُ فَیَقُوْلُوْنَ فُلَانُ بْنُ فُلَانٍ بِاَحْسَنِ اَسْمَآئِہِ الَّتِیْ کَانُوْا یُسَمُّوْنَہٗ بِھَا فِی الدُّنْیَا حَتّٰی یَنْتَھُوْا بِھَا

إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا فَيَسْتَفْتِحُونَ لَهُ فَيُفْتَحُ لَهُمْ فَيُشَيِّعُهُ مِنْ كُلِّ سَمَاءٍ مُقَرَّبُوهَا إِلَى السَّمَاءِ الَّتِي تَلِيهَا حَتَّى يُنْتَهَى بِهِ إِلَى السَّمَاءِ السَّابِعَةِ فَيَقُولُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ اكْتُبُوا كِتَابَ عَبْدِي فِي عِلِّيِّينَ وَأَعِيدُوهُ إِلَى الْأَرْضِ فَإِنِّي مِنْهَا خَلَقْتُهُمْ وَفِيهَا أُعِيدُهُمْ وَمِنْهَا أُخْرِجُهُمْ تَارَةً أُخْرَى. قَالَ فَتُعَادُ رُوحُهُ فِي جَسَدِهِ فَيَأْتِيهِ مَلَكَانِ فَيُجْلِسَانِهِ فَيَقُولَانِ لَهُ مَنْ رَبُّكَ فَيَقُولُ رَبِّيَ اللّٰهُ. فَيَقُولَانِ لَهُ مَا دِينُكَ فَيَقُولُ دِينِيَ الْإِسْلَامُ فَيَقُولَانِ لَهُ مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِي بُعِثَ فِيكُمْ فَيَقُولُ هُوَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ. فَيَقُولَانِ لَهُ وَمَا عِلْمُكَ فَيَقُولُ قَرَأْتُ كِتَابَ اللّٰهِ فَآمَنْتُ بِهِ وَصَدَّقْتُ فَيُنَادِي مُنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ أَنْ صَدَقَ عَبْدِي فَافْرِشُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَأَلْبِسُوهُ مِنَ الْجَنَّةِ وَافْتَحُوا لَهُ بَابًا إِلَى الْجَنَّةِ قَالَ فَيَأْتِيهِ مِنْ رَوْحِهَا وَطِيبِهَا فَيُفْسَحُ لَهُ فِي قَبْرِهِ مَدَّ بَصَرِهِ قَالَ وَيَأْتِيهِ رَجُلٌ حَسَنُ الْوَجْهِ حَسَنُ الثِّيَابِ طَيِّبُ الرِّيحِ فَيَقُولُ أَبْشِرْ بِالَّذِي يَسُرُّكَ هٰذَا يَوْمُكَ الَّذِي كُنْتَ تُوعَدُ فَيَقُولُ لَهُ مَنْ أَنْتَ فَوَجْهُكَ الْوَجْهُ يَجِيءُ بِالْخَيْرِ فَيَقُولُ أَنَا عَمَلُكَ الصَّالِحُ ۔ (مشکوٰۃ شریف)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

"بندۂ مومن جب دنیا سے کوچ کرتا ہے۔ اور متوجہ ہوتا ہے آخرت کی طرف (یعنی قریب المرگ ہوتا ہے۔ تو اترتے ہیں اس کی طرف فرشتے آسمان سے۔ نہایت روشن ہوتے

ہیں چہرے ان کے۔ گویا کہ چہرے ان کے آفتاب ہیں۔
ان کے ساتھ کفن ہوتا ہے۔ جنت کے کفنوں سے۔
(یعنی جنت کے ریشمی کپڑوں سے) اور خوشبو ہوتی ہے
بہشت کی خوشبوؤں سے۔ یہاں تک کہ (وہ فرشتے)
بیٹھ جاتے ہیں سامنے اس کے حد نگاہ تک۔ پھر آتے
ہیں حضرت ملک الموت علیہ السلام، یہاں تک کہ بیٹھتے
ہیں اس کے سر کے پاس۔ پس کہتے ہیں۔ اے جانِ پاک
نکل اللہ کی بخشش اور رضامندی کی طرف! — پس
نکلتی ہے جان (نرمی اور آسانی سے) بہتی ہوئی جیسے
پانی کا قطرہ مشک سے بہتا ہے۔ پھر لیتے ہیں اس
کو ملک الموت علیہ السلام (یعنی روح قبض کر لیتے
ہیں)۔ جب ملک الموت روح کو لے لیتے ہیں۔ تو پھر آنکھ
کے پلکارے میں (دوسرے) فرشتے ان کے ہاتھ سے روح
پکڑ لیتے ہیں۔ اور رکھتے ہیں اُس کو اس کفن اور اُس
خوشبو میں (جو جنت سے لے کر آتے ہیں) پھر نکلتی ہے
اس روح سے خوشبو، کستوری کی بہترین خوشبوؤں کی مانند
کہ پائی جائیں روئے زمین پر۔"

حضور انورؐ فرماتے ہیں۔ کہ پھر فرشتے لے چڑھتے ہیں، اس
رُوح کو (آسمان کی طرف)، پس فرشتوں کی جس جماعت
کے پاس سے (جو زمین اور آسمان کے درمیان ہیں)۔
اس روح کو لے کر گزرتے ہیں۔ کہتے ہیں وہ فرشتے، کون

ہے یہ پاک روح ؟ ۔ پس کہتے ہیں فرشتے (روح لیجانے والے) کہ فلاں بیٹا فلاں کا ہے۔ (یعنی اس کی روح ہے)۔ بیان کرتے ہیں بہترین ناموں (وصفوں اور لقبوں) کے ساتھ کہ یاد کرتے تھے اہل دنیا ان ناموں (اور لقبوں) سے ۔ یہاں تک کہ لے پہنچتے ہیں اس کو آسمانِ دنیا تک ۔ پھر کھلواتے ہیں فرشتے دروازہ اس کے لئے ۔ پس کھولا جاتا ہے ۔ پھر پہلے آسمان کے اللہ کے مقرب فرشتے اس روح کے ساتھ ہو کر دوسرے آسمان تک پہنچاتے ہیں ۔ یہاں تک کہ رسائی ہوتی ہے اس کی ساتویں آسمان تک ۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میرے بندے کا نامۂ اعمال علیین میں لکھو ۔ اور لوٹاؤ[1] اس روح کو زمین کی طرف (جہاں وہ مدفون ہے) ۔ بے شک میں نے ان کو زمین ہی سے پیدا کیا ہے ۔ اور اسی میں لوٹاؤں گا ان کو ، اور اسی سے نکالوں گا انہیں ۔

پھر حضورؐ نے فرمایا ۔ پس ڈالی جاتی ہے ۔ روح اس کے بدن میں ۔ پھر آتے ہیں اس کے پاس دو فرشتے (منکر اور نکیر)

---

[1] یہ لوٹانا روح کا صرف وقتی طور پر ہوتا ہے جتنی دیر کے لئے امتحان لیا جاتا ہے کیونکہ اللہ فرماتا ہے وَمَا أَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ۔ اے پیغمبرؐ! تو اہل قبور کو نہیں سنا سکتا ۔ یعنی مردے نہیں سنتے ہیں ۔ اور یہی مذہب ہے ، حضرت امام ابو حنیفہؒ کا ۔ کہ اموات نہیں سنتے ۔

اور بٹھاتے ہیں اس کو، پھر کہتے ہیں۔ کون ہے رب تیرا؟ وہ کہتا ہے رب میرا اللہ ہے۔ پھر کہتے ہیں۔ کیا ہے دین تیرا؟ وہ کہتا ہے۔ دین میرا اسلام ہے!۔ پھر کہتے ہیں کون ہے یہ شخص کہ بھیجا گیا تم میں؟ وہ کہتا ہے۔ وہ رسول اللہ ہیں!۔ صلے اللہ علیہ وسلم۔ پھر کہتے ہیں۔ تم نے کیسے جانا کہ وہ اللہ کے رسول ہیں؟ وہ کہتا ہے۔ کہ پڑھی میں نے اللہ کی کتاب۔ اور ایمان لایا میں اس پر۔ اور سچ جانا میں نے؟ (پس اس سے حضورؐ کا رسول ہونا معلوم ہوا۔

پھر پکارتا ہے ایک پکارنے والا آسمان سے، یہ کہ سچا ہے بندہ میرا۔ پس بچھاؤ اس کے لئے بچھونا بہشت کا۔ اور پہناؤ اس کو لباس بہشت کا۔ اور کھول دو اس کے لئے بہشت کی طرف دروازہ!۔ حضورؐ نے فرمایا۔ پھر آتی ہے اُس کو ہوا بہشت کی اور خوشبو! پھر اس کی قبر کشادہ کی جاتی ہے۔ جہاں تک نظر پہنچتی ہے، رحمت عالم ؐ نے فرمایا۔ پھر (قبر میں) آتا ہے، اس کے پاس ایک شخص خوب رو، اچھے معطر لباس والا کہتا ہے وہ، خوشی ہو تجھ کو ساتھ اس چیز کے۔ کہ خوش کرے تجھ کو۔ (یعنی وہ نعمتیں اور آرام جو تجھے ملا ہے ۔ سُن!) یہ وہ دن ہے جس کا تجھے وعدہ دیا گیا تھا۔ (دنیا میں) پھر کہتا ہے، (قبر میں آرام

پانے والا، کون ہے تو ؟ چہرہ تیرا حسن و جمال میں کامل
ہے۔ لاتا ہے بھلائی اور خوش خبری دیتا ہے اس کی۔
وہ کہتا ہے میں ہوں نیک عمل تیرا۔"

حضرت موسیٰؑ کے جلال کے سامنے ملک الموتؑ نہ ٹھہر سکا

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوق بنایا ہے، اس خاک کے پتلے ـــ بشر کے مقام کو نہ نوری پہنچ سکتے ہیں۔ نہ ناری۔ جب یہ اپنے اَنَا کو بیدار کر کے اسے رضائے الٰہی کا لباس پہنا دیتا ہے۔ تو اس کے انوارِ صفاتی سے جنوں اور فرشتوں کی نظر خیرہ ہو کر رہ جاتی ہے۔ اللہ کے برگزیدہ انسانوں نے اس ظلمت کدہ میں ایمان کی وہ شمعیں جلائی ہیں۔ جن کی "تاب کوئی نہیں لا سکا۔ اسی سلسلہ میں انسانی برادری کے ایک فرد ـــ اللہ کے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ایک واقعہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانی سنئے:۔

حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں، کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ملک الموت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آیا۔ اور اس نے کہا۔ قبول کر حکم اپنے رب کا۔ (یعنی میں تیری جان لینے آیا ہوں۔ حضرت موسیٰؑ نے اسے نہ پہچانا) پس طمانچہ مارا موسیٰؑ نے ملک الموت کی آنکھ پر۔ پس پھوڑ

ڈالی آنکھ۔ ملک الموت پھر گیا اللہ تعالےٰ کے پاس۔ اور کہا۔ (اے اللہ!) بھیجا تو نے مجھ کو اپنے بندے کی طرف جو مرنا نہیں چاہتا۔ اور تحقیق پھوڑ ڈالی اس نے آنکھ میری ا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو آنکھ پھر عطا کر دی۔ اور فرمایا۔ پھر جا تو میرے بندے (حضرت موسیٰؑ) کے پاس۔ اور کہہ! کہ آیا زندگی دراز چاہتا ہے؟ پس اگر زندگی دراز چاہتا ہے۔ تو اپنا ہاتھ ایک بیل کی پیٹھ پر رکھ، پھر جتنے بال تیرے ہاتھ کے نیچے آئیں گے۔ ان کی گنتی کے مطابق اتنے برس تو زندہ رہے گا۔ موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ اتنی دراز زندگی کے بعد پھر کیا ہے؟ فرشتے نے کہا۔ ثُمَّ تَمُوْتُ۔ پھر مرے گا تو! قَالَ فَالْاٰنَ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کہا۔ تو پھر ابھی موت آ جائے۔ (بخاری شریف)

عروسِ موت کو سینے سے لگا لیا

ملک الموت حضرت موسیٰ کے پاس انسانی شکل میں آیا تھا۔ انہوں نے اسے نہ پہچانا۔ کہ ملک الموت ہے۔ جب اس نے جان لینے کو کہا۔ تو موسیٰ علیہ السلام نے خیال کیا۔ کہ شاید یہ آدمی مجھے قتل کرنا چاہتا ہے۔ طبیعت جلالی تھی۔ کہ کوہِ طور سے واپس آئے۔ تو لوگوں نے بچھڑے کی پوجا شروع کر رکھی تھی۔ اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کو داڑھی سے پکڑ کر کھینچنے لگے۔ کہ میرے بعد تم نے تبلیغ کیوں نہیں کی۔ امت کیوں بگڑ گئی ہے۔ اس سے قبل مصر میں دو آدمیوں کو لڑتے دیکھ کر چھڑانے لگے۔ تو ظالم کی سختی دیکھ کر اسے ایک مکا مارا۔ (ارادہ قتل نہ تھا)۔ تو وہ وہیں

ڈھیر ہو گیا۔ غرض آپ بڑے جلال والے پیغمبر تھے ۔ ملک الموت انسانی صورت میں ٹپا شپ اندر آ کر کہنے لگا۔ کہ میں تمہاری جان لینے آیا ہوں۔ انہوں نے اسے دشمن خیال کر کے ایک طمانچہ مارا۔ اور اس کی آنکھ پھوڑ دی۔ (سبحان اللہ! کیا مقامِ بشر ہے۔ موسٰی نے آنکھ کیا پھوڑنی تھی۔ اللہ نے آپ اس سے پھوڑوائی ۔ عرشی کو فرشی کا جلال دکھلایا !!

ہو سکتا ہے۔ کہ بعض مادہ پرست یہ خیال کریں ۔ کہ فرشتے کی آنکھ پھوڑنا کیا معنے ؟ اور فرشتۂ موت کو طمانچہ مارنا ۔کس کی طاقت ہے ؟ اور اس سے موت سے کراہت اور لمبی عمر کی خواہش پائی جاتی ہے۔ جو پیغمبر کی شان کے خلاف ہے ۔

گزارش ہے ۔کہ پیغمبر غیب نہیں جانتا ۔ اگر موسٰی علیہ السّلام کو علم ہوتا ۔کہ یہ ملک الموت ہے۔ تو بطیب خاطر پیام یار کو قبول کرتے ۔ دنیا کی زندگی میں رَبِّ اَرِنِیْ ۔ پکارتے تھے۔ کہ اے اللہ میں تیرے فراق میں مضطرب ہوں۔ یہاں ہی دیدار دیدے، ایک بار سامنے تو آ۔ ہائے میں تجھ کو ایک نظر دیکھ لوں۔ غور کریں۔ کہ اپنے پیارے مولا کے فراق میں ماہیِ بے آب کی طرح تڑپنے والے کو جب یار کا پیام آئے۔ تو کیا وہ موت سے گریز کر سکتا ہے ؟ ہرگز نہیں۔ اور پھر جب دوسری بار فرشتے نے اتنی دراز عمر پیش کی ۔ تو فرمانے لگے ۔کہ جب اتنی دراز عمر کے بعد موت ہی ہے ۔ تو پھر وہ موت ابھی ابھی آ جائے ۔چنانچہ چشم زدن میں آ گئی۔ عروسِ موت کو سینے سے لگا لیا۔ اور اپنے اللہ سے جا ملے ۔ ؎

نشانِ مردِ مومن با تو گویم
چو مرگ آید تبسم بر لبِ اوست

تو طمانچہ اسے ملک الموت سمجھ کر نہیں مارا تھا۔ ایک بیباک قتل کی دھمکی دینے والے انسان کو مارا تھا۔ لیکن اللہ کی شان اور حکمت ہے۔ کہ اس نے فرشتے کی آنکھ خود پھوڑوائی۔ (جس کی کیفیت ہم نہیں جانتے۔ بلکہ ایمان لاتے ہیں)، فرشتوں کو یہ جتانے کے لیے آنکھ پھوڑ وائی۔ کہ یہ وہی انسان ہے۔ جسے حقارت سے تم نے کہا تھا۔ کیا بناتا ہے تو اسے جو زمین میں فساد کرے گا۔ اور خون بہائے گا۔ اور یہ بھی فرشتوں کو معلوم ہو جائے۔ کہ انسان کی کیا حیثیت ہے۔ غالبؔ نے کیا اچھا کہا ہے۔ ؎

ہیں آج کیوں ذلیل کہ کل تک نہ تھی پسند
گستاخیِ فرشتہ ہماری جناب میں!

آنکھ کے پھوڑنے پر کوئی تعجب نہیں کرنا چاہیے۔ کہ یہ بھی متشابہات میں سے ہے۔ قرآن میں آتا ہے۔ اللہ کا ہاتھ۔ اللہ کے دو ہاتھ۔ اللہ کی پنڈلی۔ اللہ کی آنکھیں۔ اللہ نے عرش پر قرار پکڑا۔ ان کی کنہہ اور کیفیت سے ہم واقف نہیں ہیں، لیکن ان پر ایمان ضرور ہے۔ ایسے ہی ملک الموت کی آنکھ کے پھوڑے جانے پر ایمان لاؤ۔ کیفیت کے پیچھے نہ پڑو۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کا جاہ وجلال۔ اس کی عظمت و برتری اور جرأت و شہامت۔ فرشتوں کو دکھائی۔ کہ زمین و آسمان اور پہاڑ۔ جس امانت کے بوجھ کو نہ اٹھا سکے۔ اس بوجھ کے اٹھانے والا یہی انسان ہے۔ ؎

میں گرچہ ناتواں ہوں لیکن بارِ کائنات!
میرے سوا کسی سے اٹھایا نہ جائے گا

محبوبِ حق کی محبت اور جدائی میں آہ و فغاں کرنے والے موت سے نہیں ڈرا کرتے۔ نزع کی سختی کو وہ مسکرا کر ٹال دیتے ہیں۔ ان کی روح جمالِ یار کے دیدار کے لئے بہ ہزار جان مشتاق ہوتی ہے۔ ؎

عشرتِ قتل گہِ اہلِ تمنا مت پوچھ!
عیدِ نظارہ ہے شمشیر کا عریاں ہونا

کہتے ہیں۔ کہ خضر نے مئے عمر دراز یعنی آبِ حیات پی کر عمرِ جاوداں پائی ہے۔ تو اس سے کیا حاصل؟ ـــ یہی کہ محبوب سے دائمی جدائی مول لے رکھی ہے۔ موت آئے تو اللہ سے ملائے۔ نہ آئے تو ـــ بے تحاشا عمر دراز کے صحرا میں ایڑیاں رگڑتے رہو۔ برعکس خضر کے، جس نے موت کا کڑوا گھونٹ پی کر اللہ سے ملاقات کرلی۔ اسے وصالِ یار نصیب ہوگیا۔ یہ شخص کامیاب ہے ـــ یا خضر؟ علامہ اقبالؒ نے خوب فرمایا ہے۔ ؎

تلخابہ اجل میں جو عاشق کو مل گیا!
پایا نہ خضر نے مئے عمرِ دراز میں

یعنی عاشق کو موت کے کڑوے پانی سے جو ملا ہے ـــ یعنی وصالِ یار ہوا ہے۔ خضر نے مئے عمر دراز میں وہ نہیں پایا۔ خضر کو یہ بات حاصل نہیں ہوئی۔ اگر خضر بھی تلخابہ اجل چکھ لیتا۔ تو

وصالِ یار پا لینا ۔ تو تلخابہ اجل کی قدر و قیمت آبِ حیات سے بڑھ کر ہوتی ۔ پس موت ایک نعمتِ عظمےٰ ہے ۔جس سے روح مستریح ہوکر واصل باللہ ہوجاتی ہے ،

دنیا میں وہ انسان بڑا خوش قسمت ہے ۔جو بعافیت تمام عمر طبعی سے مرے ۔ اور اتنے عرصہ میں اللہ کو راضی کرنے کے لئے ذخیرہ عمل اکٹھا کرلے ۔

مومن کی روح آسانی سے نکلتی ہے

اس حدیث میں آپ نے پڑھا ہے ۔کہ مومن کی روح بڑی آسانی سے نکلتی ہے ۔ جیسے پانی کا قطرہ مشک سے ۔ اور اس سے پہلے آپ پڑھ آئے ہیں ۔ کہ مومن پر بھی موت میں بڑی سختی ہوتی ہے ۔ اس میں مطابقت کی یہ صورت ہے ۔کہ مومن پر سختی روح نکلنے سے پہلے ہوتی ہے ۔جس سے گناہ جھڑتے ہیں ۔ اور روح نکلنے کے وقت بڑی نرمی اور سہولت ہوتی ہے ۔چشم زدن میں بہ کمالِ راحت و سکون نکل جاتی ہے ۔ مومن کے لئے تو اب وصل کا پیام آیا ہے ۔ اس کی روح کے لئے اس سے بڑھ کر اور کونسا موقع خوشی کا ہو سکتا ہے ؟ اس لئے بڑے آرام سے بدن کو چھوڑتی ہے شہید جب میدانِ جنگ میں مارا جاتا ہے ۔ تو اس کی روح کو جسم سے نکلتے وقت بڑا حظ ، بڑا چین ، ازحد خوشی اور مسرت حاصل ہوتی ہے ۔ پھر شہید جنت میں آرزو کرتا ہے ۔کہ اللہ ! مجھے پھر دنیا میں بھیج ۔ کہ تیری راہ میں گردن کٹا کر ایک بار پھر وہی لذت ، اور فرحت پاؤں ۔ معلوم ہُوا ۔ کہ نیکوں ، پرہیزگاروں ، اور اللہ کے بندوں کو

روح نکلتے وقت راحت ہوتی ہے۔ کوئی سختی محسوس نہیں ہوتی۔ بخلاف اس کے کافر کی روح بڑی سختی سے نکلتی ہے۔ جس طرح گیلی صوف میں لوہے کی گرم سیخ ڈال کر زور سے کھینچیں۔

قبر میں امتحان ہوتا ہے

قبر آخرت کی منزلوں میں سے پہلی منزل ہے۔ جس پر یہ منزل آسان ہو گئی۔ اس پر اگلی منزلیں بھی آسان ہوں گی۔ اور جس پر یہ پہلی منزل ہی دشوار ہو گئی۔ اس پر آنے والی منزلیں بھی دشوار ہوں گی۔ اس لئے زندگی میں وہ کام کرنے چاہئیں۔ جن پر اللہ راضی ہو۔ اور قبر کی منزل سہل اور آسان ہو۔

قبر میں تین سوال

قبر میں تین سوال ہوں گے۔ مَنْ رَّبُّكَ تیرا رب کون ہے؟ ۔ مَادِیْنُكَ ۔ تیرا دین کیا ہے؟ ۔ مَا هٰذَا الرَّجُلُ الَّذِیْ بُعِثَ فِیْکُمْ ۔ کون ہے یہ شخص کہ بھیجا گیا تم میں؟

جس شخص نے عقیدۂ توحید کو اپنایا۔ زندگی بھر شرک نہ کیا۔ اللہ کے سوا کسی کو رب نہ بنایا۔ قول۔ فعل۔ عمل۔ ذہن۔ خیال۔ تصور میں کسی کو مقامِ اِلٰہ نہ دیا۔ ربّ العالمین کی ذات، صفات، عبادات، اور حکم میں کسی نبی۔ ولی۔ بزرگ۔ شہید۔ جنّ فرشتہ وغیرہ کو شامل نہ کیا۔ اور قرآنی توحید کے زیور سے عروسِ حیات کے حسن کو چار چاند لگائے۔ ایسے مردِ مومن کو جب نکیرین قبر میں پوچھیں گے ۔ مَنْ رَّبُّكَ ۔ تیرا رب کون

ہے ؟ تو یہ اللہ کی توفیق سے پکار اٹھے گا۔ رَبِّیَ اللّٰہ ۔
میرا ربّ اللہ ہے۔

دوسرا سوال دین کے بارے میں ہوگا۔ یاد رکھیں، کہ اللہ نے فرمایا ہے۔ اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ۔ اللہ کے نزدیک دین، اسلام ہے۔ اور اسلام کتاب و سنت میں محصور ہے۔ اسلام نام ہے قال اللہ اور قال الرسول کا۔ پھر جس مسلمان نے زندگی بھر کتاب و سنت پر عمل کیا۔ صرف قرآن کو سنت کے مطابق اپنا امام بنایا۔ یعنی جس طرح رحمتِ عالم نے قرآن پر عمل کیا۔ بعینہٖ اسی طرح اس نے بھی زندگی گزاری۔ عقیدہ اور عمل حضورؐ اور صحابہؓ کا سا رکھا۔ اور فرقے بندی سے کوسوں دور رہا۔ اس مرد مومن کو جب منکر نکیر سوال کریں۔ مَا دِیْنُکَ تیرا دین کیا ہے۔ تو اللہ کی توفیق سے یہ جواب دے گا۔ دِیْنِیَ الْاِسْلَامُ۔ میرا دین اسلام ہے!

تیسرا سوال فداہ امی و ابی حضرت سید الکونین رحمت للعالمینؐ حضرت محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے متعلق ہوگا۔ تو جس شخص نے زندگی سنت کے نور میں گزاری ہوگی، اتباع رسول جس کا شعار۔ شمع حدیث پر جس کا جلنا اور محبتِ نبی میں جس کا مرنا ہوگا۔ وہ نکیرین کو جواب میں۔ بہ توفیق ایزدی کہہ دے گا۔ ھُوَ رَسُوْلُ اللّٰہِؐ۔ وہ اللہ کے رسول ہیں۔ بس یہ شخص، امتحان میں کامیاب ہے اس کو، اور اس کا بیڑا پار ہے۔ اور اس پر دخولِ جنت تک سب منزلیں آسان ہیں۔

اللہ ثابت قدم رکھتا ہے

براء ابن عازب کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مسلمان جب سوال کیا جاتا ہے قبر میں۔ گواہی دیتا ہے وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ پس یہ ہے قول اللہ تعالیٰ کا یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَۃِ۔ ثابت رکھتا ہے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو کہ ایمان لائے ہیں ساتھ بات محکم کے دنیا کی زندگی میں، اور آخرت میں۔ اور ایک روایت ہے حضورؐ نے فرمایا۔ آیت۔ یُثَبِّتُ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا۔ آخر تک عذاب قبر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ یُقَالُ لَہٗ۔ کہا جاتا ہے اس کو!۔ کون ہے رب تیرا۔ وہ کہتا ہے رب میرا اللہ ہے۔ اور نبی میرا محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ (بخاری۔ مسلم)

اس آیت میں قول ثابت سے مراد۔ یہی کلمہ شہادت ہے۔ جو مسلمان قبر میں پوچھا جاتا ہے۔ کون ہے رب تیرا۔ کون ہے نبی تیرا۔ اور کیا ہے دین تیرا۔ پس اس قول ثابت میں تینوں باتوں کا جواب ہے۔ اور دنیا میں اللہ مسلمانوں کو قول ثابت سے ثابت رکھتا ہے۔ کہ ہر حال میں توحید نہیں چھوڑتے۔ اور قبر میں نکرین کو جواب دینے میں ثابت رکھتا ہے۔

رسولِ خدا قبر میں حاضر نہیں ہوتے

نکرین کا تیسرا سوال مَا ھٰذَا الرَّجُلُ۔ کون ہے یہ شخص۔ اس ھٰذَا سے بعض اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں

کہ ھٰذَا قریب کے لئے آتا ہے۔ اس لئے حضورؐ قبر میں حاضر ہوتے ہیں۔ اور فرشتہ پوچھتا ہے۔ "تم ھٰذا الرجل یعنی اس آدمی کے متعلق کیا کہتے ہو۔ یاد رکھیں کہ یہ خیال یا عقیدہ درست نہیں ہے۔ کیونکہ ایک وقت میں دنیا کے اندر لاکھوں انسان مرتے اور دفن ہوتے ہیں۔ تو کیا ایک وقت میں لاکھوں کی قبروں کے اندر حضورؐ موجود ہوتے ہیں؟ — نہیں! — یہ صفت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے۔ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ — "اور اللہ تمہارے ساتھ ہے۔ جہاں بھی تم ہو۔" اور حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ و سلم سے متعلق اللہ نے فرمایا ہے۔ وَمَا كُنْتَ مِنَ الشَّاهِدِيْنَ — یعنی "تو حاضر (ناظر) نہیں۔ (پ۲۰ ع ۸)

پھر یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ فرشتہ حضورؐ کی تصویر دکھا کر پوچھتا ہے بتاؤ یہ کون ہیں؟ سوچئے کہ یہ بات کتنی غلط ہے۔ کہ جب تصویر ہے ہی حرام۔ تو فرشتہ تصویر کیونکر لاتا ہے۔

پھر اس طرح بھی یہ بات غلط معلوم ہوتی ہے۔ کہ جس شخص نے حضور پُر نورؐ کو دیکھا ہی نہیں۔ اس کو تصویر دکھا کر کہنا کہ بتاؤ یہ کون ہیں؟ اور وہ کہے کہ میں نہیں جانتا۔ تو پھر اس کو عذاب شروع ہو جائے۔ یہ بے انصافی ہے۔ اور اللہ بے انصافی نہیں کرتا۔

حق بات یہ ہے۔ کہ نہ جناب رحمت للعالمین صلے اللہ علیہ و سلم قبر میں آتے ہیں۔ نہ ان کی تصویر دکھائی جاتی ہے۔ سوال کا مقصد صرف یہ ہوتا ہے۔ کہ یہ شخص اتنا بتائے

کہ اس کا نبیؐ کون ہے۔ یہ کس کی امت ہے۔

ھٰذَا الرَّجُلُ کی تفہیم

رہا ھٰذا ___ تو یہ قریب کے لئے آتا ہے۔ لیکن جب ھٰذا کے ساتھ موصول اَلَّذِیْ آئے۔ تو پھر مراد حاضر اور موجود نہیں ہوتی۔ یہی وجہ ہے کہ نکرین کے سوال مَا ھٰذَا الرَّجُلُ الَّذِیْ بُعِثَ فِیْکُمْ ___ کا جواب حدیث میں ھُوَ رَسُوْلُ اللّٰہِ آیا ہے۔ یعنی وہ اللہ کے رسول ہیں تو ھُوَ غائب کے لئے آتا ہے۔ اگر ھٰذا سے مراد حاضر اور موجود ہوتی۔ تو جواب ہوتا۔ ھٰذَا رَسُوْلُ اللّٰہِ۔ یہ اللہ کے رسول ہیں۔ جب بہ نص حدیث جواب میں ھُوَ (غائب) ہے۔ تو لا محالہ سوال میں ھٰذا سے مراد بھی غائب ہے۔ حاضر اور موجود نہیں۔ پھر کلامِ عرب میں کسی مشہور غائب شخصیت کے لئے ھٰذا آتا ہے۔ چنانچہ مکہ کے سوداگروں کو روم کے بادشاہ ہرقل نے سوال کیا:۔

اَیُّکُمْ اَقْرَبُ نَسَبًا بِھٰذَا الرَّجُلِ الَّذِیْ یَزْعَمُ اَنَّہٗ نَبِیٌّ۔

"کون تم سے زیادہ قریب ہے۔ نسب میں اِس شخص کے جو نبوّت کا مدعی ہے۔"

غور کریں۔ کہ رحمتِ عالم مدینہ میں ہیں۔ اور بادشاہ ملکِ روم میں ھٰذَا الرَّجُلُ کہہ کر اشارہ حضرت محمدؐ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف کرتا ہے۔

معلوم ہوا۔ کہ مشہور غائب شخص کے لئے ھٰذا ___ اشارہ قریب آتا ہے۔ اور پھر یہاں بھی ھٰذا کے ساتھ اسم موصول اَلَّذِیْ آیا ہے۔ خوب سمجھ لیں۔

اس کی مثال اُردو میں

یوں دی جا سکتی ہے: "اللہ اِس شخص کے گناہ معاف کرے اور اِسے جنت دے۔ جس نے انگریزوں اور ہندوؤں سے دلائل کی جنگ لڑ کر پاکستان بنا ڈالا۔ جس میں شعائرِ اسلام اور مسلمانوں کی جانیں اور آبروئیں کفار کی یلغار سے محفوظ ہو گئیں" بانیٔ پاکستان کی مشہور شخصیت کے لئے یہاں اِس شخص لایا گیا ہے۔ آگے جس نے (اَلَّذِیْ) موصول آیا ہے۔ جس سے مراد یقیناً غائب ہے۔ حاضر نہیں۔

کیا مُردے سنتے ہیں؟

عمومِ سماعِ موتیٰ قرآن اور حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ اور آئمہ اربعہؒ میں سے کوئی اس کا قائل نہیں۔

یہ جو حدیث میں آیا ہے۔ کہ نکرین مردہ کو اٹھا کر بٹھاتے ہیں۔ اور اس سے سوال کرتے ہیں۔ اور وہ جواب دیتا ہے تو یہ صرف مردہ کا امتحان لینے کے لئے وقتی طور پر اللہ اس میں زندگی کے آثار پیدا کر دیتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی حدیث پیچھے گزر چکی ہے۔ جس میں آپ نے فرمایا ہے۔ کہ مُردہ کے لئے اللہ تعالیٰ سے "تثبیت مانگو۔ فَاِنَّهُ الْاٰنَ يُسْئَلُ۔ کیونکہ وہ اِس وقت پوچھا جاتا ہے۔ لفظ "اَلْاٰنَ" "اس وقت" ثابت کرتا ہے۔ کہ مردوں کو یہ عارضی حیات صرف اتنے امتحانی وقت کے لئے بخشی جاتی ہے۔ اس کے بعد ختم کر دی جاتی ہے۔ اور یہ بھی حدیث میں آتا ہے۔ کہ جب مُردہ اپنی قبر میں رکھا جاتا ہے۔ اور اس کے ساتھی

اس سے رخصت ہوتے ہیں۔ وَ اِنَّهٗ يَسْمَعُ قَرْعَ نِعَالِهِمْ ـــ اور وہ ان کے جوتوں کی آواز سنتا ہے۔ (بخاری شریف)

لوگوں کے جوتوں کی آواز سننا بھی صرف اتنے وقت تک کے لئے ہے۔ کہ جب تک اس نے نکیرین سوال کر رہے ہوتے ہیں۔ ہمیشہ کے لئے ہرگز نہیں۔

جنگِ بدر میں جو کافر مارے گئے تھے۔ ان کو چاہِ بدر میں پھینک دیا گیا تھا۔ جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم وہاں سے چلنے لگے تو اس کنوئیں میں جھانکا۔ جہاں بدر کے مشرکین مقتول پڑے تھے۔ آپؐ نے فرمایا۔ کیا تم نے ٹھیک ٹھیک اس چیز کو (یعنی عذاب کو) پا لیا ہے۔ جو تمہارے ربّ نے تم سے وعدہ کیا تھا۔ حضورؐ سے کہا گیا۔ کیا آپ مُردوں کو پکارتے ہیں؟ ـــ آپؐ نے فرمایا۔ تم ان سے زیادہ سننے والے نہیں ہو۔ لیکن وہ جواب نہیں دیتے ہیں۔ (بخاری شریف)

بدر کے مُردوں کو سنانا یہ بھی حضورؐ کا ایک معجزہ تھا۔ کہ وقتی طور پر اللہ تعالیٰ نے ان مشرکوں کو سنوا دیا۔ تاکہ جو عذاب ان کو ہو رہا تھا۔ اس پر وہ اور ذلیل وخوار ہوں۔ اور حسرت بڑھے اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا۔ کہ مُردے عام طور پر سنتے ہیں، کیا کافروں، ہندوؤں کے مردے بھی مرگھٹ میں سنتے ہیں؟ ـــ نہیں!

چنانچہ حضرت عائشہ صدیقہ رضہ روایت کرتی ہوئی فرماتی ہیں۔
اِنَّمَا قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّھُمْ

لَيَعْلَمُوْنَ الْاٰنَ اَنَّ مَا كُنْتُ اَقُوْلُ حَقٌّ وَ قَدْ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى - (بخاری شریف)

" بیشک رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم نے فرمایا۔ البتہ وہ اب جان لیں گے۔ کہ جو میں کہتا تھا۔ وہ حق ہے اور تحقیق اللہ نے (مُردوں کے متعلق تو) فرمایا۔ تحقیق تو مُردوں کو نہیں سنا سکتا۔ یعنی مُردے نہیں سنتے ہیں"۔

حضرت عائشہ صدیقہ رض نے قبر میں مُردوں کے سننے، اور چاہِ بدر میں مشرک مُردوں کے سننے کا مسئلہ حل کر دیا۔ کہ قبر میں مردہ کے سننے کے متعلق بھی اَلْاٰنَ آیا ہے۔ اور چاہِ بدر کے مُردوں کے بارے میں بھی اَلْاٰنَ ہے۔ مطلب صاف ہے۔ کہ وقتی طور پر انہوں نے سنا ہے۔ جوتیوں کی آواز کو قبر والے نے۔ اور حضورؐ کی آواز کو بدر کے کنوئیں والوں نے۔ پھر حضرت عائشہ صدیقہ طاہرہ رض نے قرآن کی آیت پڑھ دی۔ اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى۔ اے پیغمبرؐ! تو مُردوں کو نہیں سنا سکتا۔ (پ ۲۰ ع ۳) اور ایک یہ آیت بھی ہے۔ وَمَا اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِى الْقُبُوْرِ۔ اور اے پیغمبرؐ! تو نہیں سنانے والا قبروں والوں کو"۔ (پ ۲۲ ع ۱۵)

یہاں تو قرآن نے صاف صاف، دو ٹوک فیصلہ کر دیا۔ کہ قبروں والے نہیں سنتے ہیں۔ اب یہ عقیدہ رکھنا کہ مردے سنتے ہیں، خواہ وہ اولیاء اللہ ہوں۔ قرآن کی آیت کا انکار ہے۔

دوزخ کا گڑھا

اور جو شخص قبر میں نکرین کے سوالوں کے جواب نہ دے گا۔ لَا اَدْرِیْ لَا اَدْرِیْ۔ میں نہیں جانتا

میں نہیں جانتا، کہے گا۔ تو اس کے لئے قبر دوزخ کا ایک گڑھا بنا دی جائے گی۔ (ترمذی شریف)

قبر جنّت کا باغیچہ بھی ہے اور دوزخ کا گڑھا بھی

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

لوگو!۔ اگر تم لذتوں کو مٹا دینے والی موت کو یاد رکھتے۔ تو تم ہنستے نہ۔ لذتوں کو مٹانے والی، اور راحت گنوانے والی موت کو یاد کیا کرو۔ ہاں تم میں سے ہر ایک کی بننے والی قبر سے روز یہ صدا آتی ہے۔ کہ میں غربت کی جگہ ہوں۔ مٹی کا مکان ہوں۔ سانپوں، بچھوؤں، کیڑوں مکوڑوں سے بھری اندھیری گور ہوں۔ (سنو!)۔ جب بندہ مومن دفن کیا جاتا ہے۔ تو قبر اسے خوش آمدید کہتی ہے۔ مرحبا پکارتی ہے۔ اور کہتی ہے۔ کہ میرے اوپر جتنے لوگ چل رہے ہیں۔ ان سب سے تو ہی میرا زیادہ محبوب تھا۔ آج میں تیری والی بنی ہوں۔ اور تو میرے بس میں ہے۔ اب تو دیکھے گا۔ کہ میں تجھ سے کتنا اچھا سلوک کرتی ہوں۔ پھر جہاں تک مسلمان میت کی نظر پہنچتی ہے۔ وہاں تک قبر فراخ کر دی جاتی ہے۔ اور جنت کی طرف سے اس کے لئے ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔

اور جب فاجر یا کافر بندہ دفن کیا جاتا ہے۔ تو قبر اسے کہتی ہے۔ اے بُرے شخص۔ نہ میں تجھے خوش آمدید کہوں۔ اور نہ مرحبا۔ سُن!۔ میرے اوپر جتنے لوگ چل رہے ہیں۔ ان سب میں، میں

ہی تیری سب سے زیادہ دشمن تھی۔ آج تو میرے قابو میں آیا ہے۔ دیکھ کس طرح میں تجھ سے بدلے لیتی ہوں۔ پھر قبر چاروں طرف سے سکڑنے لگتی ہے۔ اور خوب دبوچتی ہے۔ یہاں تک کہ اس کی داہنی پسلیاں بائیں پسلیوں میں، اور بائیں پسلیاں داہنی پسلیوں داخل ہو جاتی ہیں۔ مخبر صادق حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے دونوں ہاتھوں کی انگلیوں کو ایک دوسری میں ڈال کر بتایا۔ کہ اس طرح! ــــ پھر فرمایا۔ اس کی قبر میں ستّر اژدہے متعین کر دیئے جاتے ہیں۔ جو اس درجہ زہریلے ہوتے ہیں۔ کہ اگر ان میں سے ایک ہی زمین پر پھنکار دے۔ تو زمین میں کوئی چیز نہ اُگے ــ رہتی دنیا تک زمین پر کوئی سبزہ نظر نہ آتے۔ یہ اژدہے، اسے قیامت تک ڈستے رہیں گے۔ پھر حضورؐ نے فرمایا ــــ قبر یا تو جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے۔ یا دوزخ کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے

(ترمذی شریف)

قبرستان سے باہر نکل کر دعا مانگنا

میت کو دفن کر کے قبرستان کے باہر پھر لوگ کھڑے ہو کر دعا مانگتے ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اور آپ کے صحابہؓ نے ایسا نہیں کیا تھا۔ اس لئے مسلمانوں کو بھی حضورؐ سے بڑھ کر کوئی قدم نہیں اٹھانا چاہیئے۔ حضورؐ میت کی خیر خواہی اور بخشش کے سب کام بتا گئے ہیں۔ آپ ان سے آگے نہ بڑھیں۔

میت کے وارثوں کے پاس جا کر تعزیّت کرنا

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضؓ سے روایت

ہے۔ کہ ہم نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک میت کو دفن کیا۔ جب وہاں سے فارغ ہوئے۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم لوٹے۔ اور ہم بھی آپ کے ساتھ لوٹے۔ یہاں تک کہ ہم میت کے مکان تک پہنچے۔ وہاں حضورؐ ٹھیر گئے۔ دیکھا تو ایک عورت سامنے سے چلی آتی ہے۔ راوی کہتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ حضورؐ نے اس عورت کو پہچان لیا۔ جب وہ عورت چلی گئی۔ تو معلوم ہوا۔ کہ سیدۃ النساء فاطمہ زہراؓ تھیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا تم اپنے گھر سے کس لئے نکلی؟ انہوں نے کہا۔ اے اللہ کے رسولؐ! میں اس گھر میں آئی تھی۔ جہاں میت ہوگئی تھی۔ تاکہ ان لوگوں کو تسلی دوں۔ اور تعزیت کروں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ شاید تم ان لوگوں کے ساتھ قبرستان تک گئی؟ انہوں نے کہا۔ معاذ اللہ! میں تو آپ سے اس کا بیان سن چکی ہوں۔ (کہ عورتوں کو آپ نے قبرستان سے منع فرمایا ہے)۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اگر تو ان کے ساتھ قبرستان تک جاتی۔ تو میں ایسا کرتا۔ سختی سے آپ نے ارشاد فرمایا۔

(ابو داؤد)

عورتوں کو قبرستان جانے کی سخت ممانعت

حضرت فاطمہؓ کے ساتھ سختی کی صراحت ابوداؤد میں نہیں ہے۔ لیکن نسائی کی روایت میں ہے۔ کہ حضورؐ نے فرمایا۔ اگر تو ان کے ساتھ قبرستان تک جاتی۔ تو جنت کو نہ دیکھ سکتی۔ یہاں تک کہ تیرے باپ کا دادا اس کو دیکھے۔ یعنی عبدالمطلب جنت میں جائے۔ اور ان کا جنت میں جانا مشکل ہے۔ کیونکہ مشرک مرے

تھے۔ اس حدیث سے معلوم ہوا۔ کہ عورتوں کا قبرستان میں جانا سخت منع ہے۔

ملاحظہ:۔ مذکورہ حدیث سے تین مسئلے معلوم ہوئے۔ پہلا یہ کہ میت کو دفن کرکے اہل میت کے مکان تک تعزیت کے لئے جائیں کہ حضورؐ تشریف لے گئے۔ دوسرا مسئلہ یہ کہ عورتیں بھی اہل میت کے مکان پر تعزیت کے لئے جا سکتی ہیں۔ کہ حضرت فاطمہؓ گئیں۔ تیسرا مسئلہ یہ کہ عورتیں ہرگز قبرستان میں نہ جائیں۔

عورتیں مسجد میں جنازہ پڑھ سکتی ہیں

سعد بن ابی وقاصؓ کا انتقال ہوا۔ تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے حکم دیا۔ کہ جنازہ مسجد کے اندر لاؤ۔ میں اس پر نماز پڑھوں گی۔ لوگوں کو یہ بات (یعنی مسجد میں جنازہ پڑھنا) خلاف معلوم ہوئی۔ ام المؤمنینؓ نے فرمایا۔ خدا کی قسم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بیضا کے دونوں بیٹوں سہل اور اس کے بھائی (سہیل) کے جنازوں کی نماز مسجد کے اندر پڑھی تھی۔ (مسلم)

نوٹ:۔ عورتیں قبرستان میں ہرگز نہیں جا سکتیں۔ اور نہ وہاں جا کر جنازہ میں شریک ہو سکتی ہیں۔ البتہ مسجد میں جنازہ پڑھ سکتی ہیں۔

سوگ تین دن تک ہے

ام عطیہؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کوئی عورت میت پر تین دن سے زیادہ سوگ نہ کرے۔ ہاں خاوند کے مرجانے پر چار ماہ دس دن سوگ کرنا چاہیئے۔ (بخاری مسلم)

ملاحظہ:- تین دن کے بعد سوگ ختم کر کے کاروبار میں لگ جانا چاہیئے۔

بھاتی یا حاضری

حضرت عبداللہ بن جعفرؓ سے روایت ہے۔ کہ جب جعفرؓ کے مرنے کی خبر آئی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تیار کرو جعفر کے لوگوں کے لئے کھانا، کیونکہ آئی ہے اُن پر وہ چیز (مصیبت) کہ مشغول رکھے گی ان کو۔"

(ترمذی۔ ابن ماجہ)

ملاحظہ:- قرابتیوں یا ہمسایوں کو چاہیئے۔ کہ ایام تعزیت میں میت کے گھر والوں کو کھانا پکا کر بھیجیں۔ کہ وہ پیٹ بھر کر کھائیں بلکہ خود ان کو کھلائیں۔ اور تسلی دیں۔ یہ کھانا صرف اہلِ میت کے لئے ہونا چاہیئے۔ برادری کے لئے نہیں۔ اور برادری کو خود چاہیئے کہ میت کے گھر والوں سے ایسا کھانا نہ کھائیں۔ انہوں نے تو موت کی وجہ سے کھانا گھر نہیں پکایا۔ اور کسی بھاتی کے بھیجے ہوئے کھانے سے وقت گزارا ہے۔ برادری کیوں اہلِ میت کے گھر سے کھائے۔

تعزیت کا طریقہ

جو شخص اہلِ میت کے پاس تعزیت کے لئے جائے۔ تو وہ یوں تعزیت کرے۔

اِنَّ لِلّٰہِ مَآ اَخَذَ وَ لِلّٰہِ مَآ اَعْطٰی وَکُلٌّ عِنْدَہٗ بِاَجَلٍ مُّسَمًّی فَلْیَصْبِرْ وَلْیَحْتَسِبْ" تحقیق اللہ ہی کے لئے ہے جو کچھ کہ اس نے لے لیا۔ اور اللہ ہی کے لئے ہے۔ جو کچھ کہ دیا۔ اور ہر چیز نزدیک اس کے، ساتھ وقت مقرر کے ہے۔ پس چاہیئے۔ کہ صبر کرے۔ اور ثواب

طلب کرے"۔ (حصن حصین)

اہل میت کے پاس جا کر انہیں تسلی دینی چاہیئے۔ اور صبر کی تلقین کرنی چاہیئے۔ لیکن آج کل لوگ صف ماتم پر بیٹھ کر حقہ پیتے اور ادہر ادہر کی باتوں میں مشغول ہوتے ہیں۔ انہیں چاہیئے۔ کہ جس غرض کے لئے آئے ہیں وہ کام کریں۔ جتنی دیر بیٹھیں۔ گھر والوں سے اظہار ہمدردی کریں۔ ان سے افسوس کریں۔ انہیں حوصلہ، اور تسلی دیں۔ اور صبر کرنے کو کہیں۔ موقع محل کے مطابق رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم کے ارشادات سنائیں۔ مصیبتوں میں صبر کرنے پر جو اجر و ثواب کے وعدے دیئے گئے ہیں۔ وہ بیان کریں صف ماتم پر کوئی کام سنت کے خلاف نہ کریں۔ کسی رسم و رواج کو کار ثواب قرار دے کر عمل میں نہ لائیں۔ آپ تعزیت کے لئے آئے ہیں۔ اور تعزیت دین کی چیز ہے۔ پھر اسے سنت کی روشنی میں پورا کریں۔ دیکھئے معاذ ابن جبل رضؓ کے بیٹے کی وفات پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم نے ان کو کتنا صبر آموز اور ہدایت بردوش خط لکھا ہے!

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تعزیت کا خط معاذ ابن جبل رضؓ کے نام

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

مِنْ مُّحَمَّدٍ رَّسُوْلِ اللهِ اِلٰى مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ سَلَامٌ عَلَيْكَ فَاِنِّيْ اَحْمَدُ اِلَيْكَ اللهَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَمَّا بَعْدُ!

فَاَعْظَمَ اللّٰهُ لَكَ الْاَجْرَ وَ اَلْهَمَكَ الصَّبْرَ وَ رَزَقَنَا وَ اِيَّاكَ الشُّكْرَ ۝ فَاِنَّ اَنْفُسَنَا وَ اَمْوَالَنَا وَ اَهْلِيْنَا وَ اَوْلَادَنَا مِنْ مَّوَاهِبِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ الْهَنِيَّةِ وَعَوَارِيْهِ الْمُسْتَوْدَعَةِ نُمَتَّعُ بِهَا اِلٰٓى اَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ وَّ يَقْبِضُهَا لِوَقْتٍ مَّعْلُوْمٍ ثُمَّ افْتَرَضَ عَلَيْنَا الشُّكْرَ اِذَا اَعْطٰى وَ الصَّبْرَ اِذَا ابْتَلٰى فَكَانَ ابْنُكَ مِنْ مَّوَاهِبِ اللّٰهِ الْهَنِيَّةِ وَعَوَارِيْهِ الْمُسْتَوْدَعَةِ مَتَّعَكَ بِهٖ فِيْ غِبْطَةٍ وَّسُرُوْرٍ وَّ قَبَضَهُ مِنْكَ بِاَجْرٍ كَبِيْرٍ اَلصَّلٰوةُ وَالرَّحْمَةُ وَالْهُدٰى اِنِ احْتَسَبْتَ فَاصْبِرْ وَلَا يُحْبِطْ جَزَعُكَ اَجْرَكَ فَتَنْدَمَ وَاعْلَمْ اَنَّ الْجَزَعَ لَا يَرُدُّ شَيْئًا وَّ لَا يَدْفَعُ حُزْنًا وَّ مَا هُوَ نَازِلٌ فَكَاَنْ قَدْ وَ السَّلَامُ ۝ (حصن حصین)

(ترجمہ) میں شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بخشنے والا مہربان ہے۔ یہ خط ہے محمدؐ رسول اللہ کی طرف سے معاذ ابن جبل کو کہ تجھ پر سلام ہو۔ میں تعریف پہنچاتا ہوں تیرے پاس اس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔ بعد حمد کے میں یہ دعا کرتا ہوں تیرے حق میں کہ اللہ تعالیٰ تجھ کو بہت ثواب دے اس مصیبت پر، اور تیرے دل میں صبر ڈالے، اور ہم کو اور تجھ کو شکر نصیب کرے۔ کیونکہ ہماری جانیں اور ہمارے مال اور ہمارے اہل اور اولاد اللہ بزرگ و برتر کی عمدہ بخششوں سے ہیں اور عاریت (BORROWED) میں

رکھی ہوئی چیزوں سے ہیں۔ (یعنی مال مستعار ہے، جب چاہے لے لے)۔ ہم ان سے ایک مدت معین تک بہرہ مند ہوتے ہیں۔ اور وہ ان کو وقت مقرر پر لے لیتا ہے۔ پھر اس نے ہم پر شکر فرض کیا ہے۔ جب دیتا ہے۔ اور صبر فرض کیا ہے جب مبتلا کرتا ہے۔ تو تیرا بیٹا اللہ کی عمدہ بخششوں اور اس کی سونپی ہوئی امانتوں میں سے تھا۔ تجھ کو اس سے فائدہ مند کیا۔ اچھے حال میں۔ کہ لوگ اس پر رشک کرتے تھے۔ اور خوشی میں اور اس نے اس کو تیرے پاس سے اٹھا لیا بڑے اجر کے بدلے میں۔ جو دعا ہے اور رحمت ہے اور ہدایت ہے، اگر تو ثواب چاہے تو صبر کر۔ اور تیری بے صبری تیرا ثواب ضائع نہ کر دے۔ پھر تو پشیمان ہو۔ اور جان لے۔ کہ بے صبری کرنی کسی چیز (فوت شدہ عزیز وغیرہ) کو نہیں پھیر دیتی اور نہ غم کو دور کرتی ہے۔ اور جو چیز (یعنی بلا مقدر) اترنے والی ہے۔ پس گویا واقع ہوئی۔ (سمجھو جزع فزع سے ٹلے گی نہیں) اور (ایک بار پھر) سلام ہو تجھ پر"

میت کیلئے ایصالِ ثواب

میت پر جنازہ پڑھ کرا سے دفن کرنے کے بعد اگر ریا و نمود، اور رسم و رواج اور بدعات سے کنارہ کش ہو کر اللہ کی رضا، اور خوشنودی کے لئے صدقات وخیرات کئے جائیں۔ اور نیت ایصال

ثواب کی ہو۔ تو ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ دلیل یہ ہے کہ:۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضہ بیان کرتی ہیں۔

ان رجلاً قال للنبی صلے اللہ علیہ وسلم ان امی افتلتت نفسھا واراھا لو تکلمت تصدقت فھل لھا اجر ان تصدقت عنھا قال نعم (بخاری مسلم)

"ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ میری ماں کا اچانک انتقال ہوگیا ہے اور میرا خیال ہے۔ کہ اگر وہ کلام کرسکتی تو صدقہ دیتی اگر میں اس کی طرف سے خیرات کروں۔ تو کیا اس کو ثواب ملے گا؟ آپ نے فرمایا۔ ہاں!"

اس حدیث شریف سے ثابت ہوا۔ کہ صدقات و خیرات کا ثواب میت کو پہنچتا ہے۔ تو کسی کو کپڑے بنا دیں، یا کسی کا قرض اتروا دیں۔ یا کسی غریب عیال دار کو آٹھ دس بوریاں گندم لے دیں۔ بہت سے سفید پوش بڑے تنگ دست ہوتے ہیں سوال نہیں کر سکتے۔ ان کی مدد کر دیں۔ الحاصل فقیروں مسکینوں غریبوں یتیموں بے آسرا بیواؤں پر بہ نیت ایصال ثواب خرچ کریں۔ مسجد کی تعمیر پر۔ اشاعتِ دین پر روپیہ صرف کریں۔ کسی شرعی مدّ پر انفاق ہو۔ میت کو ثواب پہنچتا ہے۔ اور اس کی سختیاں دور ہوتی ہیں۔ اس کے درجے بلند ہوتے ہیں۔ لیکن نمود و ریا اور بدعات سے بچنا شرط ہے۔ ورنہ نیکی برباد گناہ لازم آئے گا۔

اس کے علاوہ اولاد کے تمام نیک کاموں اور عبادتوں کا

ثواب والدین کو خود بخود پہنچتا رہتا ہے۔ اولاد نماز پڑھے، روزہ رکھے، حج کرے، زکوٰۃ دے۔ صدقات خیرات کرے، اذان دے قرآن پڑھے، وظائف پڑھے۔ غرض جو نیک کام کرے اللہ سب چیزوں کا ثواب بغیر اس کے کہے آپ والدین کو پہنچاتا رہتا ہے۔ کیونکہ اولاد، والدین کی سعی ہے۔ اور صدقہ جاریہ ہے۔ پھر اولاد کے ثواب میں کوئی کمی نہیں ہوتی۔ ان کو ہر عبادت اور نیکی کا پورا ثواب ملتا ہے۔ اللہ اپنے فضل سے اتنا ہی والدین کو پہنچا دیتا ہے۔ اس بات کی کوئی ضرورت نہیں۔ کہ اولاد ان عبادات اور نیکیوں کو بجا لا کر پھر بخشے بھی۔ ہاں اپنی عبادتوں وغیرہ کے سوا اگر ایصال ثواب کرنا چاہے۔ تو نیت کرے، مثلاً اپنا حج کر چکنے کے بعد ایصال ثواب کے لئے حج کر سکتا ہے۔ ایصالِ ثواب کی نیت سے قربانی دے سکتا ہے۔ نماز پڑھ سکتا ہے۔ روزہ رکھ سکتا ہے۔ صدقات خیرات کر سکتا ہے۔

دارقطنی میں ہے۔ کہ ایک شخص نے حضورؐ سے عرض کیا۔ میں والدین کی زندگی میں ان کے ساتھ نیکی اور احسان کرتا تھا۔ اب ان کے مرنے کے بعد ان کے ساتھ کیونکر نیکی کروں۔ آپ نے فرمایا۔ اپنی نماز کے ساتھ (یعنی علاوہ اپنی نماز کے) والدین کے (ایصال ثواب کے) لئے نماز پڑھ۔ اور اپنے روزہ کے ساتھ (یعنی فرضی روزوں کے علاوہ) والدین کے (ایصال ثواب کے) لئے روزہ رکھ۔"

معلوم ہوا۔ کہ میت کو نماز روزے کا ثواب پہنچتا ہے۔

بخاری شریف میں ہے۔ کہ ایک عورت نے حضورؐ سے عرض

کیا۔ کہ میری ماں نے حج کرنے کی نذر مانی تھی۔ لیکن بغیر حج کئے وہ فوت ہو گئی۔ کیا میں اس کی طرف سے حج کر سکتی ہوں؟۔ آپؐ نے فرمایا۔ ہاں اس کی طرف سے حج کر!"

معلوم ہوا۔ کہ میت کو حج کا ثواب بھی پہنچتا ہے۔

کیا قرآن پڑھ کر میت کو ثواب بخشنے سے پہنچتا ہے۔ یا نہیں؟۔

گزارش ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کے زمانے میں قرآن پڑھ کر میت کو ثواب بخشنے کا ثبوت صحیح حدیث سے نہیں ملتا۔ اس لئے اس مسئلہ میں ائمہ دین کے اندر اختلاف پایا جاتا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ تو قرآن کے ثواب پہنچنے کے قائل ہیں۔ اور امام شافعیؒ اور امام احمدؒ بن حنبلؒ وغیرہ کہتے ہیں۔ کہ نہیں پہنچتا۔ لیکن اجرت دے کر قرآن پڑھوانا کسی امام کے نزدیک درست نہیں ہے۔ دیکھئے شامی، اور دیگر کتب فقہ۔ پھر جو لوگ حافظوں اور ائمہ مساجد کو اکٹھا کر کے اجرت پر قرآن پڑھواتے ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ وغیرہ کے نزدیک درست نہیں۔ اور میت کو دفن کر کے تین دن قبر پر حافظوں کو بٹھا کر جو قرآن ختم کراتے ہیں۔ یہ بھی قطعاً جائز نہیں۔ بدعت ہے۔ مسلمان بھائیو! وہ کام دین کے اندر نہ کرو۔ جو حضورؐ نے نہیں کئے۔ نہ فرماتے ہیں۔ کیا حضورؐ کی، اور صحابہ کی زندگی میں بھی کسی قبر پر قرآن پڑھایا گیا تھا؟ ہرگز نہیں!۔

البتہ ایک بات قابل التفات ہے۔ کہ قرآن پڑھ کر اللہ کے آگے دعا کرے۔ "یا اللہ! جو کچھ میں نے پڑھا ہے۔ اس کا ثواب

فلاں کی روح کو پہنچا دے" اب اگر دعا قبول ہو گئی۔ تو ثواب پہنچ جائے گا۔ اگر دعا قبول نہ ہوئی۔ تو نہیں پہنچے گا۔ قاری تک ہی رہے گا۔ یعنی پڑھنے والے کے نامۂ اعمال میں تو لکھا ہی جائے گا۔

موتی کیلئے بخشش کی دعا

میت کے لئے (بدعات کی شکلوں مجلسوں۔ رسموں۔ رواجوں سے بچ کر) کسی وقت بھی بخشش کی دعا کرنا یقیناً مغفرت اور نجات کا بڑا ذریعہ ہے۔ حدیث میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:۔

اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَیُدْخِلُ عَلٰی اَھْلِ الْقُبُوْرِ مِنْ دُعَاءِ اَھْلِ الْاَرْضِ اَمْثَالَ الْجِبَالِ وَاِنَّ ھَدِیَّۃَ الْاَحْیَاءِ اِلَی الْاَمْوَاتِ الْاِسْتِغْفَارُ لَھُمْ۔ (مشکوٰۃ باب الاستغفار)

"تحقیق اللہ ضرور پہنچاتا ہے مُردوں کو بسبب زندوں کی دعا کے (ثواب) مانند پہاڑوں کے، اور بے شک تحفہ زندوں کا طرف مُردوں کے ان کے لئے استغفار کرنا ہے"

جس طرح زندوں کا اپنے لئے استغفار کرنا گناہوں کے پہاڑوں کو مٹا دیتا ہے۔ پاپوں کے جہنم کو سرد کر دیتا ہے۔ اسی طرح مُردوں کے لئے زندوں کا استغفار کرنا ان کے گناہوں کی بخشش کا بڑا بھاری ذریعہ ہے۔ حضورؐ پر نورؐ کے الفاظ کتنے قابلِ غور ہیں۔ کہ "اہلِ زمین اہلِ قبور کے لئے بخشش کی دعا مانگیں۔ تو اللہ قبروں والوں کو پہاڑوں کے مانند ثواب پہنچاتا ہے۔ اور زندوں کا تحفہ مُردوں کو ان کے لئے دعائے بخشش ہے"

معلوم ہوا۔ کہ موتی کے لئے سب سے بڑھ کر فائدہ پہنچانے والی

چیز دعائے بخشش ہے۔ صدقات خیرات کا ثانوی درجہ ہے۔ پھر جس اہل قبر کے لئے صدقات و خیرات بھی کئے جائیں۔ اور دعائے بخشش بھی کی جائے۔ اس کی مغفرت کا بڑا سامان ہو گیا۔

رسم قل۔ دسواں۔ چالیسواں۔ برسی

میت کے متعلق جو کچھ ہم نے اوپر بیان کیا ہے۔ یہاں تک تو سنت سے ثابت ہے۔ لیکن افسوس مسلمانوں نے غیر اسلامی رسموں کو اپنا کر انہیں دین کے نام سے رواج دے رکھا ہے۔ رسم قل (تیجا) دسواں۔ چالیسواں۔ برسی ۔ روح ملانے کا ختم وغیرہ۔

کوئی غریب مرے، امیر مرے، فقیر مرے، وزیر مرے۔ کوئی مرے، سب کی رسم قل ہوتی ہے۔ ہم اپنے بھائیوں سے سوال کرتے ہیں۔ کہ کیا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں کسی کی رسم قل کی؟ ۔ واللہ نہیں! ۔ حضورؐ کی وفات پر رسم قل ہوئی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ حضرت عمرؓ۔ حضرت عثمانؓ حضرت علیؓ حضرت امام حسنؓ۔ حضرت امام حسینؓ۔ حضرت فاطمہؓ حضرت عائشہؓ ۔ ایک لاکھ سے زائد صحابہؓ ہوئے ہیں۔ کسی کی رسم قل ہوئی ۔ واللہ باللہ نہیں! حضرت امام ابوحنیفہؒ۔ حضرت امام شافعیؒ۔ حضرت امام مالکؒ۔ حضرت امام احمد بن حنبلؒ کی رسم قل کا کہیں پتہ چلتا ہے؟ بخدا نہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی رسم قل؟ سلف صالحین میں سے کسی کی رسم قل؟ لَا واللہ! ۔ قرآن حدیث، سنت یا کسی فقہ کی کتاب میں رسم قل، تیجہ، دسواں،

چالیسواں۔ برسی وغیرہ۔ کرنے کا نام ونشان ملتا ہے؟ ربِّ ذوالجلال گواہ ہے۔ ہرگز نہیں! حضورؐ کے وقت سے لے کر آج تک مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں کسی کی رسم قل ہوئی ہو؟ دسواں چالیسواں ہُوا ہو؟ ۔ نہیں! ۔ کسی نے سرزمینِ عرب میں رسم قل کا نام سنا ہو؟ دسویں۔ چالیسویں کا لفظ کسی کی زبان سے نکلا ہو؟ نہیں! ۔ میرے بھائیو! پھر آپ بحیثیتِ مسلمان اللہ کو کیا جواب دیں گے؟ جو آپ نے اِن غیر اسلامی رسموں کو دین میں داخل کر رکھا ہے۔ اور اِس پر سختی سے کاربند ہیں۔

ہندو مرتے ہیں۔ تو ان کا چوتھا کرتے ہیں۔ کریا کرم کرتے ہیں۔ تیرھواں۔ پھر چالیسواں۔ اور برسی بھی کرتے ہیں۔ ان مواقع پر سب قسم کے کھانے، پھل، کپڑے اور برتن وغیرہ مجلس میں لائے جاتے ہیں۔ پھر پنڈت ان پر اشلوک پڑھ کر سب کچھ گھر لے جاتا ہے۔ یہی حال ہمارا ہے۔ کہ ہم اِن غیر اسلامی رسموں کو مناتے ہیں۔ اُن ہی کی طرح رسمِ قل، اور دسویں، چالیسویں پر کھانے، پھل، کپڑے وغیرہ ایک مجلس میں رکھتے ہیں۔ اور پھر ہمارے امام مسجد صاحب ان پر ختم کہہ کر سب چیزیں گھر لے جاتے ہیں۔

قل، دسواں، چالیسواں غیر اسلامی رسمیں ہیں

یہ ہیں غیر اسلامی رسمیں۔ جن کو ہم نے مذہب میں داخل کر لیا ہُوا ہے۔ اب ان کو بدعات کہا جائے گا۔ کہ بدعت کی تعریف ہے۔ مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَیْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ۔ (بخاری شریف) حضرت انورؐ فرماتے ہیں

جس شخص نے ہمارے امر یعنی شریعت میں کوئی نیا مسئلہ نکالا جس کا ہم نے کوئی حکم نہ دیا ہو۔ پس وہ نیا مسئلہ مردود ہے۔"

یہ رسمیں شریعت میں نیا مسئلہ ہی تو ہیں۔ کہ ان کو کارِ ثواب سمجھ کر عمل میں لایا جاتا ہے۔ اس لئے یقیناً بدعت ہیں۔ اور بدعت ہو کر قابلِ استرداد ہیں۔ اور بدعت پر عمل کرنے والے کے متعلق ارشاد نبویؐ ہوتا ہے۔

"اللہ تعالیٰ بدعتی کا نہ روزہ قبول کرتا ہے۔ نہ نماز۔ نہ زکوٰۃ و خیرات، اور نہ حج اور نہ عمرہ اور نہ جہاد۔" (ابن ماجہ)

اب آپ غور کریں۔ کہ نیا مسئلہ دین میں نکالنا کتنا خطرناک اور زبون ہے۔ کہ وہ مسئلہ بھی مردود اور مسئلہ نکالنے والا بھی مردود اس کا کوئی عمل ہی قبول نہیں۔

کتب فقہ میں یہ رسوم بدعت ہیں

برادران احناف آگاہ ہوں کہ حنفی مذہب میں بھی ان رسموں کو بدعت لکھا ہوا ہے۔ اس لئے احناف کرام کو اپنے حنفی اماموں، اور بزرگوں کے فتووں کی قدر کرنی چاہیئے اور ان پر عمل کرنا چاہیئے۔ کیونکہ یہ فتوے سنت کی روشنی میں حق ہیں۔

فتاویٰ بزازیہ میں ہے:۔

یکرہ اتخاذ الطعام فی الیوم الاول والثالث و بعد الاسبوع و نقل الطعام الی القبر فی المواسم و اتخاذ الدعوۃ لقرأۃ القرآن وجمع الصلحاء و

الفقراء للختم او لقرأة سورة الانعام او الاخلاص ۔ (فتاوی بزازیہ) ـــ" اور کھانا تیار کرنا (میت کا) پہلے دن (قبر پر لے جانے کے لئے) اور تیسرے دن (رسم قل پر) اور ہفتہ کے بعد (یعنی ہر جمعرات کو) اور (بعض دوسرے) موقعوں پر کھانا قبر پر لے جانا۔ اور (میت کے لئے) قرآن پڑھنے کی دعوت کرنا اور ختم کے لئے یا سورۂ انعام یا اخلاص پڑھنے کے لئے صلحاء اور فقراء کو اکٹھا کرنا (خدا اور رسولؐ کے نزدیک) مکروہ (ناپسند) ہے"

شرح المنہاج میں ہے:۔

والطعام فی الایام المخصوصۃ کا لثالث والخامس والتاسع والعاشر والعشرین والاربعین والشھر السادس والسنۃ بدعۃ ممنوعۃ" (شرح المنہاج)

"اور (میت کے لئے) مخصوص دنوں میں کھانا پکانا۔ جیسے تیجہ، پانچواں۔ ساتواں، دسواں، بیسواں، چالیسواں، ششماہی، اور برسی (کا ختم درود وغیرہ) بدعت ہے منع ہے"

فتح القدیر میں ہے:۔

یکرہ اتخاذ الضیافۃ من اھل المیت لانہ شرع فی السرور لا فی الشرور وھی بدعۃ مستقبحۃ" (فتح القدیر)

"میت کے گھر والوں کی طرف سے دعوت کرنا مکروہ ہے۔

کیونکہ دعوت خوشی کے موقعہ پر ہوتی ہے۔ نہ کہ غم کے موقعہ پر۔ پس یہ دعوتیں کرنا نہایت ہی بُری بدعت ہے۔"

معلوم ہُوا۔ کہ اہل میت کا دعوتیں کرنا۔ تیجے۔ دسویں۔ چالیسویں پر برادری اور احباب کو بلا کر کھانا کھلانا بہت بری بدعت ہے، یہ حنفی مذہب کا فتویٰ ہے۔ حنفی مذہب کا دعویٰ کرنے والے امام مسجدوں اور عالموں کو چاہیئے۔ کہ ایسے فتوے لوگوں کو بتائیں۔ اور انہیں رسم قل۔ دسویں۔ چالیسویں۔ اور برسیوں سے منع کریں۔ کہ یہ سب بدعات ہیں۔ اور بدعت کے متعلق حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

كُلُّ بِدْعَةٍ ضَلَالَةٌ وَكُلُّ ضَلَالَةٍ فِي النَّارِ۔

"ہر بدعت گمراہی ہے۔ اور ہر گمراہی دوزخ میں ہے۔"

میّت کے گھر کا کھانا

میت کے گھر جمع ہو کر کھانا کھانے کے متعلق ایک حدیث بھی ملاحظہ فرمائیں۔

صحابہؓ کہتے ہیں۔

كُنَّا نَعُدُّ الْاِجْتِمَاعَ اِلٰى اَهْلِ الْمَيِّتِ وَصَنْعَةَ الطَّعَامِ بَعْدَ دَفْنِهٖ مِنَ النِّيَاحَةِ ط (مسند احمد)

"ہم صحابہؓ اہل میت کے گھر جمع ہونا اور ان کا کھانا کھانا نوحہ میں شمار کرتے تھے۔ یعنی نوحہ کی مانند اسے حرام جانتے تھے۔" (مسند احمد)

پھر برادری اور احباب جو دسویں، چالیسویں پر میت والوں کے گھر جمع ہو کر کھانا کھاتے ہیں۔ صحابہ کرام کے مذکورہ ارشاد کے

مطابق یہ کھانا حرام نہیں ہے؟ اور فقہار کے فتووں کی رو سے مکروہ اور بدعت نہیں ہے؟ پھر کھانے سے باز کیوں نہیں آتے؟

بوڑھے آدمی کی موت پر روٹی پھر کسی بوڑھے آدمی کے مرنے پر جو اہلِ میت زردہ پلاؤ پکا کر برادری اور دوستوں کی دعوت کرتے ہیں۔ اور یہ سب لوگ جا کر بالکل بیاہ شادی کے کھانے کی طرح ضیافت اڑاتے ہیں، یہ کھانا ان کے لئے کس طرح جائز ہُوا؟ میت کا کھانا۔ کھائے برادری۔ استغفراللہ! اور پھر نمود و ریا کا کھانا۔ ثم استغفراللہ! خوب ایصالِ ثواب ہو رہا ہے۔ میت کے لئے۔ ؎

چمن میں لاکھ نشیمن سہی، یقین ہے مگر
گرے گی برق ہمارے ہی آشیانے پر (نسیم)

ایصالِ ثواب تو اس طرح تھا۔ کہ بغیر دکھلاوے اور ریا کے فقیروں، مسکینوں، اور بھوکوں ننگوں، کے پیٹ میں کھانا ڈالا جاتا اور ثواب ثابت ہوتا۔ پھر میت کو پہنچتا۔ یہاں تو واہ واہ کے ڈونگرے گھر والوں پر برس کر رہ گئے۔ نیکی برباد گناہ لازم آیا۔

دو میّتوں کی ضیافتیں ایک سچا واقعہ عبرت کے لئے ملاحظہ فرمائیں۔ کہ ایک بڑے امیر کبیر آدمی کا بوڑھا باپ فوت ہو گیا۔ اس نے اپنے باپ کی روٹی کی۔ اس طرح کہ تین دن دیگیں پکتی رہیں۔ اور رات دن لوگ کھانا کھاتے رہے۔ چوتھے دن اس نے کہا۔ کہ میں نے اپنی اس کرنی کو تالا لگا دیا ہے۔ دیکھوں گا کون اس تالے کو کھولے گا؟ (یعنی میرے

مقابلہ میں کوئی بھی اتنا بڑھ چڑھ کر کھانا نہیں کھلا سکے گا)۔
چھ ماہ کے بعد ایک اور بڑے مالدار شخص کی ماں مرگئی۔ اس کے ہاں چار دن دیگیں پکتی رہیں۔ اور لوگ کھاتے رہے۔ اس نے کہا دیکھ لو۔ میں نے جوتی سے تالا کھولا ہے۔ ایک نیک پرہیزگار بوڑھے آدمی نے اپنی برادری کا یہ پرانا واقعہ ہمیں سنایا۔ اب آپ ہی بتائیں۔ کہ مسلمان کدھر جا رہے ہیں؟
یہ تو پرانی اور بڑی جہالت کی بات ہے۔ آج تہذیب، شعور اور عقل و سائنس کے دور میں بھی پڑھے لکھے گھرانوں میں رسمِ قل تو ضرور ہوتی ہے۔ اور اخباروں میں رسم قل کی تاریخ کا اعلان ہوتا ہے۔ دسویں اور چالیسویں سے بھی کسی کو چھٹکارا نہیں۔ اللہ جزائے خیر دے علامہ اقبالؒ کو۔ وہ ٹھیک کہہ گئے ہیں۔ ؎

مسلم از سرِّ نبیؐ بے گانہ شد
باز ایں بیت الحرم بت خانہ شد

مسلمان اپنے پیغمبر کی تعلیم سے بے گانہ ہو گئے ہیں۔ اسوۂ خیر الوریٰؐ سے انہیں کوئی تعلق نہیں رہا ہے۔ یہ بیت الحرم پھر بت خانہ بن گیا ہے۔ یعنی مسلمانوں نے لات و منات کو پھر سینے سے لگا لیا ہے۔ ؎

نُرَقِّعُ دُنْیَانَا بِتَمْزِیْقِ دِیْنِنَا!
فَلَا دِیْنُنَا یَبْقٰی وَلَا مَا نُرَقِّعُ

"ہم نے دین کی چادر پھاڑ کر دنیا کی چادر کو پیوند لگائے

مگر افسوس کہ نہ دین رہا۔ اور نہ وہ جسے پیوند لگایا
یعنی نہ دنیا رہی۔

کھانے پر ختم پڑھنا

یہ جو کھانا سامنے رکھ کر ہاتھ اٹھا کر دعا مانگتے ہیں۔ جسے ختم دینا یا ختم پڑھنا کہتے ہیں۔ یہ نہ تو حضور نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ نہ صحابہ رضؓ سے، نہ تابعینؒ سے۔ نہ تبع تابعینؒ۔ نہ ائمہ اربعہؒ سے۔ پس یہ بھی گھریلو مسئلہ ہے۔ چند کھانے پینے کی چیزیں اور کپڑے وغیرہ لینے کے لئے یہ ختم ایک قسم کی مُہر ہے۔ جب تک امام مسجد صاحب کے ہاتھ سے یہ مُہر ان کھانوں پر نہ لگے گی۔ کھانوں کا ثواب میت تک نہیں جائے گا۔ پھر یہ ختم دینا حنفی فقہ میں بھی کہیں نہیں ہے۔ چند روز کی زندگی ہے۔ اللہ سے ڈر جاؤ۔ اور ایسے خانہ ساز مسئلے جاری کرکے دین اسلام پر حرف نہ لاؤ۔ کہ اسلام نامکمل تھا؟ آپ نے اسے مکمل کیا ہے!

جمعرات کو ختم دلاؤ

پھر کہا جاتا ہے۔ کہ ہر جمعرات کو روحیں آتی ہیں۔ اس لئے اچھے اچھے کھانے پکا کر ختم دلاؤ۔ چنانچہ گوشت۔ حلوا۔ پلاؤ وغیرہ پکا کر مسجد میں بھیجتے ہیں ختم کے لئے۔ آپ اپنے زندہ ضمیر یا ایمان سے پوچھ کر جواب دیں۔ کہ جمعرات حضور پر نورؐ کے وقت بھی آتی تھی۔ یا نہیں؟ جمعہ تو حضورؐ پڑھاتے ہی تھے۔ معلوم ہوا۔ جمعرات ضرور آتی تھی۔ کیا حضورؐ نے بھی کسی جمعرات کو ختم دیا تھا۔ یا کہا تھا۔ کہ روحیں آتی ہیں۔ ختم دلاؤ۔ کیا کسی صحابی

نے بھی جمعرات کو ختم دیا۔ یا دلایا تھا۔ ائمہ اربعہؒ نے بھی جمعرات کے ختم کے بارے میں کچھ ارشاد فرمایا ہے؟۔ جب ان نیک پاک لوگوں نے یہ کام نہیں کیا تھا۔ تو آپ ان سے کیوں آگے بڑھ کر یہ کام کر رہے ہیں۔ صرف آٹھویں روز اچھے اچھے کھانوں کی خاطر جمعرات کا ختم نکالا ہوا ہے؟۔

روحیں دُنیا میں نہیں آتیں

حقیقت یہ ہے کہ ہرگز روحیں دنیا میں نہیں آتیں۔ روحوں کے آنے کے متعلق یا اللہ قرآن میں خبر دے۔ یا اس کا سچا رسولؐ حدیث میں فرمائے۔ تب صحیح ہے۔ لیکن یہاں تو اللہ اس کے برعکس ارشاد فرماتا ہے:۔

وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ (پ۱۸ ع ۶)

"اور لوگوں کے (مرے) پیچھے (ایک عالم) برزخ ہے۔
(رہیں گے یہاں) اُس دن تک کہ اٹھائے جائیں گے"

یعنی جو اس جہان سے گیا۔ وہ قیامت تک برزخ میں رہے گا۔ یہاں لوٹ کر نہیں آئے گا۔ اب آپ فیصلہ کرلیں۔ کہ اللہ کی بات سچی ہے یا ان لوگوں کی جو جمعرات کی روٹی کے لئے کہتے ہیں کہ روحیں لوٹ کر آتی ہیں۔ کھانے پکاؤ۔ ختم دلاؤ۔ ہر مسلمان کا یہ پختہ عقیدہ ہے۔ کہ نیک لوگوں کی روحیں علیین میں ہیں۔ پھر وہ اس آرام کو چھوڑ کر اس دنیا کے دون میں کیا کرنے آئیں گی؟ اور جو بُرے لوگ ہیں۔ ان کی روحیں سجّین میں ہے۔ کون ان کو اُس جیل سے "نکلنے" دیتا ہے۔ کہ دنیا کی سیر کو آئیں۔

بزرگوں کی روحیں حاضر ناظر نہیں

بعض کہتے ہیں۔ کہ بزرگوں کی روحیں حاضر ناظر ہوتی ہیں۔ مدد کرتی ہیں۔ یہ عقیدہ تو سخت گندہ بلکہ کفریہ اور شرکیہ ہے۔ فقہ حنفی میں اس عقیدہ کو شرک سے تعبیر کیا گیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

مَنْ قَالَ اَرْوَاحُ الْمَشَائِخِ حَاضِرَۃٌ تَعْلَمُ یَکْفُرُ۔ (فتاویٰ بزازیہ)

"جو شخص یہ عقیدہ رکھے۔ کہ بزرگوں کی روحیں حاضر ناظر ہیں۔ (اور حالات) جانتی ہیں۔ وہ کافر ہو جاتا ہے"!

یَزْعُمُوْنَ اَنَّ رُوْحَهٗ یَجِیْئُ وَحَاضِرٌ فَزَعْمُهُمْ بَاطِلٌ بَلْ هٰذَا الْاِعْتِقَادُ شِرْكٌ وَقَدْ مَنَعَ الْاَئِمَّةُ الْاَرْبَعَةُ عَنْ مِثْلِ هٰذَا۔ (تحفۃ القضاۃ)

"بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی روح حاضر ناظر ہے۔ (سنو!) ان کا یہ عقیدہ باطل ہے۔ بلکہ شرک ہے۔ ائمہ اربعہؒ نے اس سے منع کیا ہے"!

یہ ہے فتویٰ حنفی مذہب کا۔ لیکن حنفی کہلانے والے حضورؐ کو حاضر ناظر سمجھتے ہیں۔ ان کی روح کے لئے قیام کرتے ہیں۔ کھانے پکاتے اور ختم دلاتے ہیں۔ بھولے بھالے سادہ لوح مسلمان ہتّے چڑھے ہوتے ہیں۔ یہ مولوی لوگ ان کے ایمانوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ جس کھڈ، کھوہ، غار۔ اور "تاریک وادی میں چاہتے ہیں۔ انہیں لئے پھرتے ہیں۔ اور مرضی کی حجامت کرتے ہیں۔ ٭

یہی شیخ حرم ہے جو چرا کر بیچ کھاتا ہے
گلیم بوذر و دلق اویس و چادر زہراؓ (اقبالؒ)

ہم پھر آپ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں۔ کہ ایصالِ ثواب کا کوئی منکر نہیں۔ انکار تو ان کفریہ شرکیہ عقیدوں سے ہے اور ان بدعتوں اور غیر اسلامی رسموں سے۔ ایصالِ ثواب کی نیت سے ہزاروں روپے آپ خیرات کریں۔ مسجدوں پر لگائیں۔ غربا اور مساکین پر خرچ کریں۔ رفاہ عامہ کے کاموں، مذہبی مدرسوں دینی لٹریچر کی اشاعت، اور تبلیغ دین پر خرچ کریں۔ ثواب پہنچے گا۔ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۔" اور گھروں میں ان کے دروازوں سے"

روح ملانے کا ختم

ننگِ اسلام مسلمانوں میں یہ غیر اسلامی عقیدہ بھی پایا جاتا ہے۔ کہ جو شخص شب برات سے قبل مرجاتا ہے۔ اس کی روح روحوں میں نہیں ملتی۔ آوارہ بھٹکتی رہتی ہے۔ پھر جب شب برات آتی ہے۔ تو روح کو روحوں میں ملانے کا ختم دلایا جاتا ہے۔ ہر قسم کے کھانے، میوے پھل، کپڑے وغیرہ مجلس میں رکھ کر امام مسجد صاحب ختم پڑھتے ہیں۔ اور روح کو روحوں میں ملا دیتے ہیں۔ اور کھانے، میوے پھل، کپڑے وغیرہ اٹھا کر گھر لے جاتے ہیں۔ میت کے گھر والے شکر کرتے ہیں۔ کہ ان کے مرنے والے عزیز کی روح روحوں میں شامل ہو گئی ہے۔ اگر نہ ہوتی۔ تو اس کی بد دعا سے گھر والوں پر تباہی آئی تھی۔ ع

یہ مسلماں ہیں جنہیں دیکھ کے شرمائیں ہنود

رُوح ملانے کا ایک واقعہ

ایک گاؤں میں روح کو روحوں میں ملانے کا ختم دلایا گیا۔ اس کا حال سنئے۔ اور مسلمانوں کی سادہ لوحی اور دین ناآشنائی پر روئیے۔ اس گاؤں کا ایک بڑا مالدار چوہدری فوت ہو گیا۔ جب شب برات آئی۔ تو بڑی دُھوم دھام سے چوہدری کی اولاد نے روح ملانے کے ختم کا اہتمام کیا۔ کپڑوں کے دس بارہ جوڑے۔ پاپوش کے بھی اتنے ہی۔ انواع و اقسام کے کھانے، بہت سے برتن۔ وغیرہ ختم میں رکھے گئے۔ اور برادری اکٹھی ہوئی۔ امام مسجد صاحب نے ختم کہنا شروع کیا۔ جب ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی۔ تو ہاتھوں کو منہ پر پھیرنے کی بجائے انہیں یونہی چھوڑ دیا۔ اور ایک لمبا سانس لے کر کہا۔ آہ!۔ روح روحوں میں ملنا نہیں چاہتی۔ یہ سن کر چوہدری کے سب گھر والے گھبرا گئے اور کہنے لگے۔ کہ اب کیا بنے گا۔ اگر رُوح روحوں میں نہ ملی۔ تو ہم پر کوئی وبال آجائے گا۔ میاں جی! جس طرح ہو سکتا ہے۔ روح کو ملا دو۔ روحوں سے۔ میاں جی نے پھر بہت کچھ پڑھا۔ اور ہاتھ اٹھا کر منہ پر نہ پھیرے۔ یونہی چھوڑ دیئے۔ روح روحوں میں نہیں ملنا چاہتی۔ میاں جی نے کہا۔ سب گھر والے سب پریشان ہو گئے اور رو کر کہنے لگے۔ میاں جی! خدا کے واسطے روح ملانے کی کوشش کرو۔ پھر میاں جی نے کچھ پڑھا۔ اور آسمان کی طرف دیکھا۔ اور کہا۔ کہ چوہدری صاحب کی روح کہتی ہے۔ کہ اس ختم میں جب تک بھینس لا کر نہ رکھو گے۔ میں روحوں میں نہیں ملوں گی۔ پھر

والے بھینس بھی کھول کر لے آئے۔ اور اسے ختم کی دوسری چیزوں میں شامل کر دیا۔ اب کے میاں جی نے دعا کے لیئے ہاتھ اٹھائے اور جلد ہی خوشی سے منہ پر پھیر کر کہا۔ مبارک ہو۔ روح روحوں میں مل گئی ہے۔ گھر والے بڑے خوش ہوئے۔ اور ختم کی سب چیزیں اٹھا کر مع بھینس میاں جی کے گھر چھوڑ آئے۔ قرآن نے سچ کہا ہے :۔

یَاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَ الرُّھْبَانِ لَیَاْکُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ۔ (پ ع ۱۱) ۔ " مسلمانو! (سنو!) یقیناً بہت سے علماء اور مشائخ لوگوں کے مال کھا جاتے ہیں۔ ساتھ جھوٹ کے اور روکتے ہیں راہِ خدا سے "

عیسائیوں کی پاپائیت، ہندوؤں کی برہمنیت۔ اور مسلمانوں کی ملائیت ۔ تینوں کا ایک ہی مزاج ہے۔ عوام جاہل ہیں ۔ انہیں ہانکے جاؤ۔ اور عوام ہیں۔ کہ روشنیٔ علم کے اِس دَور میں بھی آنکھ موندے ہوئے ہیں۔ دنیا کے سب کاموں میں بڑے کاَیاں ہیں۔ لیکن دین کے امور میں لکیر کے فقیر ہیں۔ ملائیت کے شکنجے میں کسے ہوئے ہیں۔ کراہتے تک نہیں!

پس یہ رسم قل، دسواں، چالیسواں، برسی، روح ملانے کا ختم وغیرہ غیر اسلامی رسمیں ہیں۔ اور بدعت ہیں۔ مسلمان بھائیو! ان سے بال بال بچو۔ ایصالِ ثواب سے آپ کو کوئی منع نہیں کرتا۔ بلا تعیین زمان و مکان آپ صدقات و خیرات کر سکتے ہیں۔ انشاء اللہ ثواب پہنچے گا۔

جنازہ غائبانہ

مسلمان بھائی کی آخری خیر خواہی، اور ہمدردی یہ ہے۔ کہ اس کی میت پر نماز جنازہ پڑھی جائے۔ اور اس میں اس کی بخشش، اور مغفرت کے لئے خلوص سے دعائیں کی جائیں۔ حدیث پیچھے گزر چکی۔ کہ زندوں کی دعا کے سبب اللہ مرنے والے کو پہاڑوں کے برابر ثواب پہنچاتا ہے۔ اور یہ دعائے بخشش زندوں کی طرف سے مُردوں کو تحفہ ہے۔

پھر اگر کوئی شخص اپنے شہر سے باہر فوت ہو جائے۔ اور اس کا جنازہ پڑھنے کا موقع نہ مل سکے۔ تو اس کا جنازہ غائبانہ پڑھ سکتے ہیں۔ یعنی میت موجود نہیں۔ تو صفیں بنا کر امام، میّت موجود کی طرح نماز جنازہ پڑھا دے۔ گویا جنازہ غائبانہ جائز اور مشروع ہے۔

نجاشیؓ مسلمان ہوگیا

جب کافروں نے مسلمانوں کو مکہ میں سخت ایذا دی۔ تو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو حکم دیا۔ کہ نجاشیؓ کے ملک حبشہ میں چلے جائیں۔ چنانچہ مسلمان وہاں چلے گئے۔ نجاشیؓ نے ان کی خوب آؤبھگت کی۔ بلکہ خود بھی مسلمان ہو گیا۔ ابوداؤد میں ہے۔ کہ نجاشی نے کہا۔ میں گواہی دیتا ہوں اس بات کی کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وسلم وہ شخص ہیں۔ جن کی بشارت دی تھی عیسیٰ ابن مریمؑ نے۔ پھر کہا۔ وَلَوْ لَا مَا اَنَا فِيْهِ مِنَ الْمُلْكِ لَاَتَيْتُهٗ حَتّٰى

اَحۡمِلَ نَعۡلَیۡہِ ۔" اگر میں سلطنت کے کاموں میں مشغول نہ ہوتا۔ تو میں ان کی خدمت میں حاضر ہوتا۔ اور ان کی جوتیاں اٹھاتا۔"

رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم مدینہ منورہ میں تھے۔ اور حضرت نجاشیؓ[1] حبشہ میں فوت ہو گئے۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے حضورؐ کو نجاشی کے مرنے کی خبر کر دی۔ چنانچہ رجب ۹ھ میں جس دن نجاشی فوت ہوئے۔ آپؐ صحابہؓ کو ساتھ لے کر عیدگاہ کی طرف تشریف لے گئے۔ اور نجاشی کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھی۔

نجاشی کا جنازہ غائبانہ

جنازہ بخاری شریف میں حضرت ابی ہریرۃؓ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں:۔

اَنَّ رَسُوۡلَ اللہِ صَلَّے اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ نَعَی النَّجَاشِیَّ فِی الۡیَوۡمِ الَّذِیۡ مَاتَ فِیۡہِ وَخَرَجَ بِھِمۡ اِلَی الۡمُصَلّٰی فَصَفَّ بِھِمۡ وَکَبَّرَ عَلَیۡہِ اَرۡبَعَ تَکۡبِیۡرَاتٍ ہ (بخاری شریف)

" رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نجاشیؓ کی موت کی خبر سنائی۔ جس دن نجاشیؓ کا انتقال ہوا۔ اور لوگوں کو عیدگاہ کی طرف لے گئے۔ ان کی صفیں قائم کیں۔ اور اس پر چار تکبیریں کہیں۔"

صحیح مسلم میں بھی کئی روایتیں ہیں:۔

حضرت جابر بن عبداللہ کہتے ہیں۔ کہ ایک روز رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ آج خدا کا نیک بندہ اصحمہؓ مرگیا ہے

---

[1] اصحمہ شاہ حبشہ کا نام ہے۔ اور نجاشی لقب تھا۔ جس طرح عزیز مصر، قیصر روم کسریٰ فارس۔ خاقان چین۔

پھر حضورؐ نے ہم کو نجاشی کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔ (مسلم)

حضرت ابوہریرہ رضؓ کہتے ہیں۔ جس روز نجاشی شاہِ حبش کا انتقال ہوا۔ اسی روز حضور والاؐ نے ہم کو اطلاع دی۔ اور فرمایا۔ اپنے بھائی کے لئے مغفرت کی دعا کرو۔ اور (پھر دعائے مغفرت کے لئے) عیدگاہ میں تشریف لے جا کر صف بندی کر کے لوگوں کو (جنازہ کی غائبانہ) نماز پڑھائی۔ اور چار تکبیریں کہیں۔ (صحیح مسلم)

ابن ماجہ میں ہے۔ صَلُّوْا عَلٰی اَخٍ لَّکُمْ مَاتَ بِغَیْرِ اَرْضِکُمْ۔ "اپنے بھائی (نجاشی) پر نماز جنازہ پڑھو۔ جو دوسرے ملک میں فوت ہو گیا ہے"

حضرت نجاشی رضؓ کے غائبانہ جنازہ کی حدیث بخاری۔ مسلم۔ ابوداؤد۔ ابن ماجہ۔ ترمذی۔ نسائی۔ امام مالک۔ امام محمد۔ اور بیہقی نے روایت کی ہے۔ اور ابن حزمؒ محلی میں۔ اور امام شافعیؒ کتاب الامام میں لائے ہیں۔ اور بالاتفاق صحیح ہے۔ کسی نے اس پر جرح نہیں کی۔ کسی کو کلام نہیں۔ گویا حدیث پاک کی صحت کا آفتاب نصف النہار پر ہے۔

امام نوویؒ شارح صحیح مسلم فرماتے ہیں:۔

فِیْہِ دَلِیْلٌ لِّلشَّافِعِیِّ وَ مُوَافِقِیْہِ فِی الصَّلٰوۃِ عَلَی الْمَیِّتِ الْغَائِبِ۔ (صحیح مسلم)

"یہ حدیث دلیل ہے امام شافعیؒ اور ان کے ہم خیالوں کے لئے کہ نماز جنازہ غائبانہ جائز ہے"

علامہ حافظ ابن قیمؒ لکھتے ہیں:۔

وَصَحَّ عَنْهُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ صَلّٰى عَلَى النَّجَاشِيِّ صَلٰوتَهٗ عَلَى الْمَيِّتِ ۔ (زاد المعاد)

رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم کی صحیح حدیث سے ثابت ہے۔ کہ حضور والاؐ نے نجاشی رضؓ پر بالکل اسی طرح نماز پڑھی۔ جس طرح میت پر پڑھتے ہیں۔"

حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں :-

وَاسْتُدِلَّ بِهٖ عَلٰى مَشْرُوْعِيَّةِ الصَّلٰوةِ عَلَى الْمَيِّتِ الْغَائِبِ عَنِ الْبَلَدِ وَبِذٰلِكَ قَالَ الشَّافِعِيُّ وَاَحْمَدُ وَجُمْهُوْرُ السَّلَفِ حَتّٰى قَالَ ابْنُ حَزْمٍ لَمْ يَأْتِ عَنْ اَحَدٍ مِّنَ الصَّحَابَةِ مَنْعُهٗ ۔ (فتح الباری)

"اس حدیث کی دلیل سے شہر سے غائب میت پر نماز جنازہ پڑھنے پر استدلال کیا گیا ہے۔ اور امام شافعیؒ ۔ امام احمدؒ۔ اور جمہور سلف کا یہی قول ہے ۔ اور امام حزمؒ نے یہاں تک کہہ دیا ہے۔ کہ کسی ایک صحابی سے بھی ممانعت نہیں آئی "

جب ثابت ہوا۔ کہ حضرت نجاشیؓ کا جنازہ غائبانہ حضورؐ نے پڑھا۔ تو امت کے لئے غائبانہ جنازہ کا جواز ثابت ہو گیا۔ اور اسی حدیث کی دلیل سے امام شافعیؒ۔ اور امام احمد بن حنبلؒ جیسے عظیم مجتہد، اور جمہور ائمہ سلفؒ، اور تمام محدثین جنازہ غائبانہ کی مشروعیت کے قائل ہیں۔

نجاشیؓ کا جنازہ پڑھنا حضورؐ کے خصائص سے نہ تھا جو لوگ

غائبانہ جنازہ کے قائل نہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ کہ نجاشی رض کا جنازہ پڑھنا رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم کے ساتھ خاص تھا۔ کوئی دوسرا نہیں پڑھ سکتا۔

گذارش ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خود کیوں نہ فرما دیا۔ کہ یہ جنازہ میرے ساتھ خاص ہے۔ کوئی دوسرا نہ پڑھے۔ جب کہ بعض خاص امر حضورؐ نے بتا بھی دیئے تھے۔ جیسا کہ روزہ طے خود رکھا۔ اور صحابہؓ کو منع فرما دیا۔ بخاری مسلم میں حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم نے روزہ طے رکھنے سے منع کیا۔ ایک شخص نے کہا اِنَّکَ تُوَاصِلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ۔ حضورؐ! آپ روزہ طے رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کون ہے تم میں میرے مانند (روزہ طے رکھنے میں)، کہ میرا رب مجھے (روحانی غذا) کھلاتا، اور پلاتا ہے۔"

معلوم ہوا۔ وصال فی الصوم حضور کے ساتھ خاص تھا۔ دوسرا نہیں رکھ سکتا۔

پھر بیک وقت چار سے زیادہ بیویاں نکاح میں رکھنا۔ حضورؐ کے ساتھ خاص تھا۔ کسی دوسرے کے لئے نہیں۔

پھر ایک اور امر حضورؐ کے ساتھ خاص ہے۔ قرآن میں آتا ہے:۔

وَامْرَاَۃً مُّؤْمِنَۃً اِنْ وَّھَبَتْ نَفْسَھَا لِلنَّبِیِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنْ یَّسْتَنْکِحَھَا ق خَالِصَۃً لَّکَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ۔

"اور (حلال کی تیرے لئے) عورت ایمان والی اگر بخش دے یعنی بغیر مہر کے اپنی جان واسطے نبی کے اگر ارادہ کرے

بنی اس سے نکاح کرنے کا۔ (یہ امر) خاص تیرے ہی لئے ہے۔ سوائے مسلمانوں کے" (پ ۲۲ ع ۳)

غور کیا آپ نے اس طرح کا نکاح حضورؐ کے ساتھ خاص ہے۔ اور مسلمانوں کو اس سے منع کر دیا ہے۔ خصوصیت کی دلیل آ گئی، اسی لئے اہل اصول نے تصریح کر دی ہے۔ الخصوصیۃ لا تثبت الا بدلیل۔ خصوصیت بغیر دلیل کے ثابت نہیں ہوتی۔

وصال فی الصوم۔ چار عورتوں سے زائد عورتیں نکاح میں رکھنا نکاح بلا مہر۔ ہم نے حضورؐ کے خصائص سے مان لیا ہے۔ لیکن دلائل سے مانا ہے۔ اس بات پر کیا دلیل ہے۔ کہ نجاشی کا جنازہ پڑھنا صرف حضورؐ کے ساتھ خاص تھا؟

پس اگر نجاشیؓ کا جنازہ غائبانہ آپ کے ساتھ خاص ہوتا تو حضورؐ خود فرما دیتے۔ کہ میرے ساتھ خاص ہے۔ تم نہ پڑھنا۔ چونکہ نہیں فرمایا۔ لہذا آپ کے ساتھ خاص نہ رہا۔ دوسرے پڑھ سکتے ہیں۔

پھر اگر حضورؐ کے ساتھ خاص ہوتا۔ تو صحابہ کو شریکِ جنازہ نہ کرتے کیونکہ کسی دوسری خصوصیت میں صحابہ شریک نہیں ہوئے۔ جنازہ میں شریک ہوئے۔ لہذا یہ جنازہ آپ کے خصائص سے نہ ہوا۔

پھر مانعین جنازہ غائبانہ یہ بھی کہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے۔ کہ حبش سے جنازہ آپ کے آگے لا کر رکھ دیا گیا ہو۔ یا آپ کے سامنے نجاشی کی روح حاضر کر دی گئی ہو۔ یا ہو سکتا ہے۔ کہ حجاب اٹھ گیا ہو۔ اور حضورؐ نجاشی کی نعش کو دیکھ رہے ہوں۔

قارئین کرام یاد رکھیں۔ کہ شک۔ ظن۔ تخمین اور وہم سے دینی امر ثابت نہیں ہو سکتا۔ بلکہ دلیل محکم سے امر دین ثابت ہوتا ہے۔ محض یہ کہہ دینا۔ کہ ہو سکتا ہے۔ جنازہ حضورؐ کے سامنے لا کر رکھ دیا ہو۔ کوئی دلیل نہیں ہے۔ اگر خصوصیت ہے۔ تو خصوصیت کے لئے بھی دلیل، ہونی چاہیئے۔ باقی رہا ہو سکنا۔ سو عرض ہے۔ کہ اللہ سے کیا نہیں ہو سکتا۔ لیکن سوال یہ ہے۔ کہ ایسا ہونا دلیل سے ثابت تو ہو۔ نہ حضورؐ نے فرمایا کہ جنازہ میرے سامنے لا کر رکھا گیا۔ نہ صحابہؓ نے بیان کیا۔ کہ ہم نے نجاشی کا جنازہ دیکھا۔ پھر کیسے مان لیں۔ کہ جنازہ حاضر کر دیا گیا تھا۔

اور اگر جنازہ حبش سے مدینہ منورہ میں حضورؐ کے سامنے لا کر رکھ دیا جاتا۔ تو یہ حضورؐ کا معجزہ ہوتا۔ اور اس امر کو حدیث کی تمام کتابوں کے اندر باب المعجزات میں بیان کیا جاتا۔

ایسے ہی یہ کہنا کہ ہو سکتا ہے۔ نجاشی کی روح حاضر کر دی گئی ہو۔ یا حجاب اٹھ گیا ہو۔ یہ سب توجیہات باردہ اور عذر لنگ ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا۔ کہ جنازہ میرے سامنے لایا گیا۔ نہیں فرمایا۔ کہ روح حاضر کی گئی۔ نہیں فرمایا۔ کہ حجاب اٹھا دیا گیا۔ پھر آپ نے یہ باتیں کیوں بنالی ہیں ؟

باتیں نہیں بنانی چاہیئں

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے مسئلہ سن کر باتیں نہیں بنانی چاہئیں بلکہ عمل کرنا چاہیئے۔ نسائی شریف میں حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اے

لوگو! اللہ نے تم پر حج فرض کیا ہے۔ ایک شخص اقرع بن حابسؓ نے پوچھا۔ کیا حج ہر سال فرض ہے؟ آپؐ نے فرمایا۔ اگر میں ہاں کہتا۔ تو (ہر سال) فرض ہو جاتا۔ (سنو!) حج (عمر میں) ایک ہی بار فرض ہے۔

اقرع حابسؓ کا پوچھنا بھی نامناسب تھا۔ کیونکہ اگر حج ہر سال فرض ہوتا۔ تو حضورؐ آپ ہی ہر سال کا لفظ فرما دیتے۔ لیکن نہیں فرمایا۔ جب نہیں فرمایا۔ تو حج ہر سال فرض نہیں ہے۔ ایسے ہی نجاشی کے جنازہ میں اگر خصوصیت ہوتی۔ اگر جنازہ حاضر ہوتا، روح آئی ہوتی۔ یا حجاب اٹھ گیا ہوتا۔ تو فرما دیتے۔ کہ یہ جنازہ پڑھنا میرے ساتھ خاص ہے۔ تم نہ پڑھنا۔ جب نہیں فرمایا۔ تو غائبانہ جنازہ جائز ہوا۔ امت کے لوگوں کو فرقے کی حمایت میں قیل قال نہیں کرنی چاہیئے۔ حضورؐ اسوۂ حسنہ ہیں۔ ایک کام آپ نے کیا۔ دوسروں کو منع نہیں کیا۔ پس امت وہ کام بخوشی کرے۔ مشروع ہے۔

حضرت عمران بن معین رضؓ سے روایت ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تمہارا بھائی نجاشی رضؓ مرگیا۔ کھڑے ہو اور اس پر نماز پڑھو۔ فَقُمْنَا۔ پھر ہم صحابہ رضؓ کھڑے ہوئے۔ فَصَفَفْنَا عَلَيْهِ كَمَا يُصَفُّ عَلَى الْمَيِّتِ۔ پس صفیں باندھیں ہم نے جیسے میت پر باندھتے ہیں۔ وَ صَلَّيْنَا عَلَيْهِ كَمَا نُصَلِّي عَلَى الْمَيِّتِ۔ اور نماز پڑھی ہم نے اس پر جیسے میّت پر پڑھتے ہیں۔

(نسائی شریف۔ ترمذی شریف)

اس حدیث سے تو صاف واضح ہو گیا۔ کہ نجاشی کی میت غائب تھی۔ حاضر نہ تھی۔ کیونکہ صحابہؓ کہتے ہیں۔ کہ ہم نے نجاشی کی نماز کے لئے اس طرح صفیں بنائیں۔ جس طرح حاضر میت کے لئے بنائی جاتی ہیں۔ معلوم ہوا۔ نجاشی کی میت موجود نہ تھی۔ اگر میت موجود ہوتی تو یہ بات کہنے کی کیا ضرورت تھی۔ کہ حاضر میت کی طرح صفیں بنائیں۔ پھر صحابہؓ نے کہا: کہ ہم نے نجاشی پر اس طرح نماز پڑھی۔ جس طرح حاضر میت پر پڑھتے ہیں۔ اگر نجاشی کی میت موجود ہوتی تو یہ بات کہنی بڑی غیر معقول تھی۔ کہ ہم نے نجاشی پر اس طرح نماز پڑھی۔ جس طرح میت پر پڑھتے ہیں۔ یعنی میت موجود نہ تھی۔ پھر بھی ہم نے حاضر میت کی طرح نماز پڑھی۔ آپ ہی فرمائیں۔ کہ اگر میت موجود ہو۔ اور آپ اس پر نماز جنازہ پڑھیں۔ پھر کہیں ہم نے اس میت پر اس طرح نماز پڑھی ہے۔ جس طرح میت پر پڑھتے ہیں۔ فرمائیے! یہ کیا SENSE سینس ہے؟ تو حدیثِ بالا سے ثابت ہوا۔ کہ نجاشی رض کی میت غائب تھی۔ جب ہی تو صحابہؓ نے کہا۔ ہم نے نجاشی کا جنازہ اس طرح پڑھا۔ جس طرح حاضر میت کا پڑھتے ہیں۔

پھر حضرت نجاشی رض کے علاوہ اور اصحاب پر بھی حضورؐ کے نماز جنازہ غائبانہ پڑھنے کی روایات ملتی ہیں۔ معجم۔ طبرانی۔ استیعاب ابن عبدالبر اور اصابہ حافظ ابنِ حجر ملاحظہ ہو۔

حضور انور صلے اللہ علیہ و سلم تبوک میں جلوہ فرما تھے، ان ایام میں حضرت معاویہ لیثی مدینہ منورہ میں انتقال کر گئے۔ حضورؐ کو

اطلاع ملی ۔ تو آپ نے صحابہؓ کے ساتھ ان کی نماز جنازہ غائبانہ ادا کی۔ یہ وہی صحابی ہیں۔ جن کی سورۃ اخلاص کے ساتھ بڑی محبت تھی اور کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔

معاویہ بن مقرن رضؓ اور معاویہ مزنی کا جنازہ غائبانہ پڑھنے کی روایات بھی موجود ہیں۔ ایسے ہی زید بن حارثہ اور جعفر طیار پر بھی حضورؐ نے نماز جنازہ غائبانہ پڑھی۔

اس میں کوئی شک نہیں۔ کہ یہ روایات اسناد کے لحاظ سے متکلم فیہ اور ضعیف ہیں۔ ان میں کلام کیا گیا ہے۔ لیکن حدیث نجاشی کی "تائید ضرور کرتی ہیں۔

احناف کرام یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ جو مسلمان غیر مسلموں کے ملک میں مرجائے۔ اور گمان غالب یہ ہو۔ کہ اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی گئی ہوگی۔ تو ایسے متوفی کی نماز جنازہ پڑھی جائے گی۔

نجاشیؓ کا جنازہ یقیناً ملک میں پڑھا گیا

غور کریں۔ کہ حضرت نجاشی رضؓ ایک تو بادشاہ تھے۔ اور مسلمان ہوگئے تھے۔ پھر ان کے ملک کے بہت سے عیسائی علماء بھی مسلمان ہو گئے تھے۔ جن کے اسلام کی گواہی قرآن دیتا ہے:۔

وَإِذَا سَمِعُوا مَا أُنزِلَ إِلَى الرَّسُولِ تَرَىٰ أَعْيُنَهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوا مِنَ الْحَقِّ ۖ يَقُولُونَ رَبَّنَا آمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ○ (پ ٤)

"اور جب انہوں نے سنا جو اس رسول پر اتارا گیا دیکھتا

ہے تو اُن کی آنکھیں آنسوؤں سے جاری ہیں۔ بوجہ اس حق کے جو انہوں نے پہچان لیا۔ کہتے ہیں۔ ایمان لائے ہم اے ربّ ہمارے۔ پس لکھ دے ہم کو شاہدوں کے ساتھ۔"

جعفرؓ بن ابی طالب اور دوسرے مسلمان جو ہجرت کر کے ملک حبشہ گئے تھے۔ جب واپس مکہ مکرمہ آئے۔ تو نجاشی بادشاہِ حبشہ نے ایک گروہ علماء اور زہاد کا ان کے ساتھ بھیجا۔ اور انہیں کہا۔ کہ جاکر اس رسولؐ کا کلام سنو۔ اور اس کے اوصاف انجیل کی بشارت کے ساتھ ملاؤ۔ پھر جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ان کو قرآن مجید سنایا۔ تو ان کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ اور وہ سب مسلمان ہو گئے۔ پھر یہ واپس وطن آئے۔ تو حضور نبی کریمؐ کی نبوت کی صداقت کی خبر دی۔ اور کہا۔ کہ ہم ایمان لے آئے ہیں۔ اور مسلمان ہو گئے ہیں۔ قرآن برحق ہے۔ حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم انجیل کی بشارت کے مطابق سچے رسول ہیں۔ پھر نجاشی رضی اللہ عنہ بھی مسلمان ہو گئے۔

اب آپ غور کریں۔ کہ جب بادشاہ مسلمان۔ اس ملک کے علماء اور مشائخ مسلمان ہوں۔ بادشاہ کے درباری مسلمان ہوں اور ان سب کو قرآن مجید جنتی کہے۔ (فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ) (پ ۷)۔ بتائیے! کہ جب یہ مسلمان بادشاہ فوت ہو جائے گا۔ تو کیا اس بادشاہ کا جنازہ نہ پڑھا جائے گا؟ اور کیا اسے بغیر جنازہ پڑھنے کے ہی دفن کر دیا جائے گا؟ ۔ ہرگز نہیں۔ یقیناً حضرت نجاشیؓ کا

جنازہ پڑھا گیا۔ پھر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے بھی مدینہ میں ان کا غائبانہ جنازہ پڑھا۔ تو برادران احناف کی یہ بات درست نہ رہی۔ کہ غائبانہ جنازہ پڑھنا اس کا جائز ہے۔ جس کا جنازہ اس کے شہر میں نہ پڑھا گیا ہو۔ وہ بے جنازہ دفن ہو گیا ہو حضرت نجاشیؓ کا جنازہ یقیناً ملک میں بھی پڑھا گیا۔ اور مدینہ میں غائبانہ بھی۔

حاضر جنازہ میں غائب کیلئے بھی دُعا ہے

پھر جو نماز جنازہ میں دعا پڑھی جاتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا ۔ تا آخر۔ اس کے الفاظ اور معانی پر غور کریں "اے اللہ بخش دے ہمارے زندوں کو، اور ہمارے مُردوں کو، اور ہمارے حاضروں کو۔ اور ہمارے غائبوں کو۔ اور ہمارے صغیروں کو اور ہمارے کبیروں کو۔ اور ہمارے مردوں کو اور ہماری عورتوں کو۔ اے اللہ جس کو تو زندہ رکھے ہم میں سے تو اسے اسلام پر زندہ رکھ۔ اور جس کو تو مارے ہم میں سے تو اسے ایمان پر مار۔ اے اللہ ہم کو اس کے ثواب سے محروم نہ کر۔ اور اس کے بعد ہم کو فتنہ میں نہ ڈال۔

دیکھئے اس دعا میں صرف حاضر میت کے لئے ہی دعائے بخشش نہیں ہے۔ بلکہ غائب کے لئے بھی ہے۔ وَغَائِبِنَا۔ اور صغیروں اور عورتوں کے لئے بھی ہے۔ اور یہ جنازہ میں موجود نہیں ہوتے۔ پھر کوئی وجہ نہیں ہے۔ کہ حاضر میت کے لئے تو جنازہ میں دعائے بخشش کی جائے۔ اور جو غائب ہو۔ اس کے لئے غائبانہ (جنازہ میں) دعا نہ کی جائے۔ وہ لوگ جو جنازہ غائبانہ نہیں پڑھتے۔ وہ نہ تو گنہگار ہیں۔

اور نہ کسی طرح کے مورد الزام ہیں۔ کہ یہ جنازہ نہ فرض ہے۔ نہ واجب خوشی کا سودا ہے۔ اور جو جنازہ غائبانہ پڑھتے ہیں۔ ان کو روکنے، یا منع کرنے کا کسی کو حق نہیں پہنچتا۔ کیونکہ یہ لوگ اُسوۂ رسولؐ کی روشنی میں جنازہ پڑھتے ہیں۔

پھر اگر برادران احناف بھی غائبانہ جنازہ پڑھ لیا کریں۔ تو کوئی حرج نہیں ہے۔ دیکھئے حضرت نظام الدین اولیاءؒ حنفی ہوتے ہوئے سورۃ فاتحہ خلف الامام پڑھتے۔ اور جنازہ غائبانہ بھی ادا فرماتے تھے ثبوت ملاحظہ فرمائیں۔

نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ کان یجوز القرآۃ خلف الامام و یقرأھا فی نفسہ وکان یجوز صلوۃ الجنازۃ علی الغائب ط (نزہتہ الخواطر)

زیارتِ قبور اور متعلقہ مسائل

قبروں کی زیارت کرنی مستحب ہے۔ اس سے دل نرم ہوتا ہے موت یاد آتی ہے۔ اور دنیا کا فانی ہونا نظر کے سامنے آجاتا ہے۔ تو قبروں کی زیارت بہت سے فوائد پر مشتمل ہے۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ کے قبرستان بقیع میں تشریف لے جاتے تھے۔ اور اہل قبور پر سلام بھیجتے۔ اور ان کے لئے بخشش کی دعا کرتے تھے۔

جب قبروں کی زیارت کو جائیں۔ تو ان پر سنت کے مطابق

سلام کریں۔ (سلام کرنے کی دعا آگے آتی ہے) اور یاد رکھیں۔ کہ قبر کو نہ ٹیک لگائیں۔ نہ چومیں۔ نہ خاک منہ پر ملیں۔ اور نہ جھکیں، نہ سجدہ کریں۔ نہ قیام، نہ اعتکاف، نہ طواف کریں۔ نہ وہاں نماز پڑھیں۔ نہ چراغ جلائیں۔ نہ تاریخ معین پر قبر پر میلہ لگائیں۔ نہ اجتماع۔ نہ عرس کریں۔ نہ غلاف چڑھائیں۔ نہ قبہ۔ نہ قبر پر اصل مٹی ڈالنے کے علاوہ اور مٹی ڈال کر اونچی کریں۔ بلکہ جتنی مٹی قبر کھودنے سے نکلی ہو۔ وہی ڈال کر اونٹ کے کوہان کی طرح کر دیں۔ نہ قبر پر نذر نیاز چڑھاوا چڑھائیں۔ نقدی کی صورت میں ہو۔ کھانے پینے یا پہننے کی شکل میں ہو۔ یا جانور ہوں۔ مثل اونٹ، گائے، بکرا، مرغ وغیرہ۔ نہ قبر پر مجاور بن کر بیٹھیں۔ نہ کسی حاجت مصیبت، اور مشکل کے لیے صاحب قبر کو کچھ کہیں۔ خواہ قبر کسی ولی۔ بزرگ اور شہید کی ہو۔ یا عامی کی ہو۔ حتیٰ کہ کسی پیغمبر کی قبر پر بھی یہ کام نہ کریں۔ یہ تمام باتیں ناجائز، حرام، اور بدعت ہیں۔ قبروں کی زیارت کے سلسلہ میں ان امور کا خاص طور پر خیال رکھیں، مبادا آپ ان باتوں سے کوئی بات کر بیٹھیں۔ اور گنہگار ہو جائیں۔۔۔ حضور پر نور اور آپ کے سوا لاکھ صحابہؓ میں سے کسی نے یہ کام نہیں کئے تھے۔ اولیاء اللہ، اور بزرگان دین خود اپنی زندگی میں ان امور سے لوگوں کو منع کرتے تھے۔

فتنہ قبر

وَعَنْ أَسْمَاءَ بِنْتِ أَبِي بَكْرٍ قَالَتْ قَامَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَطِيبًا فَذَكَرَ فِتْنَةَ الْقَبْرِ يُفْتَتَنُ فِيهَا الْمَرْءُ فَلَمَّا ذَكَرَ ذٰلِكَ ضَجَّ الْمُسْلِمُونَ

ضَجَّةً ۔ (بخاری شریف) " اسماءؓ بنت ابوبکرؓ روایت کرتی ہوئی کہتی ہیں ۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ کے لئے کھڑے ہوئے ۔ پھر ذکر کیا آپ نے فتنۂ قبر کا ۔ جس میں آدمی آزمایا جاتا ہے ۔ اس ذکر پر مسلمان رمارے دہشت کے ، چلاتے ۔"

اور نسائی شریف میں اتنا زیادہ ہے ۔ کہ حضورؐ نے فرمایا :۔ قَدْ اُوْحِیَ اِلَیَّ اَنَّکُمْ تُفْتَنُوْنَ فِی الْقُبُوْرِ ۔ " تحقیق وحی کی گئی ہے میری طرف کہ تم (اے مسلمانو!) آزمائے جاؤ گے قبروں میں ۔"

یہی وجہ ہے ۔ کہ حضورؐ جو قعدۂ نماز کے آخر میں دعا مانگتے تھے ۔ اس کے شروع میں کہتے تھے ۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ ۔ " یا الٰہی میں عذاب قبر سے تیری پناہ مانگتا ہوں ۔" پس سب مسلمانوں کو عذاب قبر سے اللہ کی پناہ مانگنی چاہیئے کہ فتنۂ قبر برحق ہے ۔

قبروں کی زیارت، موت یاد دلاتی ہے

وَعَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ زَارَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَبْرَ اُمِّہٖ فَبَکٰی وَاَبْکٰی مَنْ حَوْلَہٗ فَقَالَ اسْتَاْذَنْتُ رَبِّیْ فِیْ اَنْ اَسْتَغْفِرَ لَھَا فَلَمْ یُؤْذَنْ لِیْ وَاسْتَاْذَنْتُہٗ فِیْ اَنْ اَزُوْرَ قَبْرَھَا فَاَذِنَ لِیْ فَزُوْرُوا الْقُبُوْرَ فَاِنَّھَا تُذَکِّرُ الْمَوْتَ ۔ (صحیح مسلم)

حضرت ابوہریرہ رض روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی اور روئے۔ اور رلایا ان کو جو آپ کے گرد تھے۔ پھر فرمایا حضورؐ نے کہ اجازت مانگی تھی۔ میں نے اپنے پروردگار سے اس بات میں کہ بخشش مانگوں میں اس کے لیئے۔ پس نہ اجازت دی گئی میرے لیئے۔ پھر اجازت مانگی میں نے اپنے پروردگار سے اس بات میں کہ زیارت کروں میں اس کی قبر کی۔ پس اجازت دی گئی میرے لیئے۔ (تو اے میری امت!) زیارت کرو تم قبروں کی اس لیئے۔ کہ زیارت کرنی یاد دلاتی ہے موت کو۔"

حضورؐ والدہ کی قبر دیکھ کر آبدیدہ ہو گئے

حضور پر نور صلے اللہ علیہ وسلم کی والدہ کا اسم گرامی آمنہ تھا۔ جب حضور انورؐ چھ سال کے تھے۔ تو والدہ محترمہ ان کو لے کر مکہ سے مدینہ گئیں ننہال میں۔ جب وہاں سے لوٹ کر مکہ کو آئیں۔ تو راستہ میں ابوا (ایک جگہ کا نام ہے) میں ان کا انتقال ہو گیا۔ اور وہیں وہ دفن ہوئیں۔ حضور رحمت للعالمین صلے اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ راستہ میں گزرتے ہوئے والدہ کی قبر پر پہنچے۔ تو ان کی جدائی میں بڑے روئے۔ تو جو لوگ آپ کے ہمراہ تھے ــــ وہ بھی حضورؐ کو روتے دیکھ کر رونے لگے۔ حضورؐ کی آنکھوں نے بہت برکھا برسائی۔ کہ آخر وہ والدہ تھیں۔ ابھی حضورؐ چھ ہی برس کے تھے۔ کہ وہ چل بسیں۔ ان کی محبت اور جدائی یاد

آئی۔ بجائے اس کے کہ والدہ کی ملاقات ہوتی۔ ان کی قبر نظر پڑی۔ اس دردناک منظر سے دُرِّ یتیمؐ کی آنکھوں میں سیلاب امڈ آیا۔ قبر نے دل ہلا دیا۔ اس پر حضرت ختمی مرتبت نے امت کو ارشاد فرمایا۔ زُوْرُوا الْقُبُوْرَ ۔ قبروں کو دگاہے گاہے، دیکھا کرو۔ فَاِنَّهَا تُذَكِّرُ الْمَوْتَ ۔ کیونکہ قبروں کو دیکھنے سے موت یاد پڑتی ہے۔ مرنے کا سماں بندھ جاتا ہے۔

جا گورِ غریباں پہ نظر ڈال بہ عبرت
کھل جائے گی تجھ پر تری دنیا کی حقیقت
عبرت کے لئے ڈھونڈ کسی شاہ کی تربت
اور پوچھ کدھر ہے وہ تری شان حکومت
کل تجھ میں بھرا تھا جو غرور آج کہاں ہے
اے کاسۂ سر بول! ترا تاج کہاں ہے (جوشؔ)

قبرستان وہ ھُو کا مقام ہے۔ کہ جہاں سلاطین ہفت اقلیم۔ فرمارواہانِ عالم۔ کشور کشایانِ گیتی۔ سکانِ ایوان ہائے عالی۔ اور شمس و قمر سے خراج لینے والے حسین۔ اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین علماء اور مجتہدین۔ ذریتِ آدم کا ہر کِہ اور مِہ۔ سب کے سب کس مپرسی کے عالم میں گُم صُم ہیں۔ سب پر ہو کا عالم چھایا ہے۔ موت کا سنّاٹا طاری ہے۔ کلّہم مقامِ نابود، اور منزلِ فنا میں ہیں' ہوں۔ وہاں کچھ بھی نہیں۔

نسیم صبح ٹھنڈی سانس بھرتی ہے مزاروں پر
اداسی منہ اندھیرے دیکھئے گورِ غریباں کی (جوشؔ)

کون ہے جو قبرستان میں — خرابی، بربادی، اور ویرانی، کا یہ عالم دیکھ کر رو نہ دے گا؟ اس کا دل پسیج نہ جائے گا؟ پتھر کا دل ہو۔ تو وہ بھی آنسو بہائے گا! اچھا جوں پانی برسائے گا۔ ؎

سیرِ مہتاب و کواکب سے تبسّم تا بکے!
رو رہی ہے وہ کسی کی شمع تربت دیکھئے!
اپنے سامانِ تعیش سے اگر فرصت ملے!
بیکسوں کا بھی کبھی طرزِ معیشت دیکھئے
آپ کو لایا ہوں ویرانوں میں عبرت کے لئے
حضرتِ دل دیکھئے، اپنی حقیقت دیکھئے
صرف اتنے کے لئے آنکھیں ہمیں بخشی گئیں
دیکھئے دنیا کے منظر اور بہ عبرت دیکھئے
پھوٹ نکلے گا جبیں سے ایک چشمہ حُسن کا
صبح اٹھ کر خندۂ سامانِ قدرت دیکھئے!
اس سے بڑھ کر اور عبرت کا سبق ممکن نہیں
جو نشاطِ زندگی تھے ان کی تربت دیکھئے (جوشؔ)

قبروں کی زیارت کا صرف یہ تھا مقصد وحید۔ کہ گاہے گاہے اس ویرانے میں آکر چشمِ عبرت سے مزاروں کو دیکھ کر اپنی تاریک قبر کے لئے روشنی کا سامان پیدا کرو۔ آخرت کو بھلا کر — دنیائے دنی کے مشغلوں، اور جھمیلوں میں تا بہ گلو ڈوب گئے ہو۔ ہوش کے ناخن لو — اور یہاں آنے کی تیاری کرو۔

؎

سونے والوں پہ نہ چمکا کبھی نورِ سحری!
رونے والوں ہی کے چہروں پہ صباحت دیکھی

ماں باپ کی قبر کی زیارت کرنے والا بخشا جاتا ہے

محمد بن نعمان رض رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم سے حدیث بیان کرتے ہیں۔ فرمایا حضورم نے:۔

مَنْ زَارَ قَبْرَ اَبَوَيْهِ اَوْ اَحَدِهِمَا فِيْ كُلِّ جُمُعَةٍ غُفِرَ لَهٗ وَكُتِبَ بَرًّا ۔ (مشکوٰۃ شریف)

"جو کوئی اپنے والدین کی قبر کی زیارت کرے، یا دونوں میں سے ایک کی ہر جمعہ میں۔ بخشش کی جاتی ہے اس کے لئے اور لکھا جاتا ہے۔ (دیوانِ عمل میں) نیکی کرنے والا ساتھ ماں باپ کے"

عورتوں کیلئے قبروں کی زیارت منع ہے

حضرت ابوہریرہ رض کہتے ہیں:۔
اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَعَنَ زَوَّرَاتِ الْقُبُوْرِ۔

"لعنت فرمائی رسول اللہ صلے اللہ علیہ و سلم نے۔ قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر"

عورتوں کی جسارت

کجا یہ بات، کہ خویش و اقارب کی ٹوٹی پھوٹی کچی قبریں عورتیں نہیں دیکھ سکتیں۔ کہ ان زائرات پر لعنت کی وعید آئی ہے۔ اور کہاں یہ جسارت۔ کہ عورتیں قبروں کے عرسوں پر جا کر حاضری دیتی ہیں۔ اور یہ قبریں پختہ، سنگِ مرمر کی بنی ہوتی ہیں۔ اور ان پر بجلی کے قمقمے جل رہے

ہوتے ہیں۔ عرس پورا ایک میلہ ہوتا ہے۔ اور عورتوں اور مردوں کا اختلاط دیگر قباحتوں پر سوا ہے۔ رحمتِ عالمؐ کی مذکورہ حدیث کی روشنی میں یہ عورتیں بڑی گنہگار، نافرمان، اور اللہ کی رحمت سے دور ہیں۔

قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں پر لعنت آئی ہے

وَعَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ زَائِرَاتِ الْقُبُوْرِ وَ الْمُتَّخِذِيْنَ عَلَيْهَا الْمَسَاجِدَ وَ السُّرُجَ ہ (ابوداؤد۔ ترمذی۔ نسائی)۔

”حضرت ابن عباس رضہ کہتے ہیں۔ کہ لعنت کی رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں کو۔ اور لعنت کی ان کو جو بنائیں قبروں کو مسجدیں۔ اور چراغ جلائیں۔“

اس حدیث میں بھی حضرت رسالت مآب صلے اللہ علیہ وسلم نے قبروں کی زیارت کرنے والی عورتوں کو پھٹکارا ہے۔ ان پر لعنت بھیجی ہے۔ پس جو عورتیں عرس پر جاتی ہیں۔ وہ جب گھر سے نکلتی ہیں۔ تو ان پر اللہ کی لعنت برسنا شروع ہو جاتی ہے اور واپس آنے تک موردِ لعنت رہتی ہیں۔ یہ بات ہم رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی زبانی لکھ رہے ہیں۔ کہ حضورؐ نے زائرات قبور پر لعنت بھیجی ہے۔ گذشتہ صفحات میں تعزیت کے بیان میں آپ پڑھ آئے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تعزیت کے لئے ایک گھر کی طرف جا رہے تھے۔ تو راستے میں حضرت فاطمہ رضہ ملیں۔ آپؐ

نے فرمایا۔ تم کہاں سے آئی ہو؟ انہوں نے عرض کیا۔ کہ میں میت والے گھر سے ان لوگوں کو تسلی دے کر آئی ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا۔ شاید تم ان لوگوں کے ساتھ قبرستان تک گئیں۔ وہ بولیں۔ معاذ اللہ (میں نہیں گئی)۔ حضورؐ نے فرمایا۔ اگر تم قبرستان تک جاتیں۔ تو جنت نہ دیکھتیں ؎

معلوم ہوا۔ عورتوں کا قبروں کو دیکھنا بڑا گناہ ہے۔ جو مانع دخولِ جنت ہے۔ پھر کیوں نہ ملعون ہوں وہ عورتیں جو قبروں کے عرسوں پر جاتی ہیں۔ یہ تو صرف قبر کو دیکھنے کا گناہ ہے۔ اور پھر قبر پر چڑھاوا چڑھانا۔ وہاں سجدے کرنا۔ صاحب قبر کو حاجت روائیوں کے لئے کہنا۔ اور قبر پر نذریں منتیں ماننا۔ یہ شرک کے کام ہیں۔ ان سے اللہ تعالیٰ سخت غضبناک ہوتا ہے۔

قبروں پر مسجدیں نہ بناؤ

قبروں پر مسجدیں بنانا بھی منع ہے۔ جیسا کہ رواج چلا آتا ہے۔ کہ بزرگ یا صالح آدمی کی قبر کے پاس مسجد بناتے ہیں۔ اور ویسے قبرستان میں مسجد بنانی بھی منع ہے۔ کیونکہ قبرستان میں نماز پڑھنی جائز نہیں۔ کہ حضورؐ نے فرمایا ہے۔ اَلْاَرْضُ کُلُّهَا مَسْجِدٌ اِلَّا الْمَقْبُرَةَ وَالْحَمَّامَ (ترمذی) ــ "ساری زمین مسجد ہے۔ (یعنی ہر جگہ نماز پڑھنی جائز ہے) سوائے قبرستان اور حمام کے" پس قبرستان میں نہ نماز پڑھنی جائز نہ مسجد بنانی جائز۔

پھر مسجد کے معنی ہیں۔ سجدے کی جگہ۔ عبادت کی جگہ۔ تو اگر قبر پر سجدے ہوں۔ رکوع اور طواف ہوں۔ وہاں نذر نیاز د

عبادت ہے) مانی جائے۔ بیت اللہ کی طرح دور دراز سے سفر کر کے تاریخ معین پر قبر پر اجتماع کیا جائے۔ تو اس طرح قبر مسجد بن جاتی ہے۔ جس کے متعلق حضرت انورم کا ارشاد ہے

اَلَا وَ اِنَّ مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ کَانُوْا یَتَّخِذُوْنَ قُبُوْرَ اَنْبِیَآئِھِمْ وَصَالِحِیْھِمْ مَسَاجِدَ فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ اِنِّیْ اَنْھٰکُمْ عَنْ ذٰلِکَ ہ (صحیح مسلم)

"(میری امت) خبردار ہو۔ کہ جو لوگ تم سے پہلے تھے۔ وہ اپنے نبیوں، اور صالح لوگوں کی قبروں کو مسجدیں پکڑتے تھے۔ خبردار! (میری امت!) تم نہ پکڑو قبروں کو مسجدیں۔ تحقیق میں سختی سے منع کرتا ہوں تم کو اس سے۔"

یہود و نصاریٰ کے کام

اس حدیث میں حضور انورم نے فرمایا ہے۔ کہ تم سے پہلے لوگوں یعنی یہود و نصاریٰ نے اپنے نبیوں اور بزرگوں کی قبروں کو مسجدیں پکڑا تھا۔ یعنی وہ لوگ قبروں پر سجدے کرتے تھے۔ قبروں کی طرف نماز پڑھتے تھے۔ قبروں پر میلے لگاتے، وہاں اعتکاف کرتے۔ چلّے کاٹتے اور نذریں نیازیں مانتے تھے۔ اور قبروں والوں کو حاجت روائیوں کے لئے پکارتے تھے۔ یہ سب کام عبادت کے ہیں۔ جب یہ کام قبروں پر کئے جائیں۔ تو قبریں مسجدیں بن جاتی ہیں۔ رحمت عالم م نے اپنی امت کو فرمایا:۔

اَلَا فَلَا تَتَّخِذُوا الْقُبُوْرَ مَسَاجِدَ اِنِّیْ اَنْھَاکُمْ عَنْ ذٰلِکَ ہ

"خبردار! تم (یہود و نصاریٰ کی طرح) قبروں کو مسجدیں نہ بنانا۔ میں تم کو اس کام سے بہ سختی تمام منع کرتا ہوں۔"

یعنی جو کام عبادت کے مسجد میں کئے جاتے ہیں۔ وہ کام قبروں پر نہ کرنا۔ یعنی نہ سجدہ کرنا۔ نہ رکوع، نہ طواف، نہ اعتکاف کرنا نہ قبر پر نذر نیاز ماننا۔ نہ چڑھاوا چڑھانا۔ نہ میلہ لگانا۔ نہ صاحبِ قبر کو مشکل کشائیوں، اور حاجت روائیوں کے لئے پکارنا۔ تم یہود و نصاریٰ کے سے کام نہ کرنا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضہ بیان کرتی ہیں۔ کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی اس بیماری میں فرمایا۔ کہ جس سے صحت نہ پائی۔ یعنی مرض الموت میں فرمایا:۔

لَعَنَ اللّٰهُ الْيَهُوْدَ وَ النَّصَارٰى اِتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَآئِهِمْ مَسَاجِدَ ۝ (بخاری شریف۔ صحیح مسلم)

"اللہ یہودیوں اور عیسائیوں کو لعنت کرے۔ کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو مساجد بنا لیا۔"

مساجد بنا لیا۔ یعنی قبروں پر سجدے، اور دوسرے عبادت کے کام کرنے لگ گئے۔ جس کی تشریح اوپر ہو چکی ہے۔

آپ غور کریں۔ کہ قبروں پر جن کاموں کے کرنے کے سبب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم یہود و نصاریٰ پر لعنت بھیجیں۔ اور انہیں اللہ کے غضب کا مورد ٹھیرائیں۔ وہی کام دھڑلے سے اگر آپ کی امت کے لوگ حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ۔ حضرت

نظام الدین اولیاءؒ۔ حضرت علی ہجویریؒ۔ حضرت میاں میرؒ۔ سلطان باہوؒ اور دوسرے سینکڑوں۔ ہزاروں بزرگوں کی قبروں پر کریں۔ تو یہ لَعَنَ اللّٰهُ اور اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ کی وعید سے کیونکر بچ سکتے ہیں؟ قارئین کرام خدا کا خوف کرکے۔ دلائل دیکھ کر، عدل اور انصاف سے فیصلہ کریں۔ کہ حضورؐ فرماتے ہیں۔ اِنِّیْ اَنْهَاكُمْ عَنْ ذٰلِكَ۔ میں قبروں پر ان کاموں کے کرنے سے تم کو سختی سے منع کرتا ہوں۔ کیا مسلمان منع ہو گئے ہیں؟ بزرگوں کی قبروں پر ہزاروں اور لاکھوں آدمیوں کے ہجوم آخر کیا کرتے ہیں؟ زندہ ضمیر سے پوچھ کر جواب دیں۔ کہ کیا سو فیصد وہی کچھ تو نہیں کرتے۔ جس سے حضرت خَیْرُ الرُّسُلؐ نے مرض الموت میں منع فرمایا تھا۔ جب سے پاکستان بنا ہے۔ (اللہ اسے تا نور نیرین قائم دائم۔ اور کفار پر غالب اور فاتح رکھے)۔ قبروں پر عرسوں کا زور ہے۔ اور عرسوں میں وہ سب کچھ ہو رہا ہے۔ جس سے حضورؐ نے بہ سختی منع فرمایا تھا اب تو محکمہ اوقاف باقاعدہ قبروں کی مجاوری کر رہا ہے۔ اور یہ تمام ممنوعہ امور قبروں کے عرسوں پر اس کے اہتمام سے انجام پا رہے ہیں۔ ہم بڑے درد و خلوص سے محکمہ اوقاف کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ وہ حضرت محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے متذکرۃ الصدر احکام و ارشادات کو عملی جامہ پہنا کر قبروں کے اس کاروبار کو بند کردے۔ بزرگوں کی قبروں پر پولیس کا پہرہ لگا دیا جائے۔ زائرین آئیں۔ مسنون دعا پڑھیں۔ بزرگوں کے لئے اللہ سے بخشش اور رحمت کی دعا کریں۔ اور چلتے بنیں۔

قبروں پر چراغ جلانا

مذکورہ حدیث میں تین کاموں پر لعنت آئی ہے۔ زائرات قبور پر۔ قبروں کو سجدہ گاہیں بنانے والوں پر۔ اور تیسرا کام ہے۔ وَالسُّرُجَ قبروں پر چراغ جلانا۔

یاد رہے۔ کہ یہ کام بھی قطعًا حرام ہے۔ ہرگز قبر پر دیا نہ جلائیں قرآن مجید میں اللہ نے فرمایا ہے۔ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا۔ رسول اللہ جس کام سے منع کریں۔ باز آجاؤ۔ رک جاؤ۔" اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۔ " اللہ (مخالفِ رسول کو) سخت عذاب کرنے والا ہے۔" (پ۲۸)۔

یہ جو قبروں پر چراغ جلائے جاتے ہیں۔ بزرگوں کے مزاروں پر بجلی کے قمقمے روشن ہوتے ہیں۔ کیا اس سے رسول خدا نے منع نہیں کیا ہے۔ اسے لعنت کا کام نہیں کہا ہے؟ پھر آپ ڈرتے کیوں ہیں؟ بس رک جایئے!

الٰہی میری قبر پوجی نہ جائے

عطاء ابن یسار سے روایت ہے۔ کہ فرمایا رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے۔

اَللّٰهُمَّ لَا تَجْعَلْ قَبْرِيْ وَثَنًا يُّعْبَدُ اِشْتَدَّ غَضَبُ اللّٰهِ عَلٰى قَوْمٍ نِ اتَّخَذُوْا قُبُوْرَ اَنْبِيَآئِهِمْ مَسَاجِدَ ٥

(رَوَاهُ مَالِكٌ مُرْسَلًا)

" یا الٰہی میری قبر کو بت نہ بنانا کہ پوجی جائے۔ اُس قوم پر اللہ کا سخت غضب ہوا۔ جنہوں نے اپنے نبیوں

کی قبروں کو سجدہ گاہ ٹھیرایا۔

قبر پرستی سے اللہ کا غضب اترتا ہے

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں اللہ سے دعا کی۔ کہ الٰہی! میری قبر کو بت نہ بنانا۔ کہ پوجی جائے۔ قبر بت اس طرح بنتی ہے۔ کہ اس کی اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے مانند تعظیم کی جائے۔ قبر پر عبادت کے کام کئے جائیں۔ مثلاً قیام۔ رکوع۔ طواف۔ سجدہ۔ اعتکاف۔ نذرنیاز ماننا۔ دور دراز مقامات سے بغرض زیارت سفر کرکے آنا۔ میلہ لگانا۔ حاجت روائیوں۔ مشکل کشائیوں کے لئے صاحبِ قبر کو پکارنا۔ رونا۔ گڑگڑانا وغیرہ۔ ان عبادت کے کاموں کے کرنے سے قبر بت بنتی ہے۔ اور اس طرح قبر کو بت بنا کر۔ اس کی پوجا کرنے والے شرک کے راستہ پر چلتے ہیں۔

رحمتِ عالم نے مزید فرمایا۔ کہ اس قوم پر اللہ کا سخت غضب آیا۔ یعنی یہود و نصاریٰ پر کہ انہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنا لیا۔ یعنی وہ قبروں پر عبادت کے کام کرنے لگ گئے۔ اور موردِ غضب الٰہی ہوئے۔ اس سے حضورؐ اپنی امت کو متنبہ کر رہے ہیں۔ کہ وہ ہرگز قبر پرستی نہ کریں۔ قبروں کو بت نہ بنائیں۔ یعنی قبروں پر میلے عرس نہ کریں۔ نذریں نہ چڑھائیں۔ سجدے نہ کریں۔ ان سے حاجتیں نہ مانگیں جو کچھ آجکل قبروں پر ہو رہا ہے۔ عرسوں میں جس طرح قبریں پوجی جارہی ہیں۔ ان ہی باتوں سے حضورؐ نے منع فرمایا تھا۔

حضورؐ کی دعا اللہ نے قبول کرلی۔ چنانچہ آپؐ کی قبر پر پونے چودہ سو سال سے ایک سجدہ نہیں ہوا۔ ایک پیسہ چڑھاوا نہیں

چڑھا۔ کبھی عرس نہیں ہوا۔ کبھی قبر پاک کا طواف نہیں ہوا۔ غرض نہ قبر پوجی گئی ہے۔ اور نہ بت بنی ہے۔ آہ ہم جو کچھ قبروں پر کر رہے ہیں۔ ہمارے لئے شرم کا مقام ہے۔ کہ قبروں کو پوج رہے ہیں۔ شرک کر رہے ہیں۔ اسلاف کے مدفن بیچ کر کھا رہے ہیں۔ علامہ اقبالؒ ٹھیک کہہ گئے ہیں۔ ؎

جن کو آتا نہیں دنیا میں کوئی فن تم ہو
نہیں جس قوم کو پروائے نشیمن تم ہو
بجلیاں جس میں ہوں آسودہ وہ خرمن تم ہو
بیچ کھاتے ہیں جو اسلاف کے مدفن تم ہو
ہو نکو نام جو قبروں کی تجارت کر کے
کیا نہ بیچو گے جو مل جائیں صنم پتھر کے

رحمتِ عالم کی قبر پر کبھی عرس نہیں ہوا

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا۔ ارشاد ہوا۔

لَا تَجْعَلُوا قَبْرِیْ عِیْدًا وَّصَلُّوْا عَلَیَّ فَاِنَّ صَلٰوتَکُمْ تَبْلُغُنِیْ حَیْثُ کُنْتُمْ۔ "میری قبر کو عیدگاہ (میلہ گاہ) نہ بناؤ اور درود بھیجو مجھ پر۔ بیشک تمہارا درود پہنچ جاتا ہے۔ مجھ کو جہاں بھی تم ہو۔ (نسائی شریف)

جناب رحمتِ عالمؐ نے اپنی پاک قبر پر میلہ لگانے سے امت کو منع کر دیا۔ کہ تاریخ معین پر میری قبر پر ہرگز اجتماع نہ کرنا عرس نہ کرنا۔ دور دراز مقامات سے آ کر میری قبر کو عیدگاہ

میلہ گاہ نہ بنانا۔

اور فرمایا مجھ پر درود بھیج دیا کرو۔ وہ مجھ کو پہنچ جاتا ہے، جہاں بھی تم ہو۔ مطلب یہ کہ میری قبر پر میلہ نہ لگانا۔ بلکہ جہاں تم رہتے ہو۔ وہیں سے مجھ پر بھیج دیا کرو۔ اللہ کے فرشتے مجھے پہنچا دیتے ہیں۔

قبروں کے سفر کی ممانعت

وَعَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ اِلَّا اِلٰی ثَلٰثَةِ مَسَاجِدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَالْمَسْجِدِ الْاَقْصٰی وَمَسْجِدِیْ ھٰذَا۔ (بخاری مسلم) ۔ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ نہ سفر کیا جائے (بطور تقرب اور عبادت کے) سوائے تین مسجدوں کے مسجد الحرام۔ مسجد اقصیٰ اور میری مسجد۔"

مُلاحَظہ:۔ اس حدیث میں حضور ؐ نے سوائے تین مسجدوں کے کسی اور جگہ تقرب، عبادت اور تعظیم کے لیے سفر کرنا منع کر دیا۔ بیت اللہ جاؤ۔ مسجد اقصےٰ جاؤ۔ مدینہ منورہ مسجد نبوی میں جاؤ۔ خبردار! کسی اور جگہ قصد کر کے نہ جاؤ۔ نہ اجمیر خواجہ معین الدین رح کی قبر پر جاؤ۔ نہ دہلی نظام الدین اولیاء رح کی قبر پر جاؤ۔ اور ایسے ہی دنیا میں کسی

ف واضح رہے کہ حجاج جو مدینہ منورہ جا کر حضور ؐ کی قبر کی زیارت کرتے ہیں، یہ نہ عرس ہے نہ اس طرح قبر میلہ گاہ بنتی ہے۔ ایک قافلہ آتا ہے اور ہفتہ عشرہ ٹھہر کر چلا جاتا ہے۔ پھر اور آتا ہے۔ اور چلا جاتا ہے۔ تاریخ معین پر کوئی اجتماع، کوئی میلہ، کوئی عرس آج تک نہیں ہوا۔ نہ چادریں چڑھتی ہیں۔ نہ چڑھاوا۔ نہ نذر۔ نہ نیاز۔ کوئی کام ایسا نہیں ہوتا۔ حاجیوں سے پوچھ لیں۔ اور پھر بتائیں۔ کہ ہمارے ہاں عرسوں کا کیوں زور ہے۔ اور کیوں قبروں کی پوجا ہو رہی ہے۔

قبر یا متبرک مقام پر مت جاؤ۔ اس سے عرسوں پر جانے کی بھی ممانعت ہو گئی۔ اور بغیر عرس کے بھی قبروں یا متبرک مقامات کا سفر منع ہو گیا۔ اگر جاؤ گے۔ تو گنہگار ہو گے، کیونکہ اس طرح غیر شعار کی شعائر اللہ کے برابر تعظیم پائی جاتی ہے۔

قبروں کو پختہ۔ اونچی۔ اور ان پر قبّے بنانا حرام ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت، عزت، ادب، اور جذبۂ اطاعت دل میں رکھنے والے حضورؐ کا یہ فرمان محبت اور توجہ سے سنیں۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عليه وَسَلَّمَ اَنْ يُّجَصَّصَ الْقَبْرُ وَاَنْ يُّبْنٰى عَلَيْهِ وَاَنْ يُّقْعَدَ عَلَيْهِ۔ (صحیح مسلم)۔

"حضرت جابرؓ روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو پختہ بنانے اور اس پر عمارت کھڑی کرنے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا۔"

اس حدیث کی رو سے قبر کو پختہ کرنا۔ اور اس پر قبہ۔ گنبد۔ برج کلس۔ کسی طرح کی عمارت وغیرہ بنانا حرام ہو گیا۔ اور قبر پر بیٹھنا بھی منع ہوا۔ قبر پر بیٹھنے سے اس پر مجاور بن کر بیٹھنا بھی مراد ہے، اور ویسے بھی قبر پر بیٹھنا منع ہے۔ مطلب یہ کہ قبر کو کچی ہی رہنے دیا جائے جتنی مٹی اس سے کھودنے پر نکلی ہو۔ وہی ڈال کر اونٹ کے کوہان کی مانند کر دیں۔ اور فالتو مٹی ڈال کر اونچی نہ کریں۔ حضور پُرنورؐ اور حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کی قبریں بالکل کچی تھیں۔ اور آج تک حجرۂ عائشہؓ کے اندر کچی ہی ہیں، اور بالشت بھر اونچی، کوہان نما ہیں۔

پختہ قبروں کو برابر کر دینے کا حکم

عَنْ اَبِي الْهَيَّاجِ الْاَسَدِيِّ قَالَ قَالَ لِيْ عَلِيٌّ اَلَا اَبْعَثُكَ عَلٰى مَا بَعَثَنِيْ عَلَيْهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ لَا تَدَعَ تِمْثَالًا اِلَّا طَمَسْتَهٗ وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا اِلَّا سَوَّيْتَهٗ۔ (صحیح مسلم)

"حضرت ابی الھیاج اسدی (تابعی) کہتے ہیں۔ کہ مجھے حضرت علیؓ نے فرمایا۔ کیا نہ بھیجوں میں تجھے اس کام پر جس پر بھیجا مجھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے، وہ کام یہ ہے۔ کہ جاؤ۔ اور جہاں کہیں کوئی تصویر دیکھو اسے مٹا دو۔ اور جہاں کوئی قبر نظر آئے۔ اسے (ڈھا کر) برابر کر دو"

حضرت علیؓ رحمت عالمؐ کے حکم سے تصویروں کو مٹانے، اور اونچی قبروں کو زمین کے برابر کرنے کا کام کر چکے تھے۔ اپنے دورِ خلافت میں اسی کام پر حضرت ابی ہیاج اسدی کو حضرت علیؓ نے مامور فرمایا۔ کہ تصویروں کو مٹا دو۔ اور اونچی۔ پختہ قبروں، قبوں، گنبدوں کو ڈھا کر برابر کر دو۔ یعنی پست کر دو۔ کہ قریب زمین کے ہو جائیں۔ اور بالشت بھر انکی نمود رہ جائے،

حضرت امام ابو حنیفہؒ کا فتویٰ

قَالَ لَا يُجَصَّصُ الْقَبْرُ وَلَا يُطَيَّنُ وَيُرْفَعُ عَلَيْهِ بِنَاءٌ وَّ سَفَطٌ ــــ

"حضرت امام ابو حنیفہؒ فرماتے ہیں۔ کہ قبر نہ پختہ بنائی جائے اور نہ مٹی سے لیپی جائے۔ اور نہ قبر پر کوئی عمارت (مثل قبہ گنبد وغیرہ) بنائی جائے۔ اور نہ خیمہ نصب کیا جائے"

(فتاویٰ قاضی خاں)

اب تو حنفی مذہب میں بھی قبروں کا پختہ بنانا ناجائز ثابت ہو گیا۔

قبریں پختہ نہ بنانے کی حکمت

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے جو قبروں کو پختہ بنانے سے منع کیا۔ اور جو پختہ بن چکی ہوں۔ ان کو گرا دینے کا حکم دیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قبوں۔ گنبدوں والی پختہ قبریں صدیوں تک شرک کے اڈے بن جاتی ہیں۔ پوجی جاتی ہیں۔ اور خلقِ خدا گمراہ ہوتی ہے۔ بعض سنت سے بے خبر بادشاہوں نے غلط قسم کی عقیدت کی بنا پر بزرگوں کی قبریں سنگِ مرمر وغیرہ سے پختہ بنائیں۔ اور ان پر عالی شان عمارتیں کھڑی کر دیں، کہ وہ قبریں چھ چھ۔ سات سات سو سال سے پوجی جا رہی ہیں۔ شب و روز وہاں سجدے ہوتے ہیں۔ اور نذریں چڑھتی ہیں۔ عرسوں پر لاکھوں آدمیوں کا اجتماع ہوتا ہے۔ جو طواف کرتے۔ سجدے کرتے، روتے چلاتے۔ حاجتیں مانگتے اور نذریں چڑھاتے ہیں۔ اور شرک کر کے اپنی عاقبت برباد کرتے ہیں۔

مسلمانوں کو چاہیئے۔ کہ وہ اپنے پیارے رسول صلے اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق ہرگز کسی کی قبر پختہ نہ بنائیں۔ اور خاص کر ولی بزرگ کی قبر تو ضرور ضرور کچی رکھیں۔

زیارتِ قبور کی دو ۲ قسمیں

زیارتِ شرعیہ اور زیارتِ بدعیہ

یاد رکھیں۔ کہ زیارتِ قبور کی دو قسمیں ہیں۔ ایک زیارت شرعیہ۔ دوسری زیارت غیر شرعیہ یا زیارتِ بدعیہ۔ زیارتِ شرعیہ کا ذکر آپ اوپر پڑھ آئے ہیں۔ کہ جو زیارتِ اہل قبور کی بخشش، دعا، اور یادِ آخرت

دموت کی نیت سے ہو۔ وہ شرعیہ زیارت ہے۔ اس کا ثواب ملتا ہے۔ اپنے آپ کو بھی اور موتیٰ کو بھی نفع ہوتا ہے۔ اپنے آپ کو اس طرح کہ قبر کو دیکھ کر موت اور آخرت یاد آئے گی۔ دل نرم ہوگا اللہ سے ڈرے گا۔ اور اللہ کی رضامندی کے کاموں کی طرف رغبت کرے گا۔ نماز۔ روزہ۔ صدقات وخیرات وغیرہ نیک اعمال کے کسب کی کوشش کرے گا۔ جھوٹ، دھوکا۔ فریب۔ غیبت۔ بہتان۔ ظلم۔ اور بندگان خدا کی حق تلفی چھوڑ دیگا۔ کہ آخر مرنا ہے۔ اور قبر میں سمانا ہے۔ اور بخشش کی دعا اہل قبور کے لئے کرے گا۔ اللہ اس خیرخواہی کے بدلے اس کو اجر دے گا۔ اور اس کی دعائے بخشش کے سبب مُردوں کو بے حد ثواب عطا کرے گا۔ تو زیارتِ قبور شرعیہ سے زائر اور اہل قبور دونوں کو ثواب ملا۔

اور زیارتِ بدعیہ یا غیر شرعیہ وہ ہوتی ہے۔ کہ زائر اس نیت سے قبر کی زیارت کرے۔ کہ اہلِ قبر سے قضائے حاجات، یا سفارش یا وسیلہ قبولیت دعا کی درخواست کرے۔ اس کا یہ عقیدہ ہو۔ کہ یہ اہلِ قبر۔ بزرگ۔ ولی۔ یا شہید وغیرہ میری مشکل حل کردے گا۔ میری حاجت پوری کرے گا۔ یا اللہ سے کرا دے گا۔ یا میری دعا اللہ کے پاس پہنچا دے گا۔ جسے اللہ ضرور قبول کرلے گا۔ یہ قبر والا میری دعا۔ التجا۔ اور پکار سنتا ہے۔ اور اللہ سے پوری کرا سکتا ہے۔ یا اس کو کہے۔ کہ اگر میری یہ مشکل حل ہوگی۔ یا حاجت برآئے گی۔ تو میں آپ کی قبر کو پختہ بنا دوں گا۔ یا آپ کی نذر بکرا، یا دیگ پکا کر لاؤں گا۔ یا آپ کی قبر پر اچھاڑ چڑھاوں گا۔ وغیرہ وغیرہ۔ یاد رکھیں کہ اس نیت سے

زیارت قبور حرام۔ ممنوع، اور شرک ہے۔

توحید کے شجرۂ طیبہ کی آبیاری اپنے خون سے کرنے والے جناب خاتم الانبیاء۔ حبیبِ خدا۔ اشرفِ انبیاء۔ والی بطحاء۔ شافع روز جزا۔ حضرت محمدﷺ مصطفےٰ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے قبروں کی زیارت کے بارے میں ایسی تعلیم ہرگز ہرگز نہیں دی۔ اور نہ ہی حضور انور کے سوا لاکھ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے فعل سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ کسی نے کبھی دکھ۔ درد۔ مصیبت۔ مرض۔ کرب۔ مشکل اور تنگی کے وقت مزار رحمت للعالمینؐ پر حاضر ہو کر کہا ہو۔ کہ حضورؐ! یہ دکھ درد یا مشکل دور کر دو۔ یا اللہ سے کروا دو۔ یا ہماری دعا اللہ کی جناب میں پہنچا دو۔ یا سفارش کرو۔ حالانکہ صحابہ پر جس قدر مصائب اور تکالیف آتی ہیں۔ غموں کے پہاڑ گرے ہیں۔ ہم ان کا تصور بھی نہیں کر سکتے"۔ با ایں ہمہ کسی ایک صحابی سے بھی یہ ثابت نہیں۔ کہ اس نے حضورؐ کی قبر اطہر پر حاضر ہو کر مشکل کشائی کے لئے عرض کی ہو۔ کسی نے قبر پاک پر چادر چڑھائی ہو۔ اچھاڑ چڑھایا ہو۔ چراغ جلایا ہو۔ نذر نیاز۔ منت۔ چڑھاوا پیش کیا ہو۔ نذر مانی ہو۔ قبر مقدس کو سجدہ کیا ہو۔ یا طواف یا اعتکاف بجا لایا ہو۔ یا کسی نے یہ کہا ہو۔ ؎

يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اُنْظُرْ حَالَنَا ❊ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ اِسْمَعْ قَالَنَا

اِنَّنَا فِيْ بَحْرِ غَمٍّ مُّغْرَقٌ ❊ خُذْ بِيَدِيْ وَسَهِّلْ لَنَا اَشْكَالَنَا

"اے اللہ کے رسول ہمارا حال دیکھو ❊ اے اللہ کے حبیب ہماری عرضیں سنو ❊ ہم غم کے سمندر میں ڈوبے ہوئے ہیں ❊ ہمارا ہاتھ پکڑو اور ہماری مشکلیں آسان کرو" ❊

صحابہؓ نے قبر اطہر پر حاضر ہو کر کبھی اس طرح حضورؐ کو نہ پکارا۔ نہ اُن ذاتِ اقدس سے حاجت چاہی۔ اور نہ حلِّ مشکل کے لیے عرض کی۔ افسوس ہم دور دراز مقامات سے حضورؐ کو اس طرح پکارنے لگ گئے ہیں۔ حالانکہ یہ پکار اور ندا صرف اللہ ہی کے لیے ثابت اور روا ہے۔ غیر اللہ کے لیے یہ ندا قصرِ توحید میں رخنہ اندازی ہے۔ قرآن کہتا ہے:۔

فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ہ (پ۲۹ ع)

"پس مت پکارو ساتھ اللہ کے کسی کو"

تو قبروں کی زیارت کے لیے متذکرۃ الصدر اغراض کے لیے جانا۔ زیارتِ غیر شرعیہ، یا زیارت بدعیہ ہے۔ جو حرام اور شرک ہے۔

قومِ نوحؑ کی قبر پرستی

حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے پانچ اولیاء اللہ فوت ہو گئے۔ تو ان کے بدبخت مریدوں نے ان کی قبروں پر اعتکاف شروع کر دیا۔ اور ان کے نام کی نذریں، نیازیں دینے لگ گئے۔ ان کے پانچ دربار بنا لیے۔ اور ان پر میلے لگانے، اور عرس کرنے شروع کر دیئے۔ ان کو حاجت رواؤں۔ اور مشکل کشائیوں کے لیے پکارنے لگ گئے۔ یہاں تک کہ یہ اولیاء پرستی، اعتکافِ قبور۔ سجدے سجود اور استمداد از اہل قبور کے طور طریقے سینہ بسینہ، جہلائے عرب میں آ گئے۔ حضرت نوح علیہ السلام ساڑھے نو سو سال تک ان لوگوں کو قبر پرستی سے روکتے رہے۔ لیکن وہ لوگ باز نہ آئے۔ قرآن کہتا ہے:۔

وَقَالُوْا لَا تَذَرُنَّ اٰلِهَتَكُمْ وَلَا تَذَرُنَّ وَدًّا وَّلَا سُوَاعًا ہ

وَّلَا يَغُوْثَ وَيَعُوْقَ وَنَسْرًا ہ (پ۲۹ ع ۱۰)۔

"اور کہا انہوں نے (یعنی قبروں کے مجاوروں نے) ہرگز نہ چھوڑو (نوحؑ کے کہنے سے) اپنے معبودوں کو اور (خاص کر) مت چھوڑو وَدّ کو اور نہ سواع کو اور نہ یغوث کو، اور یعوق کو اور نسر کو۔"

تو قوم نوح ان پانچ اولیاء اللہ کی قبروں کو پوج پوج کر ـــ بالآخر طوفان میں غرق کر دی گئی۔ اللہ نے فرمایا:۔

مِمَّا خَطِيْٓـٰٔتِهِمْ اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا ٥ (پ ۲۹ ع ۱۰)

"بسبب اپنے گناہوں کے ڈبلائے گئے۔ پس داخل کئے گئے آگ میں۔"

ان لوگوں کی خطائیں اور گناہ کیا تھے؟ یہی کہ پانچ پیروں کی قبروں کی پرستش کرتے تھے۔ ان کے درباروں میں حاضر ہو کر نذر نیاز پیش کرتے اور ان سے حاجت روائیوں، اور مشکل کشائیوں کے لئے عرضیں کرتے اور ان کو پکارتے تھے۔ تو مسلمان بھائیوں کو چاہیئے کہ وہ قبروں کی زیارت ضرور ضرور کیا کریں۔ لیکن زیارت مسنون ہو۔ شرعی ہو۔ غیر شرعی یا بدعیہ یا شرکیہ نہ ہو۔

زیارت غیر شرعیہ کے اجارہ داروں نے ایک جھوٹی حدیث بنا رکھی ہے، جو یہ ہے۔ اِذَا تَحَيَّرْتُمْ فِي الْاُمُوْرِ فَاسْتَعِيْنُوْا مِنْ اَهْلِ الْقُبُوْرِ ـــ "جب حیران ہو جاؤ تم بیچ کاموں کے۔ پس مدد مانگو تم اہل قبور سے۔" یعنی جب تمہیں ایسی مشکل آ بنے کہ تم حیران ہو جاؤ۔ اور تمہاری کوئی پیش نہ جائے۔ کوئی بس نہ چلے تو ایسے مایوسی کے وقت اہلِ قبور ـــ اولیاء اللہ، اور بزرگانِ دین کی قبروں پر حاضر ہو کر مدد مانگو۔

جناب رسولِ خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ مَنْ كَذَبَ عَلَيَّ مُتَعَمِّدًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ ـــ (بخاری شریف)

"جو دانستہ مجھ پر جھوٹ باندھے ۔ وہ اپنا ٹھکانا آگ میں بنالے"۔
یعنی اپنی بات، اپنی عبارت، اپنی عربی بنا کر حضورؐ کی طرف منسوب کرنے والا دوزخ میں جائے گا۔

ناظرین غور فرمائیں ۔ کہ مذکورہ جھوٹی حدیث، عربی عبارت بنانے والا۔ کتنا بڑا دجال ۔ کذاب اور گنہگار ہے ۔ جو کہتا ہے کہ جب تم حیران ہو جاؤ۔ مشکلوں میں ۔ تو اہلِ قبور سے مدد مانگو ۔ اور بعض علماء بھی اس کو حدیث کہہ کر بیان کرتے ہیں ۔ اس چند روزہ دنیاوی زندگی میں عوام کو جھوٹی حدیثیں بنا بنا کر، سنا سنا کر، قبروں پر جھکا جھکا کر سجدے کرا کرا کر ۔ مردار دنیا اکھٹی کرنے والوں کو قبر کی تاریکی کا تصور کرنا چاہیئے ۔ اور خدا سے ڈرنا چاہیئے ۔ کہ وہ اللہ واحد القہار کو کیا جواب دیں گے ۔

مسلمان بھائیو! قبروں کا فتنہ بڑا خطرناک فتنہ ہے، قبروں پر سرکش جنات اور شیاطین بھی حاضر رہتے ہیں ۔ جو مسلمان کے ایمان پر ڈاکہ ڈالتے ہیں ۔ کبھی قبر دکھائی دیتی ہے کہ پھٹ گئی ہے اور اندر بزرگ بیٹھا ہوا ہے ۔ اور زائر سے مصافحہ کرتا ہے ۔ کبھی قبر سے بزرگ باہر نکل آتا ہے اور زائر سے باتیں کرتا ہے ۔ کبھی بزرگ مختلف شکلوں اور بھیسوں میں دکھائی دیتا ہے اور حیران کن عجائبات کا مشاہدہ ہوتا ہے ۔ جس کو عوام بزرگوں کی کرامات قرار دیتے اور خوش ہوتے ہیں ۔ اور پھر ان سے استمداد کرتے ہیں ۔ یاد رکھیں کہ یہ سب باتیں شیطان کے داؤ ۔ فریب ۔ اغوا اور ہتھکنڈے ہیں، اولیاء اللہ اور بزرگوں کی روحیں علیین میں ہیں ۔ ان کو ان باتوں سے کوئی سروکار نہیں ۔ یہ سب اس ازلی دشمن کے مکر اور فریب ہیں، ان سے بال بال بچنا چاہیئے ۔ اور ہر وقت سنت کے نور میں گام فرسا رہنا چاہیئے ۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو مسنون زیارت کی توفیق عطا فرما دے ۔

زیارتِ قبور کی دُعائیں

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں قبرستان سے گزرے۔ تو قبروں کی طرف منہ کر کے فرمایا:۔

(۱) اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ یَا اَھْلَ الْقُبُوْرِ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَ نَحْنُ بِالْاَثَرِ ○ (ترمذی) "اے اہلِ قبو! اللہ تم پر سلامتی اتارے، اللہ ہم کو بھی بخشے اور تم کو بھی بخشے، تم ہم سے پہلے چلے آئے۔ اور ہم تمہارے پیچھے آ رہے ہیں"

زیارتِ قبور کی یہ دُعا بھی رحمتِ عالم کی فرمودہ ہے

(۲) اَلسَّلَامُ عَلٰی اَھْلِ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَیَرْحَمُ اللّٰہُ الْمُسْتَقْدِمِیْنَ مِنَّا وَالْمُسْتَاْخِرِیْنَ وَ اِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ ○ (صحیح مسلم)

"مسلمانوں اور مومنوں کے گھر والوں پر سلام ہو۔ اور رحمت کرے اللہ ہم سے پہل کرنے والوں پر اور پیچھے رہنے والوں پر اور ہم انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں"

جب آپ قبرستان میں جائیں۔ تو بڑی توجہ سے قبر کے پاس کھڑے ہو کر مذکورہ دعائیں ایک ہی۔ یا دونوں پڑھیں۔ یہ دعائیں دراصل اپنے اور مرے ہوئے بھائیوں کے لئے اللہ سے بخشش مانگنے کے لئے ہیں، اور آخری جملہ دعا کا —— "اور ہم انشاء اللہ تم سے ملنے والے ہیں" —— اپنے لئے تازیانۂ عبرت ہے۔ کہ زائرو! — قبریں دیکھ چلے ہو۔ تم بھی یہاں آنے کی تیاری کرو۔ اور جو ولیوں۔ بزرگوں [illegible] تو پھر بھی یہی دعائیں پڑھو۔ ان کے لئے بھی بخشش مانگو۔ اور اپنے لئے بھی معافی۔ خبردار! — کبھی یہ خواہش لے کر کسی بزرگ کی قبر پر نہ جاؤ۔ کہ اس

سے کوئی حاجت مانگی جائے۔ یا مشکل کشائی کی درخواست کی جائے۔ یا اس کے ذریعے اپنی دُعا اللہ کے پاس پہنچائی جائے۔ یاد رکھو! تمام موتیٰ بخشش کی دعاؤں کے لیے زندوں کے محتاج ہیں۔ اور اللہ زندوں کی دعاؤں کے سبب مُردوں کو پہاڑوں کے برابر ثواب پہنچاتا ہے۔ اور زندوں کا تحفہ مُردوں کے لیے ان کے لیے دعائے بخشش ہے۔

مسلمان بھائیو! یہ عالمِ ناؤ نوش دراصل ماتم خانہ برنا و پیر ہے - یہ حقیقت آپ کے سامنے ہے۔ کہ بچپن جوانی میں قدم رکھتا ہے اور جوانی برق رفتاری سے بڑھاپے کی آغوش میں پہنچتی ہے۔ اور بڑھاپے سے قبر دو قدم ہے ـــ پھر اے طلسمِ دوش و فردا کے اسیرو! ـــ اِمروز کا فکر کر لو۔ جو کچھ کرنا ہے۔ آج ہی کر لو۔ کہ زندگی کی جوئے شیر بہ رہی ہے۔

چراغِ راہ بنا لو چراغِ فاراں کو! ! !
اندھیری رات کو پھر ضو فشاں بنانا ہے

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ہ
وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ
وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ ہ

لاہور میں ملنے کا پتہ: نعمانی کتب خانہ، حق سٹریٹ، اردو بازار۔ لاہور